تعلیم الایمان

# پیغمبر پرایمان لانے کی شرائط

## (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ)


مصنف

**عبد اللّٰہ صدیقی**

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

**مفتی محمد مصطفی مفتاحی**

شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام، صلالہ بارکس، حیدرآباد



ناشر

**عظیم بک ڈپو دیوبند ،یوپی (انڈیا)**




حق طباعت غیر محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | پیغمبر پرایمان لانے کی شرائط |
| مصنف | : | عبداللہ صدیقی |
| زیر سرپرستی | : | مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی |
| کمپوزنگ | : | محمد احسان اللہ ''الکوثر کمپیوٹر سنٹر'' حیدرآباد |
| تعداد | : | 500 |
| سنہ اشاعت | : | 2009ء |

**پبلشر**

AZEEM BOOK DEPOT

Jama Masjid Islamia Bazar Deoband U.P.

Ph: 01336-223845 Cell: 09997177817, 09411485040

E mail: azeembookdepot@hotmail.com


اس کتاب کو دعوت وتبلیغ کی خاطر یا ایصال ثواب کی خاطر تقسیم کرنے والوں کو خصوصی رعایت دی جائے گی انشاء اللہ اس کتاب کا ہندی و انگریزی میں بھی ترجمہ شائع کیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ دوست واحباب اور رشتے داروں میں تقسیم کرکے ان کو خالص ایمان کی دعوت دیجئے۔

# فہرست مضامین


| عنوانات | صفحہ |
| --- | --- |
| اسلام کسے کہتے ہیں؟ | 6 |
| پیغمبر کسے کہتے ہیں؟ | 7 |
| جب اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کو ہدایت دیتا ہے تو کیا انسان اور جن کے لئے ہدایت کا انتظام نہیں کیا؟ | 8 |
| انسان اور جن کو ہدایت یافتہ پیدا نہ کرکے ترقی اور درجات حاصل کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ | 10 |
| **پہلا حصہ پیغمبر کی ضرورت کیوں؟** | |
| پیغمبروں کو بھیجنے کا مقصد انسانوں پر حجت تمام کرنا ہے | 13 |
| شیطان کو اجازت دینے کے بعد رسالت کا طریقہ ضروری ہے | 16 |
| پیغمبر کی دعوت اور شیطان کی دعوت ایک دوسرے کی ضد ہیں | 17 |
| پیغمبر کے بغیر انسان بنیادی ضرورتیں تک پوری نہیں کرسکتا | 18 |
| چونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اس لئے بھی پیغمبر کی ضرورت ہے | 22 |
| کائنات میں حقیقی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لئے اللہ کی طرف سے پیغمبر کا ہونا ضروری ہے۔ | 24 |
| انسانوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر کا آنا ضروری تھا | 25 |
| ربوبیت کے تقاضے کے تحت رسالت کا ہونا ضروری ہے | 26 |
| زندگی کے ہر شعبے میں استاذ اور معلم کا ہونا ضروری ہے | 28 |
| رسالت کے عقیدے پر بننے والا معاشرہ ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوتا ہے | 31 |
| انسان تین چیزوں کا محتاج ہے اور وہ تینوں چیزیں صحیح سوائے پیغمبر کے کہیں نہیں ملتیں | 33 |
| سائنس اچھے سامان بنا سکتی ہے، اچھے انسان نہیں بنا سکتی اچھے انسان صرف پیغمبر کی تعلیمات سے بنتے ہیں۔ | 36 |
| ابتدا ہی سے انسان پوری روشنی وہدایت کے ساتھ پیدا کیا گیا | 39 |
| انبیاءؑ الگ الگ دین اور الگ الگ پیغام لے کر نہیں آئے | 40 |
| پیغمبروں کی تعلیمات کو پہچاننے کا طریقہ | 42 |
| پیغمبر کی دعوت کو سمجھنے کے لئے انسانوں کو آنکھیں اور کان کھلے رکھنا ہوگا۔ | 43 |
| انبیاء علیہم السلام جنوں کے لئے بھی نبی تھے | 45 |
| پیغمبر کے قلب کو غسل دینے کی حقیقت | 46 |
| انبیاء کو اللہ تعالیٰ ایمان بالمشاہدہ سے نوازتا ہے | 46 |
| حضور ﷺ سراج منیر ہیں | 47 |
| تمام پیغمبروں نے کلمہ ہی کی دعوت سب سے پہلے کیوں دی؟ | 49 |
| **دوسرا حصہ پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے کن کن باتوں کو ذہن میں رکھنا ہوگا** | |
| صرف زبان سے محمد رسول اللہ کہہ دینے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا | 51 |
| کائنات کی ہر چیز میں اثر ہے تو پھر کلمہ طیبہ کا بھی اثر ظاہر ہونا ضروری ہے | 53 |
| دنیا شجر طیبہ کے باغات لگانے کی جگہ ہے | 56 |
| پیغمبر پر ایمان لائے بغیر ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا | 57 |
| پیغمبر پر کامل درجہ کا یقین ہونا شرط ہے | 60 |
| تمام انبیاء پر دل سے ایمان لانا ہی ایمان بالرسالت ہے | 62 |
| کسی کو بھی قیاس کی بنیاد پر نبی ماننا ایمان سے خارج کردیتا ہے | 64 |
| پیغمبروں کو ماننے میں غلو کرکے انسان حقیقی ایمان سے محروم ہوجاتا ہے | 66 |
| پیغمبر کو بشر نہیں مانا گیا یا فوق البشر بنا کر بشریت سے انکار کیا گیا تو یہ بھی صحیح ایمان کے خلاف ہوگا۔ | 69 |
| پیغمبر کی بشریت کا اعلان خود ان کی زبان سے کروانے کی حکمت | 73 |
| نبی کا بشر ہونا کیوں ضروری ہے؟ | 74 |
| نبی اور غیر میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے | 76 |
| پیغمبر کی رہبری اور عام انسانوں کی رہبری کا فرق | 78 |
| بے وقوف اور نادان انسان پیغمبر کے مقابلے گمراہ انسانوں کی تقلید جلد قبول کرتے ہیں | 79 |
| پیغمبر، فلسفی اور دانشوروں کی فکر کا فرق | 81 |
| نبیوں کو دنیوی کاروبار کرتا ہوا دیکھ کر پیغمبر ماننے سے انکار کیا گیا | 83 |
| پیغمبروں کی غریبی اور مفلسی بھی دولت مندوں کو ان کی پیغمبری ماننے سے روکتی رہی | 85 |
| پیغمبر کے انکار اور توہین پر فوراً عذاب نہ آنے پر بھی پیغمبر کو نبی ماننے سے انکار کیا گیا | 91 |
| پیغمبروں کو کاہن، جادوگر، کذاب اور مجنون کہا گیا | 92 |
| محمد رسول اللہ کو ماننے والے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے | 97 |
| محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کی لازمی شرط یہ ہے کہ آپ کو خاتم النبیین مانا جائے | 100 |
| ختم نبوت پر دھوکا دینے والوں کا طریقہ کار | 102 |





| عنوانات | صفحہ |
| --- | --- |
| پیغمبر انسانوں کے لئے ویسی ہی رحمت وبرکت رکھتے ہیں، جیسے بارش کی رحمتیں اور برکتیں ہوتی ہیں۔ | 103 |
| ختم نبوت کے بعد امتِ مسلمہ پر پیغمبر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے | 105 |
| کلمہ طیبہ کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ ہی کو مالک کائنات مان رہا ہے | 107 |
| محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کی پہلی شرط آپ کو سچا مان کر ایمان لایا جائے | 109 |
| پیغمبر کی تعلیمات پر آنکھ بند کرکے ایمان لایا جائے | 111 |
| سچائی کو ماننے سے انسانوں کو فائدہ ہی فائدہ کیسے ہوتا ہے؟ | 112 |
| ذرا جائزہ لیجئے کہ ہم اپنے پیغمبر کو کتنا سچا مانتے ہیں؟ | 114 |
| پیغمبر کی سچائی کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے منافقت اور دہریت پیدا ہوتی ہے | 115 |
| **تیسرا حصہ پیغمبر کی عظمت کی جائے** | |
| ایمان بالرسالت کے لئے پیغمبر کی عظمت کا اعتراف دل سے کرنا ہوگا۔ | 117 |
| لا الہ الا اللہ کا اقرار محمد رسول اللہ کی رہنمائی کرتا ہے | 120 |
| **چوتھا حصہ پیغمبر کی اطاعت واتباع لازمی ہے** | |
| پیغمبر ہی سب سے پہلے اللہ کی اطاعت کے پابند ہوتے ہیں | 122 |
| نبیوں کی اولاد اور اہل وعیال کو بھی نبی کی اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ | 123 |
| ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد محمد رسول اللہ کی اطاعت لازمی ہے | 124 |
| محمد رسول اللہ کی اتباع کے بغیر توحید توحید نہیں | 128 |
| لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل ہے۔ | 129 |
| یہود ونصاریٰ اور مکہ کے مشرکین حضورؐ کو سچا مانتے تھے مگر اطاعت نہیں کرتے تھے۔ | 132 |
| کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی وفاداری کرنا ہوگا۔ | 136 |
| کلمہ طیبہ کے حقوق کیا کیا ہیں؟ | 137 |
| کلمے کے تقاضوں کی مختصر تفصیل | 139 |
| پیغمبر کسی بھی انسان کو رہبانیت سکھانے نہیں آئے | 140 |
| محمد رسول اللہ کی اطاعت اور اتباع لازمی اور ضروری ہے | 141 |
| محمد رسول اللہ کی اطاعت واتباع کا طریقہ کیا ہے؟ | 147 |
| اللہ کے محبوب بننا ہو تو حضورؐ کی اتباع کرنا شرط ہے | 150 |
| اللہ تعالیٰ کا رنگ محمد رسول اللہ کی اتباع سے چڑھتا ہے | 151 |
| دوسرے پیغمبروں کے مقابلے صرف محمد رسول اللہ کی اطاعت واتباع کیوں کی جائے؟ | 153 |
| حضور ﷺ کی مکمل اطاعت نہ کرنے سے دین کی شکل بگڑتی چلی جارہی ہے | 157 |
| تزکیہ نفس سوائے حضورؐ کی تعلیمات کے کہیں نہیں ہوسکتا | 160 |
| محمد رسول اللہ قیامت تک کے لئے ماڈل اور نمونہ تقلید ہیں | 162 |
| **پانچواں حصہ** | |
| ایمان کے لئے پیغمبروں سے محبت ہونا ضروری ہے | |
| عشق رسول کے بغیر ایمان واطاعت معتبر نہیں | 166 |
| پیغمبر سے محبت کروانے کی اصلی وجہ کیا ہے اس کو سمجھئے | 168 |
| عشق رسول میں غلو کرنے سے خالص ایمان باقی نہیں رہتا | 173 |
| موجودہ زمانے میں حضورؐ سے زبانی محبت کرنے والوں کے اعمال | 177 |
| **چھٹواں حصہ** | |
| حضورت ﷺ کی نبوت کی سچائی کو سمجھنے کا طریقہ | |
| حضورؐ کی نبوت کی سچائی کو سمجھنے کے لئے عرب کے پورے حالات کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔ | 179 |
| حضرت محمدؐ کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ علم آپؐ ہی کو دیا گیا | 182 |
| کیا امی انسان کے جذبات وخیالات میں سنجیدگی اور اعتدال قائم رہ سکتا ہے؟ | 183 |
| کیا کسی امی انسان کے اخلاق پورے معاشرے میں سب سے اعلیٰ ہوسکتے ہیں؟ | 185 |
| کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان روحانی واخلاقی شعبوں کا علم دے سکتا ہے؟ | 186 |
| کیا دنیا کا کوئی امی انسان قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ومثال بن سکتا ہے؟ | 188 |
| کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان بڑی بڑی باتوں کو چھوٹے چھوٹے مفید جملوں میں ادا کرسکتا ہے؟ | 190 |
| کیا کسی امی انسان کی تقاریر، خطابات، وعظ ونصیحت دلوں کو نرم کرنے والے ہوسکتے ہیں؟ | 191 |
| کیا کسی امی انسان کی باتیں حکمت اور دانشمندی سے بھری ہوتی ہیں؟ | 191 |
| کیا کوئی امی انسان لوگوں کو ان کی فطرت وطبیعت کے مطابق اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے؟ | 192 |
| کیا کسی امی انسان کا علم دنیا کے تمام علوم پر بھاری ہوسکتا ہے؟ | 193 |
| دنیا میں کسی بھی علم کے دینے والے کے علم کو درست کرنا پڑتا ہے | 195 |
| کیا کوئی امی انسان حکومتی قانون اور دستور بنا کردے سکتا ہے؟ | 196 |
| کیا کسی امی انسان کی زبان سے دو طرح کا کلام نکل سکتا ہے؟ | 198 |
| کیا ایک امی انسان لاکھوں کروڑوں انسانوں کی اصلاح وتربیت کرسکتا ہے؟ | 199 |
| بیوقوف اور نادان لوگ حضورؐ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اطاعت کم اور پکار زیادہ کرتے ہیں | 202 |
| محمد رسول اللہ کو ماننے والے کبھی ذلیل ورسوا نہیں ہوسکتے۔ | 205 |

# کتاب پڑھنے سے پہلے یہ ضرور پڑھیئے

عام طور پر اسلامی لٹریچر میں محمد رسول اللہ کو سمجھانے کے لیے زیادہ تر حضورؐ کی زندگی کے حالات اور آپؐ کے خاندان کی تفصیل اور آپؐ کے اخلاق واعمال اور آپؐ کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ سمجھایا گیا، مگر امت کو **رسالت کی اہمیت وضرورت** کو سمجھانے کی کوشش بہت کم کی گئی۔ جس کی وجہ سے امت کا بڑا طبقہ رسالت کی ضرورت واہمیت کو سمجھے بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے اور محمد رسول اللہ سے جیسا تعلق قائم کرنا ہے نہیں کرتا، اس کتاب میں پیغمبر کی ضرورت واہمیت اور پیغمبر پر ایمان لانے کی شرائط کو سمجھانے کی بہت زبردست طریقے سے کوشش کی گئی ہے یہ کتاب کلمہ کے دوسرے حصے محمد رسول اللہ پر منفرد اور اہم کتاب ہے اسلامی لٹریچر میں کلمہ طیبہ پر کوئی تشریح نہ ہونے کے برابر ہے اور مسلمان کلمہ طیبہ کو پڑھتے، اقرار کرتے، مگر کلمہ طیبہ ہی کی حقیقت اور شعور سے خالی نظر آتے ہیں، کلمہ طیبہ کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے وہ کلمہ پڑھ کر بھی شرک میں گرفتار ہیں، جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں ان کو بھی بے شعوری کے ساتھ کلمہ پڑھایا جاتا ہے اس کی کوئی تشریح سمجھائی نہیں جاتی، اس لئے خاص طور پر اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں کو سمجھانے کی غرض سے یہ کتاب شائع کی گئی ہے تا کہ وہ کلمہ طیبہ کا کم سے کم شعور حاصل کرلیں، اس کا پہلا حصہ **"کلمہ طیبہ کو سمجھانے کا طریقہ"، "لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ"** پہلے ہی شائع ہو چکا ہے، اس حصے کو پڑھنے سے پہلے اُسے بھی پہلے ضرور پڑھیے اور کلمہ طیبہ کے دونوں حصوں کا شعور اپنے اندر پیدا کیجئے، اس کے سارے مضامین خاص طور پر قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر تیار کئے گئے ہیں، اس کتاب کو جملہ چھ مضامین میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصے میں **پیغمبر کی ضرورت کیوں ہے؟** پر تفصیلی گفتگو کی گئی تا کہ ایک انسان پیغمبر پر ایمان لانے سے پہلے پیغمبر کی ضرورت و اہمیت کو ذہن میں رکھ کر محمد رسول اللہ کا اقرار کرے۔ دوسرا حصہ **پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے کن کن باتوں کو ذہن میں رکھنا ہے؟** سمجھایا گیا، تیسرے حصے میں **پیغمبر کی عظمت کیسے کی جائے؟** اور چوتھے حصے میں **پیغمبر کی اطاعت واتباع کیوں ضروری ہے؟** سمجھایا گیا، پانچویں حصے میں **عشق رسول ایمان کے لیے کتنا ضروری ہے؟** سمجھایا گیا، چھٹے حصے میں **محمد رسول اللہ کی نبوت کی سچائی کو عقلی اعتبار سے کیسے سچا سمجھا جائے؟** سمجھایا گیا، صحابہ کی زندگی کے واقعات کتاب کے ضخیم ہونے کے ڈر سے زیادہ بیان نہیں کئے گئے ہیں، خطیب حضرات ہر عنوان کو سمجھاتے ہوئے صحابہ کی زندگی کی مثالیں دیں تو مضامین اچھی طرح ذہن نشیں ہو سکتے ہیں اس کتاب کا انشاء اللہ بہت جلد ہندی ترجمہ بھی شائع کیا جائے گا۔ ☆☆☆☆☆☆☆

**عبداللہ صدیقی**



# اسلام کسے کہتے ہیں؟

**اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ** اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (آل عمران:۱۹)

اللہ تعالیٰ نے جب کائنات بنائی تو اُسی وقت یہ مقرر کر دیا کہ کائنات کا دین اسلام ہوگا، اور تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا دین ہی اسلام یعنی اللہ ہی کی اطاعت و بندگی ہے، اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا، اطاعت و بندگی کے لئے سلامتی کے راستے پر چلنا، جو اس طرح کا طرز عمل اختیار کرے گا اس کا دین اسلام ہوگا، کائنات کی تمام چیزیں اسی طرح زندگی گذارتی ہیں اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا فرمایا تو یہ حکم دیا کہ وہ بھی پوری طرح کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح مطیع وفرمانبردار بن کر دنیا میں زندگی گذارے، جس طرح کامل اطاعت ہی کائنات کا مذہب ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کی مکمل اور کامل عبدیت و بندگی پیغمبر کی اتباع میں انسان کا مذہب اسلام ہے، جو اسلام پر زندگی گذارے گا وہ مسلم کہلائے گا، ہر زمانے میں کسی قوم، کسی ملک کا انسان جس نے اللہ کی اطاعت وغلامی پیغمبر کے طریقے پر کی وہ مسلمان تھا، اس کا مذہب اسلام تھا اسلام صرف اس دین کا نام نہیں ہے جسے محمد رسول اللہ لے کر آئے ہیں اور مسلمان صرف ان کو نہیں کہتے جو حضور ﷺ کے امتی ہوں، بلکہ ہمیشہ سے تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا اور ہر زمانے میں تمام انبیاء کے پیرو مسلمان کہلائے، یہ مسلمان اگر کبھی کافر ہوئے تو صرف اس وقت جبکہ کسی بعد کے آنے والے نبی کو ماننے سے انہوں نے انکار کیا، لیکن جو لوگ پہلے نبی کو مانتے تھے اور بعد کے آنے والے نبی پر بھی ایمان لے آئے تو انکے اسلام میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا اور وہ جیسے مسلمان پہلے تھے ویسے ہی بعد میں رہے البتہ ان کے لیے دوہرا اجر رکھا گیا، دین صرف اسلام ہی تھا، دوسرا نہیں، ہر نبی شروع سے ہی دین اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) لائے اور تمام انبیاء ہمیشہ خود مسلم رہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی مسلم ہی بن کر رہنے کی تاکید و تعلیم دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد محمد رسول اللہ کو ماننا تبدیل مذہب نہیں بلکہ دین اسلام ہی کو ماننا ہے۔

# پیغمبر کسے کہتے ہیں؟

اللَّهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلاَئِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيۡعٌ بَصِيۡرٌ ٥ (الحج:٧٥)

ترجمہ: ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کو نازل کرنے کے لئے) ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے“۔

رسول یا پیغمبر کے معنی عربی زبان میں ”قاصد“ ”پیغامبر“ ایلچی اور سفیر کے ہیں، گویا رسول اور پیغمبر کے معنی پیغام لے جانے والے اور پیغام پہنچانے والے کے ہیں، قرآن مجید میں یہ لفظ یا تو ملائکہ کے لئے استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خاص کام پر بھیجے جاتے ہیں یا اُن انسانوں کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کر کے انسانوں کی طرف پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتلائیں اور اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف کروائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔

نبی کے معنی ہیں ”عالی مقام“ دوسرے معنی ہیں ”اللہ کی خبر دینے والے کے“، تیسرے معنی ہیں ”اللہ کا راستہ بتلانے والے کے“ پس کسی انسان کو نبی یا رسول کہنے کا مطلب یا تو عالی مقام پیغمبر کے ہیں یا اللہ کی طرف سے خبریں دینے والے کے ہیں یا اللہ کا راستہ بتلانے والے کے ہیں قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ مل کر بھی استعمال ہوئے ہیں اور الگ الگ بھی آئے ہیں، رسول کا لفظ نبی کی بہ نسبت خاص ہے، رسول کو کتاب اور شریعت دی جاتی ہے، ہر رسول پیغمبر اور نبی بھی ہوتا ہے مگر ہر نبی اور پیغمبر رسول نہیں ہوتا، جلیل القدر ہستیوں کے لیے رسول کا لفظ بولا گیا، کسی نبی کو ڈاکیہ یا خطوط رساں کہنا نبی، رسول، اور پیغمبر کی توہین ہے، اس لئے کہ ڈاکیہ صرف خط پہنچا کر چلا جاتا ہے، جبکہ نبی و رسول اللہ کا پیغام قولاً بھی بتاتے ہیں اور عملاً بھی سمجھاتے ہیں، اس لئے یہ عالی مقام معلم ہیں، ڈاکیہ نہیں۔



# جب اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کو ہدایت دیتا ہے تو کیا انسان اور جن کے لئے ہدایت کا انتظام نہیں کیا؟

قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡ أَعۡطَى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهُ ثُمَّ هَدَى (طه: ٥٠)

ترجمہ: ”موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی“۔

اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ کا اکیلا ہادی و معلم ہے اور وہ جو چیز بھی پیدا کرتا ہے اس کو اس کی ہر عمر میں ہر گھڑی، ہر لحہ ان کی حالت وضرورت کے مطابق ہدایت و رہنمائی دیتا رہتا ہے، اسی وجہ سے کائنات کی تمام چیزیں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں سوائے جن و انسان کے، تمام کائنات کی چیزوں میں ڈھنگ سلیقہ اور ڈسپلین ہے، چنانچہ زمین، ہوا، پانی، جانور، درخت، پہاڑ، آسمان، چاند، سورج، ستارے وغیرہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں، سوائے انسان اور جن کے، کائنات کی تمام مخلوقات پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت و رہنمائی ان کی فطرت میں ودیعت کر کے پیدا فرماتا ہے، مگر انسان و جن کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام باہر سے رکھا گیا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں عطا فرمائیں ایک جسم اور دوسری روح، جسم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس نے دنیا میں ہر طرف زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی پھیلا رکھی ہے، جس کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کو رات دن ہدایت و رہنمائی ملتی ہی رہتی ہے، چنانچہ وہ اسی رہبری کی وجہ سے پڑھنا لکھنا سیکھتا ہے، جسمانی حفاظت اور بیماریوں کا علاج، جانوروں کی پرورش، زراعت کے طریقے، درختوں کی حفاظت، ہوا، پانی، سورج، چاند، زمین، پہاڑوں سے فائدہ اٹھانے کی رہبری انسانوں کو دن رات ملتی ہی رہتی ہے، اتنا ہی نہیں تجارت اور سفر کے دوران انسان ریگستانوں میں سفر کرے تو وہاں زمین کی طرح

نشانات نظر نہیں آتے، جو اُسے راستہ بتلائیں، ہر طرف ریت ہی ریت کے ٹیلے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ریگستانوں میں راستہ بھٹکنے سے بچانے کے لئے انسانوں کو تاروں کے ذریعہ رہنمائی کا انتظام کیا، پھر ریگستانوں سے زیادہ سمندروں کا حال ہے، سمندروں میں بھی راستہ معلوم کرنے کا بظاہر نشان نظر نہیں آتا، چاروں طرف پانی ہی پانی ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ریگستانوں کی طرح سمندروں میں بھی انسانوں کو بھٹکنے سے بچانے کے لئے ستاروں کا انتظام کر رکھا ہے اور آسمان پر ہر طرف ستاروں کی قندیلیں ہی قندیلیں لٹکا رکھی ہیں، جن کو دیکھ دیکھ کر انسان قدیم زمانے سے آج تک ریگستان اور سمندری سفر طے کرتا ہے، اسی طرح زمین کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی طرح یکساں اور مسطح نہیں بنایا اس کو امتیازی علامات اور نشانات سے ممتاز کیا ہے، بلکہ جگہ جگہ اونچائی، گہرائی، ٹیلے، پہاڑ، وادیاں دریائیں، ندی نالے، میدان، جنگل رکھے ہیں، جس کی وجہ سے چرند پرند اور چوپائے اور تمام جانور اور انسان اپنی اپنی منزل الگ الگ پہچان لیتے ہیں، اس نعمت کی قدر اس کو اس وقت ہوتی ہے جب وہ ریگستان اور سمندروں میں سفر کرتا ہے، جہاں ہر وقت بھٹکنے کا خطرہ لگا رہتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیوی اور مادی زندگی میں تک بھٹکنے سے بچانے کے لیے رہبری و ہدایت کا اتنا زبردست انتظام کیا ہے تو کیا وہی پروردگار انسان کو جو تمام مخلوقات میں اشرف ہے آخرت اور روحانی اور امتحان والی زندگی میں بھٹکنے کے لئے کیسے چھوڑ دے گا؟ کیا اس کا کوئی انتظام نہیں کرے گا؟ جبکہ دنیوی اور مادّی چیزوں میں غفلت، بھٹکنے اور گمراہی کی کوئی حقیقت ہی نہیں وہ تو صرف کچھ وقت کے لیے نقصان ہوتا ہے جبکہ آخرت اور روحانی گمراہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی، اور انسان کے عقائد، اخلاق و اعمال کی بربادی ہوجائے گی، اس سے دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہوجائیں گے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ زمین، سمندر، ریگستانوں میں انسان کا بھٹکنا گوارا نہیں کرتا کیا وہ آخرت کی گمراہی میں بھٹکنے کے لئے یوں ہی چھوڑ دے گا؟ جبکہ اخلاقی زندگی کی گمراہی تو ہمیشہ ہمیشہ کی گمراہی ہے، جب وہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کی پوری پوری ہدایت و رہنمائی کا انتظام اپنے ذمہ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات زیبا نہ تھی کہ وہ انسان کو صراطِ مستقیم



سے ناواقف رکھے اور بھٹکنے کے لئے شیطان کے حوالے کردے، اس لیے عین اس کی حکمت و مشیت کا تقاضا تھا کہ جب اس نے جسمانی زندگی کے ہر شعبے پر رہنمائی رکھی تو انسان کو روحانی اور آخرت کے اعتبار سے بھی رہنمائی کرے، اگر یہ رہنمائی نہ ہوتی تو وہ مخلوق جو شر اور خیر کی صلاحیتیں رکھتی ہے، خواہشاتِ نفس کا بندہ اور شیطان کا ساتھی بن کر اپنے ہی اوپر ظلم کرتی، اور اشرف المخلوقات ہوکر بھی حیوان ہی رہتی، اس لئے اس نے انسانوں اور جنوں کی روحانی اور آخرت والی ہدایت و رہنمائی کے لئے پیغمبر کا طریقہ کار رکھا ہے اور اپنی ہدایات و رہنمائی کو وحی کے ذریعہ پیغمبر پر نازل کر کے انسانوں اور جنوں کو باہر سے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ رکھا ہے تاکہ انسان اپنی پسند اور چاہت سے ہدایت حاصل کرے۔

اگر کوئی انسان نبوت کا انکار کرے تو پھر وہ ہدایت کہاں سے حاصل کرے گا؟ اسلئے کہ نبوت کے علاوہ اسکو یہ ہدایت کہیں دوسری جگہ سے مل ہی نہیں سکتی، یہ انسان کی بیوقوفی اور احمق پن ہے کہ وہ جسمانی ضرورتوں اور مادی ضرورتوں کی خاطر ہر قسم کا علم اور رہبری حاصل کرلے مگر روحانی اور آخرت کی کامیابی کی رہبری کا علم ہی حاصل نہ کرے، اگر کوئی یہ کہے کہ ہماری رہنمائی کا انتظام نہیں کیا گیا تو یہ خدا کے ساتھ بہت بڑی بدگمانی اور جھوٹ ہے اُسے یہ بات اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ بحیثیت جاندار ہونے کے اسکی جسمانی پرورش و نشو نما کا مفصل اور مکمل انتظام ہو مگر روحانی تربیت کیلئے اسے کیسے یوں ہی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

## انسان اور جن کو ہدایت یافتہ پیدا نہ کر کے ترقی اور درجات حاصل کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔

﴿ وَلَوْ شَآءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ (النحل:۹) ترجمہ: اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا

اکثر لوگ بے شعوری میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوسری مخلوقات کی طرح انسانوں اور جنوں کو بھی پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا کیوں نہیں کرتا؟ انسان اور جن پیدائشی طور پر

ہدایت یافتہ ہوتے تو دنیا میں یہ ظلم زیادتی اور فساد نہ ہوتا، کوئی شرک اور کفر نہ کرتا۔

سب سے پہلی بات یہ یاد رکھیئے کہ اللہ تعالیٰ کوئی بے بس اور مجبور خدا نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان کے اختلافات اور گمرہیوں اور بداعمالیوں کو دور نہ کرسکے، ان کو غلط اور بُرے کاموں کے کرنے سے روک نہ سکے اس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں، وہ اگر چاہتا تو کوئی بھی کفر اور بغاوت کی روش پر چل ہی نہیں سکتا تھا اور زمین میں فساد برپا نہ کرسکتا تھا، اور وہ چاہتا تو دوسری مخلوقات کی طرح انسان اور جن کو بھی پیدائشی طور پر مکمل ہدایت یافتہ پیدا کر سکتا تھا، اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم ہے اس کا کوئی کام حکمت ومصلحت سے خالی نہیں، اس کی حکمت و مشیت کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اور جن پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا نہ ہوں، اسی ہدایت یافتہ پیدا نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اختیار و آزادی کا حق ملا ہے، انکار و اقرار کا اختیار ملا ہے، اطاعت کرنے، نہ کرنے کا موقعہ ملا ہے، قرآن مجید نے اس کو یوں سمجھایا کہ اسی اختیار و آزادی ہی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص کو پا سکتا ہے، جو دوسری بے اختیار مخلوقات کو حاصل نہیں، اسی اختیار کے صحیح استعمال پر انسان آخرت میں جنت کے بلند درجات حاصل کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد، خوشنودی اور رحمت سے ہمکنار ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکتا ہے اور اس آزادی کے غلط استعمال پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہ کر خدا کی رحمت اور دیدار سے محروم بھی ہوسکتا ہے۔

اگر انسانوں اور جنوں کے لئے دوسری مخلوقات کی طرح جبری ہدایت کا طریقہ اختیار کیا جاتا اور انسان اور جن پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتے تو پھر دوسری مخلوقات کی طرح نہ رسالت کی ضرورت تھی نہ کتابوں کی ضرورت تھی نہ آخرت کی ضرورت تھی اور نہ اختیار و آزادی کی ضرورت تھی نہ صحیح اور غلط راستے کی ضرورت تھی اور نہ عقل وفہم کی ضرورت تھی اور نہ ضمیر اور فطرت کی ضرورت تھی، وہ بھی دوسری مخلوقات کی طرح نافرمانی کی طاقت نہ رکھے بغیر ہمیشہ اطاعت والی ایک خاص روش پر ہی چلتا رہتا اور یہ اطاعت اس کی مرضی اور رضا والی اطاعت نہ ہوتی، بلکہ جبری اور لاچاری کی اطاعت ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت نے ان کو اختیار اور مرضی اور پسند کی اطاعت کا طریقہ دیا



جس کی وجہ سے اس کو عقل وفہم دیا گیا، نفس اور خواہشات اور ارادے کی طاقتیں بخشی گئیں، اور دنیا کی چیزوں کا صحیح یا غلط استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا، اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتا تو سب کچھ بیکار ہو جاتا، اور نہ دنیا امتحان کی جگہ بنتی، زمین پر انسان اور جن کو خاص طور سے امتحان و آزمائش ہی کے لیے رکھا گیا، اسی لیے ان کو اندر سے ہدایت ودیعت کر کے پیدا نہیں کیا جارہا ہے اور ہدایت یافتہ پیدا نہ کر کے ان کو ترقی کرنے کے لئے زبردست موقعہ فراہم کیا ہے، جو دوسری مخلوقات کو حاصل نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جبری ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر اپنی رحمت ومشیت سے رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا، اور انبیاء کو ان پر کوئی نگرانِ کار بنا کر نہیں بھیجا کہ زبردستی ڈنڈے کے زور پر انسانوں کو ایمان واطاعت کی طرف کھینچ کر لائیں، بلکہ رسالت کے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ومنشا یہ ہے کہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اور اس کا امتحان بھی لیا جاسکے، اور اس کے سامنے صراطِ مستقیم بھی پوری طرح کھول کر بیان کر دیا جائے اور اس کو ترقی، اللہ کے انعامات، نعمتوں اور رحمتوں کو لوٹنے کا پورا پورا موقع حاصل رہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ پر قادر ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں وہ اگر چاہے تو صرف اپنے ایک تخلیقی اشارہ سے سارے انسانوں اور جنوں کو دوسری مخلوقات کی طرح اپنا مطیع وفرمانبردار بنادے سکتا ہے، مگر اس نے اپنی حکمت ومصلحت کی وجہ سے انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے لیے وہ طریقہ نہیں رکھا جو مچھلی، مرغی، گائے، بیل، بھینس کی رہنمائی کا ہے، اس کی موزوں اور بہترین شکل یہ کی کہ ایک باشعور انسان کو پیغمبر اور رسول بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا جائے اور انسانوں کی عقل وشعور کو اپیل کر کے انہیں سیدھا راستہ بتایا جائے، پھر اس امتحان گاہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یہ مناسب نہ سمجھا کہ انسانوں کو جو محدود خود اختیاری وآزادی دی ہے وہ اپنی طاقت وقدرت سے کام لے کر بگڑے ہوئے انسانوں کو زبردستی صحیح رویہ کی طرف موڑ دے، اور جو مہلت دی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے ہی بغاوت ونافرمانی پر ہلاک کر ڈالے۔

# پیغمبر کی ضرورت کیوں ہے؟

## پیغمبروں کو بھیجنے کا مقصد انسانوں پر حجت تمام کرنا ہے

ترجمہ: ''اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں، یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہدو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے''۔ (اعراف:۱۷۳)

عالم الست کی یاد دہانی کے لئے پیغمبروں کو بھیجنے کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے عالم الست میں أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ کا سوال کر کے قَالُوا بَلَى کے الفاظ ''بیشک آپ ہی ہمارے رب ہیں'' سے اقرار کرایا، اس اقرار کے بعد انسانوں کو یہ بھی تعلیم دی گئی کہ وہ دنیا میں بھیجے جا رہے ہیں ان کو اس اقرار کے مطابق بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا خالق، رب، حاکم و قادر ماننا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہی کی مرضیات پر زندگی گذارنا ہوگا، اسی وجہ سے ہر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بیٹھ گئی، اور وہ اللہ کے لیے تڑپتا ہے، اب دنیا میں آ کر انسان کے دماغ کے شعور و حافظہ اور اس کے نقش کو کچھ دھندلا اور مٹایا گیا مگر معرفتِ الٰہی اس کے تحت الشعور اور وجدان میں محفوظ ہے، چنانچہ انسان اپنی زندگی کی تہذیب، تمدن اور اخلاق و معمولات کے تمام شعبوں میں جو کچھ وجود میں لاتا ہے وہ سب دراصل اسی تحت الشعور اور وجدان کا نتیجہ ہیں، جو اس کو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی جنت والی زندگی سے نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا چلا آ رہا ہے۔

انسان کو عالم الست کے اقرار کی یاد دہانی کے لئے پیغمبر کی ضرورت تھی جو انسانوں کو اللہ کی طرف سے آ کر اللہ کی یاد دلا کر اللہ واحد کے ساتھ کیا گیا وعدہ یاد دلائے، انسان کی



اندرونی اس حس کو جگانے کے لئے بیرون سے یاد دہانی اور تعلیم و تربیت کی ضرورت تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہر زمانے میں دنیا کے ہر علاقے اور قوموں میں اپنے پیغمبروں کو بھیج کر یاد دہانی کرایا، اور سلیم الفطرت انسانوں نے پیغمبروں کی دعوت پر لبیک کہا، اسی لیے پیغمبر کو ''مُذَكِّر'' یعنی یاد دلانے والا کہا گیا۔

یوں سمجھئے کہ انسان کے تحت الشعور میں جو چیز چھپی ہوئی تھی وہ بیرون کی دعوت کی آواز کو پہچان کر اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب مان لیتے ہیں انسانوں کا وہ طبقہ جو جہالت، خواہشات نفس، ہٹ دھرمی، باپ دادا کی اندھی تقلید، تعصب اور شیطان کی گمراہ کن تعلیمات و ترغیبات کا شکار ہوئے انہوں نے اپنے ضمیر اور اندرونی عہد کے یاد آنے کے باوجود فطرت سے منہ موڑا اور اُسے چھپا کر اس سے منحرف ہو گئے اور اپنے اس عہد کو مسخ کیا، جس کی وجہ سے وہ کفر، شرک، الحاد و دہریت اور گمراہی و نافرمانی کا شکار ہوئے۔

عالم الست کے وعدہ کو ہمارے حافظہ اور شعور میں اگر رکھا جاتا تو پھر امتحان لینا بیکار ہو جاتا، اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبر انسانوں کو کوئی نئی چیز کی دعوت نہیں دیتے بلکہ جو ان کے اندر محفوظ ہے اسی کو زندہ، تازہ کرتے ہیں اور ابھارتے ہیں اب اس عہد کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان والے بن کر واپس ہونا ہے، نبوت و رسالت دراصل اللہ تعالیٰ کی وہ حجت ہے جو انسانوں پر قائم کی گئی ہے، اُسی کے ماننے یا نہ ماننے پر انسان کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار ہے، انبیاء کے آنے اور کتابیں نازل کرنے کے بعد کوئی بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں حق اور سچائی سے واقف نہ تھا، میں صحیح اور غلط راستہ نہیں جانتا تھا، اور نہ مجھے کسی نے حق کی طرف بلایا، ہمیں اندھیرے میں رکھ کر اتنے بڑے امتحان میں ڈالا گیا، ہم بے قصور ہیں اور خواہ مخواہ سزا دی جا رہی ہے، ہم کو کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا طریقہ کیا تھا؟ اس کی مرضیات کیا تھیں؟ جنت اور جہنم کیا تھے؟ شرک، کفر اور ایمان کی کوئی تفصیل نہیں بتلائی گئی۔

یوں تو ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اطراف بہت سے اسباب پھیلا رکھے ہیں، جن کی وجہ سے انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور حجت یوں بھی پوری ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہدایات کے معاملے میں صرف فطرت اور ضمیر کی بنیاد پر حجت قائم کرتا اور مواخذہ

کرتا تب بھی وہ عدل ہی ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور صحیفوں اور کتابوں کو نازل کر کے انسانوں پر حجت تمام کردی، اگر چہ وہ پیغمبروں کو بھیجے بغیر بھی نافرمانیوں پر سزا دے تو اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے لیکن وہ حکیم اور دانا ہے، اس کی حکمت اور عدل کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ کسی کو سزا دے تو اتمام حجت کے بعد ہی دے۔ یہ حجت رسولوں کے آنے کے بعد پوری ہو جاتی ہے انبیاء کی تعلیمات کے زندہ اور باقی رہنے کے بعد کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حقیقت سے آگاہ نہ تھا اور اسے اندھیرے اور گمراہی میں رکھ کر امتحان لیا گیا، اللہ تعالیٰ کے نظامِ عدالت میں پیغمبر ایک بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، پیغمبر اور انکا لایا ہوا پیغام ہی بندوں پر خدا کی حجت ہے یہ حجت قائم نہ ہو تو بندوں کو عذاب دینا خلاف رحمت ہو جاتا، اور جب یہ حجت قائم ہو جائے تو اس کے بعد انصاف کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر کا انکار کیا یا پیغمبر کی نافرمانی کی، پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے پیغام الٰہی کو پہنچانے میں کیا کیا کیئے؟ اور انسانوں سے پوچھا جائے گا کہ وہ پیغمبر کی دعوت پر کیا ردعمل ظاہر کیے؟ جن لوگوں تک پیغمبروں کی دعوت پہنچ گئی ان کے متعلق قرآن صاف کہتا ہے کہ وہ اپنے کفر وانکار، فسق ونافرمانی کے لیے کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے، انکا انجام سوائے جہنم کے اور کچھ نہ ہوگا، وہ حسرت، ندامت اور افسوس میں مبتلا رہیں گے۔

حضرت محمد ﷺ کے چلے جانے کے بعد پیغمبری کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اب محمد رسول اللہ کے بعد وحی الٰہی کو دنیا کی تمام قوموں تک پہو چانا امتِ مسلمہ کا کام ہے، اس لیے اب قیامت تک مسلمان محمد رسول اللہ کے نمائندہ بن کر دنیا کی دوسری تمام قوموں پر اتمام حجت کریں گے، اور پیغمبر کی طرح یہ ذمہ داری اب مسلمانوں پر آتی ہے کہ انہوں نے اللہ کے آخری پیغام کو اللہ کے تمام بندوں تک پہنچایا کہ نہیں؟ اسی لیے قرآن مجید اور حضور کے ارشادات واعمال اور زندگی کو قیامت تک محفوظ کر دیا گیا، اگر مسلمان یہ کام کرتے رہے تو کسی کو اپنے مالک سے یہ شکوہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا کہ پیغمبر پر نبوت ختم کرنے کے بعد آپ نے ہماری ہدایت اور رہنمائی کا کچھ انتظام نہیں کیا، محمد رسول اللہ پر ختم نبوت کرنے کے بعد اب یہ ذمہ داری خدا اور رسول پر عائد نہیں ہوتی بلکہ قرآن وحدیث محفوظ رہنے کے بعد ہر مسلمان پر اس کی استطاعت کے مطابق عائد ہوتی ہے



کہ وہ اس دعوت کو پیغمبر کے نمائندے بن کر دوسرے انسانوں تک پہنچا کر حجت تمام کریں۔

انبیاء کو بھیجنے اور حق کے صحیح وسالم موجود رہنے کے بعد اگر کوئی حق کا انکار کرے تو وہ بالکل اُس اندھے بہرے کی مانند ہے جس نے دن کی روشنی میں دونوں آنکھیں بند کرلی ہیں اور کانوں میں انگلیاں لگالی ہیں اور ٹھوکریں کھا رہا ہے، تمام انسانوں کی فطرت اچھائی اور برائی کو اچھی طرح سمجھتی ہے، عقل وفہم رکھتی ہے، جہنم کے فرشتے جہنمی لوگوں سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے خبردار کرنے والا نہیں آیا؟ یہ سوال کر کے ان کو اس بات کا احساس دلایا جائے گا کہ ان کے ساتھ یہ ظلم وناانصافی نہیں کی جارہی ہے جیسے دنیا میں کی جاتی تھی اس سوال پر خود جہنمی لوگوں کو احساس ہو جائے گا کہ وہ حق کو جانتے ہوئے انکار کا بدلہ اور نتیجہ پا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کر رہا ہے اور نہ ان کو بے خبر رکھا، بلکہ انہوں نے خود پیغمبر اور ان کی تعلیمات اور ان کے نمائندوں کو جھٹلایا۔

## شیطان کو اجازت دینے کے بعد رسالت کا طریقہ ضروری تھا

قَالَ أَنظِرْنِیْ إِلَی یَوْمِ یُبْعَثُونَ o قَالَ إِنَّکَ مِنَ الْمُنظَرِیْنَ o

ترجمہ: ''ابلیس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، رب نے فرمایا جا تجھے یہ مہلت دی گئی''۔ (الاعراف:۱۴-۱۵)

شیطان انسانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے جب اس کو بارگاہِ خداوندی سے دھتکارا گیا تو اس نے اپنی ذلت اور ناکامی پر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ مجھے قیامت تک مہلت دیجیئے، میں بتلاؤں گا کہ اولاد آدم اکثر آپ کی ناشکری مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس درخواست پر قیامت تک کے لیے مہلت اور اجازت دے دی ہے، دنیا امتحان وآزمائش کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس امتحان گاہ میں دو راستے رکھے گئے ہیں ایک جنت والا راستہ دوسرا دوزخ والا راستہ، شیطان اولاد آدم کو بھٹکانے کے لیے دوزخ والے راستے کی تعلیم دیتا ہے، اور گناہوں میں لذت دلا کر دوزخ کے راستے پر چلانا چاہتا ہے، اللہ نے اس کو اتنی آزادی دی ہے کہ وہ نظر نہیں آتا، انسانوں کے دلوں، جذبات، نفس اور خواہشات میں داخل ہو کر بُرائی

سکھاتا ہے ایسی صورت میں اس مہلت، آزادی اور اجازت یافتہ دشمن کے مقابلے انسانوں کو اس کی دشمنی سے آگاہ کرانے اور دوزخ کے راستے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کا ہونا ضروری تھا جو انسانوں کے ساتھ رہے اور انسانوں کو شیطان کی برائی سے واقف کرائے اور دوزخ سے بچا کر جنت والے راستے پر چلائے، پیغمبر اور شیطان دونوں کو رکھ کر انسانوں کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ چاہیں تو پیغمبر کے راستے پر چلیں، چاہیں تو شیطان کے راستے پر چلیں، اگر پیغمبر نہ آتے تو انسان آسانی سے شیطان کا شکار ہو جاتے اور پوری دنیا گمراہی سے بھر جاتی، دنیا میں حق و باطل کا ٹکراؤ اسی وجہ سے ہے شیطان انسانوں کو گمراہ کر کے حق کے خلاف ابھارتا ہے، پیغمبر انسانوں کو سیدھے راستے کی دعوت دے کر گمراہی سے بچاتے ہیں۔

## پیغمبر کی دعوت اور شیطان کی دعوت ایک دوسرے کی ضد ہیں

ترجمہ: ''اس کتاب کو شیاطین لے کر نہیں اترے ہیں نہ یہ کلام ان کو سجتا ہے اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں وہ تو اس کی سماعت سے بھی دور رکھے گئے ہیں''۔ (الشعرا:۲۱۲۔۲۱۱)

مشرکان مکہ حضور ﷺ کی دعوت اور تعلیمات کو سن کر یہ الزام لگاتے تھے کہ حضور ﷺ کے پاس شیاطین اور جنات آتے اور یہ سب باتیں سکھاتے ہیں، حالانکہ پیغمبروں کی دعوت اور شیطان کی دعوت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، کوئی مناسبت اور برابری ہی نہیں۔

شیطان انسانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے اور وہ اولادِ آدم کو اللہ تعالیٰ سے دور کر کے شرک و کفر کی بداعمالیاں اور اخلاق رذیلہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تاکہ اولادِ آدم جہنم میں چلی جائے، پیغمبر انسانوں کے خیر خواہ اور دوست ہوتے ہیں، وہ انسانوں کو خدا کا صحیح تعارف کروا کر شرک اور کفر سے بچاتے اور توحید خالص کی تعلیم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبدیت و غلامی سکھا کر اعمال صالح سے آراستہ کرتے اور جنت والے راستے پر چلاتے ہیں، شیطان کبھی نہیں چاہتا کہ انسان خالص توحید کو اختیار کرے۔

شیطان بھلا یہ کیوں چاہے گا کہ وہ انسانوں کو بُرائی سے روک کر اچھائی کی تعلیم دے، انسانوں کو شرک، بت پرستی دہریت والحاد سے ہٹا کر خدا پرستی اور خالص توحید کی تعلیم دی جائے



اور خدا کے پاس جواب دہی کا احساس دلا کر اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کیا جائے اور انسانوں میں سے باپ دادا کی جاہلانہ رسموں اور طریقوں کو مٹایا جائے اور پاکیزہ صاف ستھری زندگی سکھائی جائے، اللہ سے ناواقف اور غافل انسانوں کو اللہ کے قریب لایا جائے یہ دعوت اور تعلیم تو پیغمبر کی ہوتی ہے، آخر شیطان یہ کیوں چاہے گا؟ پھر انسان پیغمبر پر یہ الزام کیسے لگا سکتا ہے کہ پیغمبر کے پاس شیاطین و جن آکر یہ تعلیم دیتے ہیں، یہ تو عقل کے خلاف بات ہے، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انسان مرتے دم تک خدا کا انکار کرے، نافرمان رہے، اس لئے شیطان کبھی کسی شکل میں پیغمبر کو دھوکا دے ہی نہیں سکتا۔

## پیغمبر کے بغیر انسان بنیادی ضرورتیں تک پوری نہیں کرسکتا

پیغمبر کی ضرورت انسان کی ایک ایسی اہم ضرورت ہے جس کا کوئی سمجھ دار انسان انکار نہیں کرسکتا، انسان کی زندگی پیغمبر کی رہبری کے بغیر صحیح راستے پر چل ہی نہیں سکتی، اور نہ وہ اپنی بنیادی ضرورتیں پیغمبر کی رہبری کے بغیر صحیح طریقے سے پوری کرسکتا ہے، جس طرح وہ ہوا، پانی اور غذا کا محتاج ہے اسی طرح پیغمبر کی رہنمائی و رہبری کا محتاج ہی محتاج ہے، پیغمبر کی رہبری نہ ہو تو وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اور شیطان کے اشاروں پر ناچتا اور ناپاک زندگی گذارتا ہے۔

**(۱) انسان کو زندگی گذارنے کے لئے سب سے پہلے اپنے مالک کا تعارف اور پہچان چاہیئے، جو سوائے پیغمبر کے کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔**

**(۲) انسان کو اپنے مالک کی اطاعت و بندگی کرنے کا صحیح طریقہ چاہیئے وہ سوائے پیغمبر کے کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔**

**(۳) انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کا قاعدہ اور قانون چاہیئے وہ سوائے پیغمبر کے کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔**

(۱) دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہونے کی وجہ سے انسان کی سب سے پہلی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کو بغیر دیکھے پہچانے اور ایمان لائے اس کے بغیر وہ ایمان والا نہیں بن سکتا اور اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان اور تعارف سوائے اللہ کے رسول اور پیغمبر کے

علاوہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، اگر انسان پیغمبر کی رہبری حاصل نہ کرے تو وہ یا تو اللہ تعالیٰ ہی کا انکار کر دیتا اور کافر دہریہ بن جاتا ہے یا پھر مشرک بن کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مٹی، لکڑی اور پتھر کے بت اپنے ہاتھوں سے بنا کر ان کے سامنے جھکتا اور ان کی پرشتش کرتا ہے، اور خدا کی پہچان صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قتل خون غارت گری زنا لوٹ مار ناانصافی تعصب کے ذریعہ دنیا میں فساد برپا کرتا ہے۔

خدا کی پہچان تو بہت بڑی چیز ہے، اگر پیغمبر کی رہنمائی اور رہبری نہ ملے تو انسان دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے کے باوجود اسکا انکار کر کے یا اس کے ساتھ شرک کر کے جنگلی اور وحشی انسانوں کی طرح ناپاک اور گندی زندگی گذارتا ہے اور ایسے انسانوں کی زندگی جنگل کی زندگی سے کچھ کم نہیں ہوتی، انسان کی ظاہری بنیادی ضرورتوں میں سب سے پہلی بنیادی ضرورت طہارت، پاکی اور بول براز کے طریقے ہیں، انسانوں کی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ انسان دنیوی اعتبار سے پڑھا لکھا ہونے کے باوجود پیغمبر سے دوری کی وجہ سے طہارت، پاکی اور بول براز سے واقف اور محفوظ نہیں رہتا، بغیر ختنہ کے رہتا، پیشاب کر کے طہارت لیئے بغیر جسم کو اور کپڑوں کو پیشاب لگائے پھرتا، اور بول براز میں شرم وحیا کا خیال نہیں رکھتا، کہیں تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر فارغ ہوتے ہیں، انہیں قطعی یہ نہیں معلوم رہتا کہ کہاں بول براز کرنا ہے اور کہاں نہیں کرنا ہے؟

اسی طرح غذائیں انسان کی بنیادی ضرورت ہیں جب وہ پیغمبر کی رہنمائی اور رہبری سے دور رہتا ہے تو حرام وحلال کا تصور سے دور رہ کر ہر پاک وناپاک، جائز وناجائز چیزیں کھاتا پیتا ہے، چنانچہ دنیا کی کثیر آبادی پڑھے لکھے ہونے کے باوجود شراب، گانجہ اور دوسرا نشہ کرنے کے عادی ہیں، اور اکثر انسان مردار جانور، خون، چوہا، سانپ، سور، مینڈک، بلی، کتا، بندر، مرے ہوئے انسان کا گوشت وغیرہ سب کچھ کھا پی لیتے ہیں، اور جانوروں کو تکلیف دے کر مارتے اور ان کے ساتھ کھیل تماشے کر کے اذیت پہنچاتے ہیں، شادی بیاہ بھی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے، چنانچہ محرم ونامحرم کا تصور رکھے بغیر خالہ، دوسگی بہنوں، بھانجی، بھتیجی، زمانہ جاہلیت میں تو سوتیلی ماں سے اور عورتوں کو بار بار طلاق دے کر بغیر نکاح



کے ساتھ رکھتے اور بعض ممالک میں مرد مرد کے ساتھ عورت عورت کے ساتھ سرکاری طور پر شادی کر کے میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں اور حالت حیض ونفاس اور پچھلے حصے سے صحبت کرتے ہیں، اور حیوانی طریقوں سے جانوروں کی طرح نفسانی خواہشات پوری کرتے ہیں، اسی طرح لباس انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم ہر ایک کی فطرت میں شرم وحیا کا مادہ ودیعت کر کے رکھا ہے اور اسی فطرت کی وجہ سے وہ اپنے جسم کے مختلف حصوں کو چھپانا چاہتا ہے، ان کو کھلا اور برہنہ رکھ کر بے حیاء بے شرم بننا نہیں چاہتا اور بے حیائی وبے شرمی کو پسند نہیں کرتا، چنانچہ اسی شرم وحیا کی حفاظت کے لئے لباس انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی رحمت اور نعمت ہے تا کہ انسان کے جسم کے قابل شرم حصوں کی حفاظت ہو اور موسمی اثرات سے جسم کو بچایا جائے اور جسم کو زینت دی جائے، انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے صنفی اعضاء کو ہمیشہ چھپانا چاہتا ہے، انسانی فطرت میں اعضائے صنفی کو چھپانے کا زبردست داعیہ موجود ہے، قرآن بھی اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ جب انسان پیغمبر کی رہنمائی وہدایت کو نہیں مانتا تو اپنی فطرت کے ابتدائی مطالبات تک کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ پورا کر سکتا ہے اور رسول کی دعوت سے منہ موڑنے سے شیطان کے حوالے ہو جاتا ہے، شیطان انسان کا استاد بن کر انسان کو اپنی فطرت پر بھی چلنے نہیں دیتا اور فطرت کے خلاف چلاتا ہے اور شیطان انسان کو اپنی اس بنیادی ضرورت کو بھی سمجھنے کے قابل نہیں رہنے دیتا، انسانوں کی ایک کثیر تعداد جسم کی حفاظت کے لیے تو لباس استعمال کرتی ہے مگر جسم کے قابل شرم حصوں کی پردہ پوشی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی، مشرکانِ مکہ بھی دوسروں کے سامنے اپنی ستروں کے کھول دینے، برہنہ منظر عام پر نہالینے، راہ چلتے چلتے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے قضائے حاجت کے لئے بیٹھ جانے اور کپڑا اکھل جانے پر ستر کے ظاہر ہونے کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور ان کی یہ رات دن کی عام عادات میں سے تھا، یہاں تک کہ عبادت کے نام پر برہنہ طواف مرد دن کے اوقات میں اور عورتیں رات کے اوقات میں کرتی تھیں، یہ صرف عربوں ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ ہر زمانے میں جب بھی انسان پیغمبر کی دعوت سے منہ موڑے شیطان کے حوالے ہو گئے، اور شیطان ان کا رہبر ہو گیا اور ان کو

برہنہ کر کے بے حیا و بے شرم کر دیا تو ایسا ہی ہو گیا، چنانچہ موجودہ زمانے میں بھی انسانوں کی ایک بڑی تعداد لباس استعمال کر کے بھی ننگی رہتی ہے، بعض لوگ ہپی بن کر ننگے رہتے، چرس اور گانجہ پیتے اور بند کلبوں میں کئی کئی مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے جانوروں کی طرح برہنہ زندگی گذارتے ہیں، یا پھر کپڑا اتنا کم استعمال کرتے ہیں کہ برائے نام جسم ڈھانپا جاتا ہے یا پھر کمر سے گھٹنوں تک اور سینہ ڈھانپ کر باقی پورا جسم کھلا رکھ کر جسم کی نمائش کی جاتی ہے یا ایسا لباس پہنا جاتا ہے جس سے جسم کے ابھار کی کھلے عام نمائش کی جا سکے، یا مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا لباس پہن کر بے حیائی و بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے والا فیشن کا لباس پہنتے ہیں، انسانی بیوقوفی کا یہ عالم ہے کہ سرد علاقوں میں جسم کو گرم رکھنے کے لئے شراب پی جاتی ہے مگر عورتوں کو خاص طور پر نیم برہنہ لباس فیشن کے طور پر پہنایا جاتا ہے، تنگ لپٹا ہوا تکلیف دہ لباس پہن کر بے حیائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اور کھیل کود اور پوسٹروں میں مردوں کو پورا اور عورتوں کو کم سے کم لباس میں دکھایا جاتا ہے، غرض شیطان نے انسان کو اس کی فطرت سے ہٹا کر ایسی بے حیائی میں مبتلا کر دیا جسکا انسان کو احساس ہی نہیں۔

اسی طرح پیغمبر کی دوری کی وجہ سے کمانے اور خرچ کرنے کے طریقوں ہی سے واقف نہیں رہتے، ناپاک کماتے ناپاک طریقوں سے خرچہ کرتے، ناپاک رہتے ناپاک کھاتے پیتے ناپاک گفتگو و حرکات کرتے، ایسے معاشرے میں لڑکیاں شادی سے پہلے ہی حاملہ بننے کو بُرا نہیں سمجھتیں اور میاں بیوی علیحدہ علحدہ گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ رکھنے کو بُرا نہیں سمجھتے، ذرا غور کیجئے کہ انسان کو شیطان نے اس کی بنیادی اور فطری ضرورتوں میں کتنا گمراہ اور بیوقوف بناتا ہے اور عزت دار زندگی کے بجائے ذلت کی گندی اور ناپاک زندگی کے قابل بنا دیتا ہے جب انسان پیغمبر کی تعلیمات سے دور ہو کر زندگی گذارتا ہے تو اس کی عقل صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی اور انسان کو حرام و حلال، جائز و ناجائز، پاک و ناپاک نہیں بتلا سکتی یہ تمام باتیں وحی الٰہی کے ذریعہ پیغمبر کے توسط سے معلوم ہوتی ہیں، ان باتوں سے ثابت ہوا کہ جب انسان پیغمبر سے دور ہوتا ہے تو اپنی فطرت کی ابتدائی اور بنیادی ضرورتوں کو تک صحیح طریقے سے نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ پورا کر سکتا ہے۔



# چونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اس لئے بھی پیغمبر کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنا کر یہاں سب سے پہلا اور سب سے بڑا امتحان یہ رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر غیب پر ایمان لائے، اس امتحان گاہ میں اللہ تعالیٰ بذاتِ خود کسی کو اس کے سَر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا، اور انسان کو اسباب کے درمیان رہتے ہوئے اسباب سے اپنی ضرورتوں کو پورا ہوتا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ کو پہچاننا اور ماننا ہے، اور پھر اُسی کی محبت میں اُسی کی فرمانبرداری و اطاعت کرنا ہے، اپنے مالک کو دیکھے بغیر مالک کے پاس جواب دینے کا احساس رکھ کر مالک کی مرضیات پر زندگی گذارنا ہے، پہچاننے میں اگر غلطی ہو جائے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکام ہو جاتا ہے۔

اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے فرض کیجئے کہ اندھیری رات میں ایک مقام پر سو آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں، ان کو حالت بیہوشی میں ایک بڑے محل میں منتقل کر دیا گیا، صبح جب ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک بڑے محل میں منتقل کر دیئے گئے ہیں، گھوم پھر کر باہر نکلنے کا راستہ تلاش کیا تو باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آیا، محل میں ہر طرف باغ ہی باغ، خوبصورت چمن، رنگین پرندے، مختلف جانور نظر آئے سواری کے لئے مختلف سواریاں تھیں ہر قسم کے میوے، پھولوں کے درخت اور پودے نظر آئے، انتہائی شاندار سجے سجائے کمرے اور آرام دہ فرنیچر اور دوسرا سامان تھا، کچھ کمروں میں اناج کا ذخیرہ اور پکوان کا سامان تھا، پورے محل کو چھان مارنے کے باوجود ان کو باہر نکلنے کا راستہ ہی نہ ملا اور نہ کوئی رہبر ملا، تھک تھکا کر سو گئے اور سونے کی حالت میں ۲۵/ آدمی ان میں سے غائب ہو گئے صبح دیکھا تو معلوم ہوا کہ ۲۵/ آدمی کم ہو گئے ہیں سوچنے لگے کہ نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں پھر یہ ۲۵/ آدمی یکا یک کہاں غائب ہو گئے؟ اب ان کے ذہنوں میں فطرتاً کچھ سوالات پیدا ہونے لگے کہ یہ محل اور اس کی تمام چیزوں کا مالک کون ہے اور وہ کیسا ہے؟ اس کا ایک مالک ہے یا کئی مالک ہیں؟۔ یہ تمام چیزیں کیوں اور کس کے لیے بنائی گئی ہیں؟ اور ان کو استعمال کس طرح کیا جائے؟ کونسی

چیزیں استعمال کی جائیں اور کونسی چیزیں استعمال نہ کی جائیں، ہم محل میں کہاں سے آئے؟ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور پھر ہم محل میں سے کہاں جائیں گے، کیا ہماری زندگی سب کچھ یہی ہے؟ یا اس کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ محل میں رہنے کا قاعدہ اور قانون کیا ہے؟ ہم میں کے ۲۵ ر لوگ کہاں غائب ہو گئے؟

اب ایسی صورت میں ان کے پاس علم حاصل کرنے کے صرف تین ہی راستے ہیں:

**۱۔ یا تو وہ اپنے حواس اور عقل پر زور ڈال کر علم حاصل کریں، جو ان کے لیے ناممکن ہے**

**۲۔ یا پھر محل کا مالک بذاتِ خود سامنے آ کر یا اپنے پاس بلا کر ان کو علم دے۔**

**۳۔ یا پھر مالک کا کوئی نمائندہ آ کر وہ ان تمام سوالات کے جوابات دے۔**

بالکل اسی طرح انسان ماں کے پیٹ کے اندھیروں سے اس دنیا میں بھیجا گیا اب دنیا میں شعور کے آتے ہی اس کے ذہن میں بھی مالک کے نظر نہ آنے پر اسی قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں جو محل والوں کے ذہن میں جنم لیئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس امتحان گاہ میں بہت ساری چیزوں کو حرام و حلال، پاک و ناپاک، جائز و ناجائز قرار دیا ہے اور انسان کو آزادی و اختیار بھی عطا فرمایا کہ وہ چاہیں تو سیدھے راستے پر چلیں چاہے تو غلط راستے پر چلیں، اب ایسی صورت میں انسان کو صحیح راستے کی تعلیم ملنا اور اللہ کی مرضیات سے واقف ہونا ضروری ہے، اس لئے ہدایت و رہنمائی کا انتظام ہونا ضروری ہے۔

پہلی صورت میں تو انسان عقل و حواس سے دنیا کو اور دنیا کی چیزوں کو نظر آنے کی ہی حد تک جان سکے گا، عقل و حواس سے نہ مالک کی پہچان حاصل کر سکتا ہے اور نہ دنیا کی چیزوں کے استعمال کو جان سکتا ہے اور نہ صحیح رہبری حاصل کر سکتا ہے اور نہ ان تمام سوالات کے جوابات معلوم کر سکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر خدا بذات خود نظر آتا یا اپنے پاس بلا کر انسانوں کو ان تمام سوالات کے جوابات بتلاتا تو پھر انسانوں کا امتحان ہی نہیں لیا جا سکتا تھا اور کوئی بھی خدا کا انکار نہیں کرتا، سب خدا ہی کی بندگی کرتے۔

چونکہ دنیا امتحان کی جگہ رکھی گئی اور انسان کو اختیار و آزادی دی گئی، تو ایسی صورت میں



تیری شکل ہی موزوں تھی کہ مالک کائنات اپنے خاص نمائندہ کو بھیج کر انسانوں کو ان تمام سوالات کا علم دے، اور اپنی مرضیات و نامرضیات سے واقف کرائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیسری صورت اختیار کی اور پیغمبر کو بھیج کر انسانوں کی رہبری کی، اب امتحان اس بات کا ہے کہ آیا وہ پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق اپنے مالک کو دیکھے بغیر پہچان کر مانتا ہے یا نہیں اور پیغمبر کے کہنے کے مطابق اپنے مالک کی مرضیات پر چلتا ہے یا نہیں۔

## کائنات میں حقیقی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لئے اللہ کی طرف سے پیغمبر کا ہونا ضروری ہے

کائنات کے ذرہ ذرہ پر حقیقی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اُس نے کائنات میں زمین کے ایک حصے کو انسانوں کے حوالے کر کے زمین پر اختیار و آزادی دی ہے تا کہ انسان زمین پر اللہ کا نمائندہ بن کر اللہ کے احکام و قانون نافذ کرے، جس طرح دنیا کی حکومتوں میں حکومت مختلف علاقوں میں اپنا ایک حاکم، گورنر اور وائسرائے مقرر کرتی ہے اور عوام کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ واسرائے کو حکومت کا نمائندہ مانے اور واسرائے کے ذریعہ حکومت کے احکام جانے مانے اور ان کی اطاعت کریں، اگر کوئی شخص وائسرائے کا انکار کرتا ہے یا واسرائے کی نافرمانی کرتا ہے تو گویا وہ حکومت کا انکار کر رہا ہے اور اگر واسرائے کو مان رہا ہے اور واسرائے کی اطاعت کر رہا ہے تو حکومت کو مان رہا ہے اور حکومت کی اطاعت کر رہا ہے، دنیا میں جتنے بھی حکومت کے نمائندے ہوتے ہیں وہ حکومت کے معتمد، حکومت کے منتخب کنندہ اور بھیجے ہوئے ہوتے ہیں، کہ ہر حکم کے خود بھی پابند ہوتے ہیں اور عوام کو بھی حکومت کے احکام کی پابندی کرنے کی تاکید و تلقین کرتے ہیں، وہ حکومت سے احکام لے کر عوام تک پہنچاتے ہیں (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)۔ وائسرائے گورنر حاکم میں پیغمبروں میں کوئی تقابل اور برابری نہیں، گورنر اور حاکم اور وائسرائے کی پیغمبر کے مقابلے کوئی حقیقت ہی نہیں، صرف

عقل سے قریب لانے کے لئے مثال دی گئی ہے، پیغمبری بہت بڑی چیز ہے اور بہت زیادہ ادب واحترام کی ہستی ہوتی ہے۔

بالکل اسی طرح کائنات میں حقیقی بادشاہت اور حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر انسان کو آزادی واختیار دے کر زمین اور اس کی مختلف چیزوں کو انسان کے تابع کیا ہے، اس لئے اس نے دنیا کے علاقوں میں اپنے پیغمبروں کو منتخب کر کے نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اور آخری میں محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے، پیغمبر اللہ کی طرف سے انسانوں پر بلند مرتبہ مقرر کر کے رکھے جاتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ احکام وقانون وصول کرتے اور خود بھی ان احکام وقانون کی پابندی کرتے اور انسانوں کو بھی کرنے کی دعوت وتعلیم دیتے ہیں اور اللہ کے احکام کو کھول کھول کر بیان کرتے اور واقف کرواتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے گورنر اور وائسرائے کے بغیر حکومت کی فرمانبرداری نہیں کی جاسکتی اور نہ حکومت کو مانا جاسکتا ہے اور نہ حکومت کے قاعدے اور قانون سے واقف ہوسکتے اور نہ ان پر چلا جاسکتا ہے بالکل اُسی طرح دنیا کی اس زندگی میں انسان پیغمبر کے بغیر خدا کو نہ پہچان سکتا ہے اور نہ خدا کے احکام وقانون کو جان سکتا اور نہ عمل کرسکتا ہے۔

انسان اگر پیغمبر کو مان لیں اور پیغمبر کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذاریں تو اللہ کو ماننا اور اللہ کی فرمانبرداری میں زندگی گذارنا ہے، اور اگر پیغمبر کو نہ مانے یا پیغمبر کا انکار کرے اور پیغمبر کی نافرمانی کرے تو یہ اللہ کو نہ ماننا اور اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔

## انسانوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر کا آنا ضروری تھا

انسانوں کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ جب بھی انسانی زندگی پیغمبر سے دور ہوئی یا پیغمبر کے رخصت ہوتے ہی انسانوں میں غلط عقائد مشرکانہ خیالات ونظریات اور اعمال رذیلہ پیدا ہوگئے اور انھوں نے وحی الٰہی کی شکل ہی بدل دی، چنانچہ انسانوں کے اندر پیدا ہوئے شرک، کفر اور الحاد اور دھریت کو مٹانے اور اعمال رذیلہ سے بچانے اور صحیح تعلیمات سے آگاہ کرنے



کے لئے، پیغمبروں کو بھیجنا ضروری تھا، اس لئے ہر زمانے میں انسانوں کی جہالت وگمراہی کو دور کرنے کے لیے پیغمبر اور رسول آئے انہوں نے لوگوں کو خدا کی کتاب اور اس کے احکام کی صحیح صورت پیش کر کے باطل اور گمراہ چیزوں سے پاک کیا اور خالص توحید کی تعلیم دی، جن سے یہود ونصاریٰ اور دوسری قوموں نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں کو تبدیل کردیا تھا، ہر زمانے میں پیغمبر آکر انسانوں کو انکا کھویا ہوا دین سمجھایا اور اصل دین کو ماننے کی اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔

جب تک نبی کی تعلیم زندہ رہی نئے نبی کو نہیں بھیجا گیا جب نبی کی تعلیمات میں تحریف ہوگئی تو نئے نبی کے ذریعہ سدھار کی گئی، محمد رسول اللہ پر نبوت ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود وحی الٰہی کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے اس لئے اب قیامت تک وحی الٰہی محفوظ ہے اور نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

## ربوبیت کے تقاضے کے تحت رسالت کا ہونا ضروری ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o

ترجمہ: ''ساری تعریف اور شکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے''۔

اللہ تعالیٰ رب کائنات ہے اور رب اُسی ذات کو کہتے ہیں جو ہر مخلوق کی ہر ضرورت کو پورا کرے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جسم اور روح دو چیزیں عطا فرمائیں جسم کی پرورش کا انتظام زمین سے نکلنے والی غذاؤں سے کیا اور روح کی پرورش کا انتظام آسمان سے اترنے والی وحی سے کیا، جس طرح غذا، پانی، ہوا استعمال نہ کرنے سے جسم مردہ اور کمزور ہوجاتا ہے اُسی طرح روح وحی الٰہی سے فیض یاب نہ ہو تو بیمار، کمزور اور مردہ ہوجاتی ہے اور انسان زندہ رہتے ہوئے چلتی پھرتی لاش کی مانند بن جاتا ہے۔

آسمانی علم وحی ہر عام انسان پر نازل نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے خاص منتخب بندوں پر نازل ہوتی ہے، اللہ کے یہ خاص بندے اللہ اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں جن کو

پیغمبر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں اور مرضیات کو جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا ایک نمائندہ ہونا ضروری تھا، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے اس کے نمائندہ سے اللہ کی مرضیات اور احکام معلوم کر کے اس کے حکموں پر زندگی گذار سکے، اگر پیغمبر کا انتظام نہ ہوتا تو انسان کو خدا کے احکام کا معلوم کرنا اور ان پر عمل کرنا بہت دشوار اور مشکل ہو جاتا، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت کے تقاضے کے تحت انسانوں ہی میں سے اپنا نمائندہ منتخب کر کے اس کو پیغمبر بنا کر بھیجتا ہے، پیغمبر جب وحی کو انسانوں میں پیش کرتے ہیں تو جن کے دل نرم اور زرخیز ہوتے ہیں ان کی روح کو وحی الٰہی سے غذا ملتی ہے، اور روح زندہ اور طاقتور ہو جاتی ہے، اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو انکار کر کے وحی کو نہیں مانتا یا وحی کے مطابق زندگی نہیں گذارتا اور صرف وہ زمین سے نکلنے والی غذاؤں سے جسم کو پالتا ہے تو وہ روح کو بیمار اور مردہ بنا رہا ہے ایسے انسانوں کا جسم زندہ اور روح مردہ بنتی چلی جاتی ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ ایک گھوڑے پر مہمان سوار ہے اور میزبان صرف گھوڑے کو ہی غذا ڈال رہا ہے اور مہمان کو بھوکا چھوڑ دیا ہے، میزبان کو فکر صرف گھوڑے کی ہے مگر گھوڑے پر سوار مہمان کی فکر نہیں، تو بس اسی طرح یوں سمجھئے کہ جسم پر روح سوار ہے اور انسان فکر صرف جسم کی کر رہا ہے، جسم جب بھوکا ہو جاتا ہے تو فوراً اس کو غذا کھلاتا ہے، جسم جب بیمار ہو جاتا ہے تو دوا اور سردی گرمی اور برسات سے بچاتا ہے، جسم جب کمزور پڑ جاتا ہے تو ورزش کر کے طاقت کی چیزیں کھلاتا ہے، مگر روح کی کوئی فکر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم دونوں کی پرورش کے لئے الگ الگ انتظامات کئے ہیں، مگر پھر بھی لاکھوں انسان چلتی پھرتی لاش بنے رہتے ہیں اور روح کو روحانی غذا نہیں کھلاتے، اللہ کی عبادت، اللہ کی اطاعت، اللہ کے ذکر، وحی الٰہی کی تلاوت اور حضور اکرم ﷺ کی اتباع سے روح کو غذا ملتی ہے، زمین جب مردہ ہو جاتی ہے تو بارش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح انسانیت ایمان و ہدایت اور سیدھی راہ سے محروم ہو جاتی ہے تو اللہ کی بارانِ رحمت وحی الٰہی کی شکل میں آسمان سے پیغمبر پر نازل ہوتی اور مردہ انسانوں میں جان پیدا کرتی ہے۔



## زندگی کے ہر شعبے میں استاذ اور معلم کا ہونا ضروری ہے

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ترجمہ: ''(رسول) ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ (آل عمران:۱۶۴)

اللہ تعالیٰ دنیا کا کچھ اس طرح انتظام رکھا ہے کہ دنیا کا کوئی علم اور ہنر بغیر کسی استاد اور معلم کے نہ سیکھا جاتا ہے اور نہ سمجھا جاتا ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ اخلاقی اور روحانی ہدایت و رہنمائی کا علم جو انسانوں کے حواس، عقل سے بھی آگے کا ہے وہ کیسے صرف کتاب پڑھ کر سمجھا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر علم کے سیکھنے اور سمجھنے کے لیے علم کے ساتھ ساتھ اس کے ماہرین کا بھی سلسلہ رکھا ہے، اسی لیے وحی الٰہی والے علم کو سکھانے اور سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کی تعلیم دینے کے لئے پیغمبر یعنی معلم کتاب کو بھیجتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ شہنشاہِ کائنات ہے یہ بات اس کے شایانِ شان نہیں کہ وہ خود فرداً فرداً ہر انسان کے پاس جا کر وحی کی تعلیم کو سمجھائے یا انسان کو اپنے پاس بلا کر وحی کی تعلیم دے، دنیا کے معمولی معمولی چھوٹے چھوٹے حکمراں اور بادشاہ بھی کسی کو واسطہ بنا کر اپنی باتوں اور حکموں کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور لوگ اُن نمائندوں کے ذریعہ سرکاری فرمان کو سمجھتے اور ذہن میں بٹھاتے ہیں۔

انسان کی بھی یہ عادت ہے کہ جب وہ کوئی کمپنی کے ذریعہ مشین بنا کر دوسرے ملک یا عوام میں بھیجتی ہے تو مشین کے ساتھ ساتھ مشین کا کیاٹ لاگ (Cat log) اور ایک انجینئر کو بھی بھیجا جاتا ہے تاکہ لوگ اس کیاٹ لاگ کے مطابق مشین کو استعمال کریں، انجینئر کمپنی کا تربیت یافتہ ہوتا ہے، مشین کے ساتھ آتا اور کیاٹ لاگ کے مطابق مشین کو استعمال کرنے کا طریقہ سکھلا کر واپس چلا جاتا ہے، بالکل اُسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسانی مشین بنائی تو وحی الٰہی کو انسان کی کیاٹ لاگ Cat log بنایا اور انسانی مشین کے انجینئر کو پیغمبر کی شکل میں کتاب کے ساتھ بھیجا، (مثال رہبری کے لیے ہے برابری کے لئے نہیں) پیغمبر انسانوں کو کتاب کے مطابق تعلیم دے کر انسانی زندگی گذارنے کا طریقہ سمجھا کر چلے جاتے

ہیں،اس لئے وحی الٰہی کا علم سمجھنے کے لئے انسان کو معلم اور استاد کی ضرورت ہے۔

پیغمبر کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ صرف خدا کا پیغام ہی پہنچائے بلکہ وہ انسانوں کو حکمت اور دانائی کے ساتھ تعلیم دے کر اللہ کے حکم کا منشا اور مقصد سمجھائے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائے اور انسانوں کی تربیت کرے، انسانوں کے ذہنوں کی الجھنوں کو دور کرے اور گتھیاں سلجھائے۔ بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ قرآن پاک کی چلتی پھرتی مثال تھے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر آپ کلام الٰہی پر چل کر بتلائے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جو پیغمبر بھی دنیا میں آئے اور انسانوں کو جو فکر، عقیدہ، عمل کی تعلیم دی وہ خود اس پر مکمل طور پر نہیں چل سکے اور جس جس بات کی انہوں نے انسانوں کو تعلیم دی ان کے گذر جانے کے بعد انسان اس کو سمجھ نہ سکا بلکہ حضور نے جس طرح تعلیم دی آج تک بڑے بڑے عالم اسی کی روشنی میں درس دیتے اور لوگوں کی تربیت کرتے ہیں پیغمبر کی تشریح میں لوگ وحی کو سمجھتے ہیں۔

کتاب اللہ کو نبی کی تعلیمات ہی کی روشنی میں سمجھنا ایمان بالرسالت کا اہم تقاضا ہے اگر کوئی کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے نبی کی تعلیمات کو ضروری نہیں سمجھے گا تو اس کا ایمان صحیح نہ ہوگا، کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر اللہ تعالیٰ کے منشا اور مقصد کے تحت پیغمبر کرتے ہیں اور خود عمل کر کے لوگوں کو کتاب اللہ پر چلنا آسان بنا دیتے ہیں اگر کوئی شخص کہے کہ میرے لیے صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے پیغمبر کے ارشادات کی ضرورت نہیں تو اس کے صاف معنی ہیں کہ اس نے ایمان کے تقاضوں کو سمجھا ہی نہیں اس کا ایمان صحیح نہیں، وہ بالکل جانتا ہی نہیں کہ نبوت کسے کہتے ہیں؟

## کتاب اللہ اور معلم دونوں لازم ملزوم ہیں

**هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَالٍ مُّبِينٍ.** (جمعہ:۲)

ترجمہ: ’’وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے‘‘۔



انسانوں کی ہدایت کے لئے کتاب اور معلم دونوں ضروری ہیں دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر زمانے میں ان دونوں ذرائع سے ہی انسانوں کو ہدایت و رہنمائی ملی، ایک وحی الٰہی دوسرے پیغمبر، ان دونوں سے ہٹ کر یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر انسان ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کیا تو وہ اپنی زندگی میں ناکام ہوگیا، انسان ہر زمانے میں اور قیامت تک ان دونوں ذرائع کا محتاج تھا اور محتاج رہے گا، چنانچہ انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ جب بھی انسانوں نے صرف کتاب کو لیا اور پیغمبر سے فائدہ نہ اٹھایا تب بھی گمراہ ہوئے اور صرف پیغمبر کو لیا، کتاب کو نظر انداز کیا تب بھی گمراہ ہوئے، چنانچہ عیسائی قوم نے صرف کتاب کو پکڑا ہے اور پیغمبر کو خدا کا مقام دے کر ان کی زندگی اور ارشادات کو محفوظ نہیں رکھا جس کی وجہ سے وہ کتاب الٰہی میں من مانی تبدیلیاں کر ڈالے، اور کتاب الٰہی کی روح کو بھی ختم کر ڈالا، ان کی زندگی اور پیغمبر کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ہنود کتاب کا دعویٰ کرتے اور تحریف شدہ اور انسانی خیالات سے تیار کردہ کتاب کو لے کر اس کتاب پر عمل ہی نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کے پاس عبادت و بندگی کا ماڈل اور نمونہ ہی نہیں، صرف چند اشلوک پڑھ کر یا منتر پڑھ کر ہی عبادت کا تصور لے لیتے ہیں، ان کی عملی زندگی میں ہر سو دو سو قدم پر انسانوں کے طریقہ زندگی اور رسم و رواج اور عبادات الگ الگ ہیں۔

پوری دنیا میں اسلام اور اسکو ماننے والی قوم مسلمان ہی ایک ایسی امت اور مذہب ہے جو کتاب کے ساتھ پیغمبر کو اور پیغمبر کے ساتھ کتاب کو لازم و ملزوم مانتی اور زندگی کے ہر قدم پر دونوں ہی سے رہنمائی لیتی ہے، یہی ایک واحد مذہب ہے جس نے کتاب پر عمل، پیغمبر کی اتباع اور طریقے کے مطابق کرنے کو لازمی اور ضروری کیا ہے اور پیغمبر کو ماڈل اور نمونہ تقلید بنا کر اللہ کی وحی پر عمل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام میں مسلمانوں کا کوئی عمل نہ کتاب کو ہٹا کر صرف پیغمبر کی نسبت سے اور پیغمبر کو ہٹا کر صرف کتاب کی نسبت سے کیا جاتا ہے، اسلام نے صاف صاف یہ تعلیم دی کہ ہر وہ عمل مردود اور نامقبول ہے جو پیغمبر کی اتباع اور طریقہ سے ہٹ کر کیا جائے، کتاب اللہ کا ہر حکم پیغمبر کے طریقے کے مطابق کیا جائے وہی اللہ کے پاس قابل قبول ہے۔

## رسالت کے عقیدے پر بننے والا معاشرہ ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوتا ہے

رسالت کے عقیدے پر جو معاشرہ تیار ہوتا ہے اور جو تمدن وجود میں آتا ہے اور جو تہذیب قائم ہوتی ہے وہ قومی، ملکی، نسلی، رنگ ونسل و پیشے، زبان، اونچ نیچ جات پات وغیرہ کی تنگیوں سے پاک ہوتی ہے، کالے گورے، چھوٹے بڑے امیر غریب وطنی وغیر وطنی سے پاک ہوتی ہے، ایسا معاشرہ کفر اور شرک کے جاہلی معاشرے سے بالکل مختلف ہوتا ہے، عقیدہ اور فکر کے اعتبار سے بھی اور اعمال کے اعتبار سے بھی، یہ معاشرہ مادیات کی بندگی نہیں کرتا، اور نہ اس پر وطنی اور طبقاتی جنون ہوتا ہے بلکہ وحدہٗ لاشریک کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور وحدہٗ لاشریک سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے، اس میں اخوت، بھائی چارگی، ایثار وقربانی اور مساوات انسانی کی بے نظیر مثالیں ہوتی ہیں، جن کو دیکھ کر دوسری قومیں ترستی ہیں۔

اس کے برعکس جو معاشرہ رسالت کے عقیدہ کا انکار کرتا ہے یا رسالت سے فیض یاب نہیں ہوتا، وہ قومی، ملکی، نسلی انداز پر ہوتا ہے، ان میں رنگ ونسل، پیشے اور زبانوں کا تعصب اور تنگیاں ہوتی ہیں، کالے گورے، اونچ نیچ، چھوٹے بڑے امیر غریب وطنی غیر وطنی کے امتیازات سے بھرا ہوتا ہے ایسے معاشرے میں دلی سکون، عزت وشرافت، مساوات انسانی بھائی چارگی نہیں ہوتی اور انسان بے چین بے قرار سکون کی تلاش میں گھومتا پھرتا یا سکون حاصل کرنے اور وقت گذارنے کے لئے ناچ گانا، ٹی وی، کھیل کود، تماشے، سیر وتفریحات شراب نوشی میں لگا رہتا ہے، یہ معاشرہ عقیدہ اور فکر کے اعتبار سے بھی، اور عمل کے اعتبار سے بھی غلط، گمراہ اور گندہ ہوتا ہے۔

اس تشریح سے ثابت ہوا کہ زمین پر امن قائم کرنا ہو اور انسانوں کو سلامتی کی زندگی پر لانا ہو تو رسول پر ایمان لانے کی تعلیم دی جائے رسول پر ایمان ہی کی وجہ سے ملکی، قومی، نسلی یا خاندانی مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔



تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ہر زمانے میں جو قوم اور جو انسان بھی دین اسلام سے مشرف ہوا وہ کسی دور میں غلبہ پا کر غیر مسلموں کی طرح ظالم اور جابر نہ بنا، یہ محض ایمان بالرسالت اور دین اسلام کا فیض تھا اور ہے، کلمہ پڑھنے سے انسان کسی قوم، ملک اور قبیلے سے نہیں جڑتا بلکہ رب العٰلمین، رب السمٰوٰت، رب المشرقین والمغربین سے جڑتا ہے، ایسے انسانوں کا معاشرہ جاہلی معاشرے سے الگ ہوتا ہے۔

موجودہ زمانے میں اگر کسی مسلم معاشرہ میں رنگ ونسل قوم اور وطن امیر وغریب یا زبان کا تعصب اور پیشے کی تنگیاں عرب اور عجم، وطنی اور غیر وطنی کے امتیازات اور ملکی اور نسلی غلبہ نظر آتا ہے تو ایسے انسانوں کو محمد رسول اللہ کا اقرار شعور کے ساتھ کرنا ہوگا، یہ تمام بیماریاں محض محمد رسول اللہ کا شعوری انداز سے اقرار نہ کرنے کا نتیجہ ہیں، اور کلمہ طیبہ کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے گمراہی کا راستہ ہے۔

**اگر آپ اپنی اولاد کو آخرت میں کامیابی دلانا چاہتے ہوں تو اعمال سے پہلے ایمان سے آراستہ کیجئے، ایمان جڑ، بنیاد اور روح ہے اعمال پتے، ڈالیاں، پھل، پھول اسٹکچر اور ڈھانچہ ہیں جس طرح جڑ کے بغیر پتے ڈالیاں، پھل، پھول نہیں آتے اُسی طرح ایمان کے بغیر اعمال صالحہ پیدا نہیں ہوتے، جس طرح بنیاد اور Base کے بغیر کوئی ڈھانچہ اور اسٹکچر پختگی اور مضبوطی کے ساتھ ٹھہر نہیں سکتا اسی طرح ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ پر انسان زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتے، توحید اور شرک کا ملا جلا مربہ بن جاتے ہیں۔**

# انسان تین چیزوں کامحتاج ہےاوروہ تینوں چیزیں صحیح سوائے پیغمبر کے کہیں نہیں ملتیں

دنیا کی زندگی کامیاب طریقہ سے گذارنے کے لئے انسان تین چیزوں کامحتاج ہے اوروہ تینوں چیزیں سوائے پیغمبر کے کہیں نہیں ملتیں:

(۱) صحیح فکراورعقیدہ (۲) صحیح اخلاق (۳) فطری ضابطۂ حیات

ان تینوں کے بغیر وہ دنیا میں کامیاب زندگی نہیں گذارسکتا، اور یہ تینوں چیزیں انسان کی فطرت کے مطابق ہونا اور قیامت تک دنیا کی ہرقوم کواختیار کرنے کے قابل ہونا ضروری ہے، اگر یہ تینوں چیزیں انسانوں کو پیغمبر سے ہٹ کر عام انسانوں سے حاصل ہوں تو انسان گمراہی میں زندگی گذارتا ہے، مثلاً کسی عام انسان سے عقیدہ اور فکر لے لے اور کسی سے اخلاق اور روحانیت کی تعلیم لے لے اور کسی سے زندگی گذارنے کا ضابطۂ حیات تو انسان فساد کے حوالے ہوجاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عام انسان خدا کے نظر نہ آنے پر خدا کی پہچان اور تعارف کرواہی نہیں سکتے اور انسان ہوتے ہوئے وہ حقیقت میں اخلاق اور روحانیت کس چیز کا نام ہے جان ہی نہیں سکتے اور پھر انسان انسان کے لیے قانونِ حیات دے ہی نہیں سکتا، اگر وہ دے تو یہ تینوں چیزیں علٰحدہ علیحدہ انسانوں سے حاصل ہوں گی اور تینوں کی ذہنیت کم عقل، کم علمی، تعصب، قوم پرستی وغیرہ سے بھری ہوگی جو انسانی فطرت کے مطابق بھی نہ ہوگی اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو اپیل کرنے والی بھی نہ ہوگی، اور ہر زمانے کے انسانوں کے لئے قابل قبول بھی نہ ہوگی اس لئے کہ انسان کی عقل وفہم ان تینوں چیزوں میں صحیح رہبری وہدایت کرنے میں مجبور اور عاجز ہے اور جب بھی انسانوں نے پیغمبر سے ہٹ کر یا پیغمبر کی تعلیمات کے خلاف یہ تینوں چیزیں دیں تو انھوں نے انسانوں کو گمراہ کیا اور انکے جسم وجان کو مصیبت میں مبتلا کیا اور زندگی کو جہنم بنادیا، اس لئے یہ تینوں چیزیں انسانوں کو اپنے مالک کی طرف سے ملنا ضروری ہے، ورنہ وہ گمراہی اور جہنمی زندگی گذارتا ہے، اللہ تعالیٰ



نے ہرزمانے میں یہ تینوں چیزوں کو وحی کے ذریعہ اپنے پیغمبر پر نازل کر کے انسانوں کی رہبری وہدایت فرمائی مگر ہرزمانے میں جن لوگوں نے پیغمبر کو نہیں مانا اور وہ یہ تینوں چیزیں علٰحدہ علٰحدہ عام انسانوں سے حاصل کیں وہ گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذارے۔ مثلاً

**(۱) عقائد:** عام طور پر غیر مسلم لوگ عقائد کی تعلیم اور نظریہ زیادہ تر تقلیدی طور پر باپ دادا سے، یا فلسفیوں سے اور دانشوران قوم سے لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں ہزاروں عقائد ہوتے ہیں، کوئی خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہے تو اس کی خیالی اور فرضی مورتی بناتا، اور کوئی بغیر مورتی کے جی کے طریقے پر مانتا یا پھر خدا کے اوتار مانتا یا الگ الگ خدا مانتا ہے یا پھر خدا کو اہل وعیال والا بنادیتا ہے۔

**(۲) اخلاق اور روحانیت کی تعلیم:** عام طور پر قوم کے پیشوا غیر مسلموں کو عجیب عجیب طریقوں سے نفس کشی کی تعلیم دیتے اور جسم وجان کو مصیبت میں رکھنے کی تعلیم دیتے کوئی گوشت نہ کھانے کوئی شادی نہ کرنے اور کوئی رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دے کر نفس کو قابو میں کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے، جو فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہوتا ہے اس طرح وہ اخلاق حسنہ اختیار کرنے کے بجائے اخلاق رذیلہ کا شکار ہوجاتے ہیں۔

**(۳) قانون حیات:** تمام غیر مسلم قومیں زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون انسانی دماغ سے تیار کردہ ماہر قانون داں کے ذریعہ حاصل کرتی ہیں، اور اس میں ہرروز تبدیلیاں کرتے رہنا پڑتا ہے، جو نقائص سے بھرپور ہوتا ہے اور انسانوں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، تقریباً تمام ملکوں میں انسانی بنائے ہوئے قانون ہی کے تحت حکومتیں چلتی اور لوگ اسی انسانی قانون کے تحت زندگی گذارتے ہیں، عام طور پر غیر مسلم جس ملک میں رہتے وہیں کا قانون حیات لے کر زندگی گذارتے ہیں، انکا اپنا کوئی پرسنل لا نہیں ہوتا، دنیا کی دوسری قوموں کو یہ تینوں چیزیں الگ الگ انسانوں سے ملنے کی وجہ سے پوری دنیا میں بت پرستی، سورج، چاند، زمین، آگ، جانور کی پرستش شرک کفریا شراب، سود خنزیر، نیم عریانیت، زنا، حرام کاری بے شرمی وبے حیائی سے پورا معاشرہ گندہ اور ناپاک بن چکا ہے ان کے معاشرے میں شادی سے پہلے لڑکی حاملہ ہوجائے مرد مرد کے ساتھ عورت عورت کے ساتھ شادی کرلے

یا خوشی سے مرد اور عورت زنا کرے تو جرم اور گناہ نہیں مانا جاتا۔

یہود باوجودیکہ تورات کو مانتے مگر تورات ہی کے خلاف عقائد رکھتے ہیں، دنیا کے لوگوں کو لڑانا، ان میں فساد برپا کرنا، ان کو کیسے غلام بنا کر رکھنا، انکو سودی قرض میں کیسے پھنسا کر اپنا الو سیدھا کرنا، قتل خون غارت گیری کیسے کرنا جیسے اخلاق رذیلہ کا شکار ہیں اور تورات کے کسی قانون کو اپنی زندگی میں اختیار نہیں کرتے، ان کی کتاب کا دین الگ ہے اور ان کی سماجی اور معاشرتی زندگی پیشواؤں سے حاصل کی گئی تعلیمات پر چلتی ہے، عیسائیت کا بھی یہی حال ہے۔

اسلام کے ماننے والوں کو یہ تینوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہستیوں سے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، یہ تینوں چیزیں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ان کو حاصل ہوتی ہیں، جو قیامت تک آنے والے ہر ملک اور ہر قوم کے لیے انسانوں کے عین فطرت کے مطابق ہیں اور انسان ان کو آسانی سے عمل میں لاسکتا ہے، دنیا چاہے کتنی ہی ترقی کر جائے پھر بھی قیامت تک آنے والے لوگ محمد رسول اللہ کے دیئے ہوئے عقیدہ، اخلاق اور قانون ہی کے محتاج رہیں گے، بہت سے غیر مسلم آج ۱۴سو برس سے محمد رسول اللہ کے دیئے ہوئے عقیدہ کو اختیار کر کے باطل عقائد سے توبہ کر رہے ہیں اور اپنی تہذیب وتمدن اور کلچر کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ کے اخلاق و آداب اور سنتوں کو اختیار کر رہے ہیں اور آپ ہی کا لایا ہوا ضابطہ حیات پر زندگی گذارتے ہیں جس کی وجہ سے ہر زمانے میں اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا عقیدہ کلمہ طیبہ کے مطابق ہوتا ہے ان کی عبادات کا طریقہ ایک، ان کے سلام، ملاقات، نکاح، غسل، طہارت، وضو، پردہ، گفتگو کے کلمات، حقوق کی ادائیگی، کفن، دفن، اذان، نکاح، طلاق، حرام وحلال، کھانے پینے کے آداب وغیرہ سب کچھ ایک ہی ہوتا ہے، لوگ جو درگاہوں، جھنڈوں علموں، ماتم، عرس، قوالی، ڈھول تماشہ کرتے ہیں وہ قرآن اور پیغمبر کی تعلیمات نہیں ہیں اسلام سے ان اعمال کا تعلق ہی نہیں یہ سب ان کے اپنے جی کے طریقے ہیں۔



## سائنس اچھے سامان دے سکتی ہے، اچھے انسان نہیں بنا سکتی
## اچھے انسان صرف پیغمبر کی تعلیمات سے بنتے ہیں

اکثر لوگ جو دنیوی اعتبار سے زیادہ پڑھے لکھے ہوتے ہیں وہ پیغمبر اور مذہب کی ضرورت ہی کو محسوس نہیں کرتے اور وہ وحی اور پیغمبر پر ایمان لانے کو ایک دقیانوسی خیال تصور کرتے ہیں، ایسے انسانوں کو یہ بات سمجھانی چاہئے کہ سائنس کا پورا دارومدار انسان کی عقل و حواس پر ہے عقل وحواس انسان کی جس قدر مدد کر سکیں گے سائنس اُسی حد تک معلومات دے سکتی ہے، اگر عقل وفہم اور حواس میں کمزوری ہو تو سائنس مجبور رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے سائنس دانوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل وفہم اور تجربات سے کچھ چیزوں کو ایجاد کیا، کچھ چیزوں پر اپنا ریسرچ کیا، مگر ہر زمانے کے سائنس دانوں نے ایک دوسرے کے تجربات اور علم میں یا تو غلطیاں نکالیں یا اُسے نامکمل ناقص ثابت کیا، اور آج تک سائنسی تجربات جاری ہیں چنانچہ دنیوی پڑھے لکھے انسانوں کو یہ بات سمجھانا چاہئے کہ سائنس کا پورا دارومدار خالص عقل وفہم اور حواس پر ہے، عقل وفہم اور حواس صرف ان ہی چیزوں کا علم دے سکتے ہیں، جو جسم رکھتیں یا نظر آتی یا محسوس ہوتی ہیں، جو چیزیں نظر نہیں آتیں اور محسوس نہیں ہوتیں ان چیزوں کے بارے میں عقل اور سائنس کچھ بھی معلومات نہیں دے سکتے، یہی وجہ ہے کہ سائنس ہر زمانے میں انسانوں کی سہولت اور آرام کے لئے جسمانی ضرورتوں کی مختلف چیزیں ہی دے رہی ہے۔

اور نئی نئی مختلف شعبوں کی مشینیں بنا رہی ہے، مادی چیزیں دے کر انسان کو دنیوی زندگی گذارنے میں سہولت اور آسانی پیدا کر دی، اس کے برعکس انسانی عقل اور سائنس روح، فرشتے، وحی، جنت، دوزخ، برزخ، حشر کا میدان آخرت، اور مقصد زندگی حرام وحلال جائز وناجائز قبر، مالک کائنات کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتلا سکتے اس میں وہ مجبور ہیں اس لئے کہ یہ تمام چیزیں عقل اور سائنس کے دائرے سے باہر کی ہیں ان چیزوں کا علم سوائے

پیغمبر کے کسی کے پاس نہیں ملتا، اور انسان کی تربیت اور اصلاح اور روحانی ترقی ان ہی چیزوں کو جاننے اور ماننے اور عمل کرنے سے ہی ہوسکتی ہے، ان تمام چیزوں ہی کی وجہ سے انسان کی زندگی کامیاب ہوسکتی ہے، ان ہی چیزوں کی صحیح تعلیم ملے تو انسان انسان بن سکتا ہے، اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ سائنس اچھے آلات اور سامان زندگی تو ضرور دے سکتی ہے مگر اچھے انسان نہیں بنا سکتی، سائنس سے مذہب کا اور پیغمبر کا تقابل کرنا بیوقوفی ہے، اس لئے کہ سائنس کا دائرہ محدود اور الگ ہے جبکہ وحی اور مذہب کا دائرہ لامحدود ہے سائنس یہ ضرور بتلائے گی کہ پانی کن کن گیاسوں سے مل کر بنتا ہے غذائیں پیدا کرنے میں کیا کیا کھاد اور طریقے استعمال کئے جائیں، مگر کونسا پانی پاک ہے اور کونسا ناپاک کونسی غذا حلال ہے کونسی حرام کونسا جانور استعمال کرنا چاہئے اور کونسا نہیں یہ سائنس نہیں بتلاسکتی یہ صرف آسمانی وحی سے ہی معلوم ہوگا۔

پیغمبر اور وحی انسانی راستے کے چراغ ہیں انسان اپنی عقل کو وحی اور پیغمبر کے تابع کرے اور پیغمبر کو استاد مانے پیغمبر انسانی روح کا طبیب اور ڈاکٹر ہے، انسانی زندگی کے تین حصے ہیں: (۱) دنیا میں آنے سے پہلے کی زندگی، (۲) دنیا کی زندگی (۳) اور مرنے کے بعد والی زندگی، عقل وفہم انسان کو صرف اس کے دوسرے حصے کا کچھ علم دے سکتے ہیں، تینوں حصوں کا علم نہیں دے سکتے، اور یہ علم پیغمبر پر نازل ہونے والی وحی الٰہی سے ہی مل سکتا ہے، پیغمبر ہی سے انسانوں کو ماضی حال اور مستقبل کا مکمل علم ورہنمائی ملتی ہے، اس کے فکر عقیدہ اور عمل کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

انسانی سائنس کی ترقی اور انسان کی نقالی کا یہ عالم ہے کہ وہ چڑیا کو دیکھ کر ہوا میں ہوائی جہاز بنا کر اڑنا سیکھ گیا، اور پانی میں مچھلی کو تیرتا ہوا دیکھ کر مچھلی کی طرح تیرنا اور جہاز چلانا سیکھ گیا، مگر افسوس کے وہ پیغمبروں کو دیکھ کر یا انکی زندگی کو جان کر زمین پر پیغمبروں کی طرح جینا نہیں سکھا، پیغمبر زمین پر انسانوں کو اللہ کی عبدیت و بندگی میں زندگی گذارنے کا طریقہ سکھانے آتے ہیں، ہوا میں اڑنا اور پانی میں تیرنا کمال نہیں بلکہ زمین پر اللہ کی عبدیت و بندگی کے ساتھ زندگی گذارنا کمال ہے، پیغمبر سامان زندگی بنانے کا طریقہ بتلانے نہیں آتے اور نہ انسان کو دنیا کمانے کا طریقہ سکھانے آتے ہیں، بلکہ وہ انسان کو انسان بنا کر اس کی آخرت



سنوارنے اور آخرت کمانے کا طریقہ سکھانے آتے ہیں۔

چنانچہ انسان دنیوی اعتبار سے پڑھا لکھا ہوجانے کے باوجود اس کو جس چیز پر سب سے زیادہ محنت کرنا ہے وہ اس کو چھوڑ کر کتا، بلی، گائے بیل، بھینس پر محنت کر رہا ہے، سوائے انسان کے دنیا کی ہر چیز کو بچانے اور ان کی حفاظت کرنے کی فکر خوب کر رہا ہے، مگر انسان کو انسان بنانے اور اس کی مرنے کے بعد کی زندگی کو سنوارنے کی فکر نہیں کر رہا ہے اور انسان کو صرف جسم پالنے اور دنیا کمانے ہی کی تعلیم دے رہا ہے، چنانچہ آج دنیا میں جس چیز پر محنت کی جاتی ہے تو وہ چیز صحیح شکل وصورت میں برقرار رہتی ہے انسان زمین پر جب محنت کرتا ہے تو وہ کھیت کی شکل اختیار کرتی اور فائدہ پہنچاتی ہے، جب محنت چھوڑ دی جاتی ہے تو وہ جنگل کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور سانپ بچھو کا گھر بن جاتی ہے، بالکل اسی طرح انسانوں پر اخلاقی اور روحانی محنت نہ کی جائے اور ان کو صحیح انسان بننے کی تعلیم نہ دی جائے تو وہ شیطان بن کر زمین پر زندگی گذارتا ہے، پڑھا لکھا ہو کر بھی جنگلی انسانوں کی طرح زندگی گذارتا ہے۔

آج یورپین ممالک میں کتا اور بلی کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کو بچوں کی طرح پالا جاتا اور ان پر محنت کی جاتی ہے مگر اپنی اولاد کو انسان بنانے کی فکر نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے اولاد اللہ تعالیٰ کی پہچان سے دور ہو کر مشرک یا دہریے بن کر شرک کا شکار ہو کر شراب، زنا، جوا، قتل جیسے جرائم میں مبتلا ہو جاتی ہے، ذرا غور کیجئے انسانوں کی گمراہی کا حال کیا ہے؟

**دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر جڑ اور بنیاد کے ٹھہر نہیں سکتی بغیر جڑ کے پتے، ڈالیاں، پھل، پھول نہیں آتے، اُسی طرح ایمان بنیاد ہے اور اعمال پتے، ڈالیاں، پھل، پھول، بس بغیر ایمان کے اعمال صالحہ پیدا نہیں ہوسکتے، ہر وہ چیز جو بغیر بنیاد اور جڑ کے ہوتی ہے کمزور، ناتواں، اور بودی ہوتی ہے۔**

## ابتدا ہی سے انسان پوری روشنی وہدایت کے ساتھ پیدا کیا گیا

﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ﴾ (یونس:۱۹)

ترجمہ: ’’ابتدا میں سارے انسان ایک ہی امت تھے بعد میں انہوں نے اختلاف کیا‘‘۔

عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ انسان پہلے بالکل جنگلی جاہل، گنوار، تہذیب، تمدن اور اخلاق سے واقف ہی نہیں تھا، بلکہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے گمراہی کے اندھیروں سے اُجالے میں آیا اور تہذیب وتمدن کو سمجھ سکا، وہ پہلے پتے باندھ کر پتے کھا کر جنگلوں میں جانوروں کی طرح رہتا تھا، ان میں کسی قسم کا کوئی علم، تہذیب وتمدن نہ تھا، مگر قرآن مجید کہتا ہے کہ شروع ہی سے انسان پوری روشنی وہدایت میں پیدا کئے گئے گویا ہر طرح کی تہذیب و تمدن واخلاق سے واقف تھے۔

تمام انسانوں کے ماں باپ حضرت آدم علیہا السلام اور حوا علیہا الرحمہ جو جنت میں تھے اور جنت سے زمین پر اُتارے گئے تھے، ظاہر بات ہے کہ وہ جب جنت میں رہے اور جنت کی تہذیب وتمدن کو دیکھا، جنت کی تمام چیزوں سے واقف تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرشتوں سے زیادہ علم عطا کیا تھا وہ اوران کی اولاد بے علم، جنگلی، جاہل، گنوار کیسے ہوسکتی؟ بے تہذیب اور بے تمدن والے کیسے ہوسکتے تھے؟ قرآن کہتا ہے کہ جب ان کے جسم سے جنت کے لباس گر گئے تو انہوں نے شرم وحیا کے مارے پتوں سے اپنے جسم کو چھپایا، پھر وہ جنگلی کیسے ہوسکتے تھے؟ اللہ تعالیٰ باقاعدہ پہلے ہی دن سے ان کو اوران کی اولاد کو زمین پر وحی کے علم سے آراستہ کیا، اور وہ شروع ہی سے توحید، قانون حیات سے بہت اچھی طرح واقف تھے، اس لئے یہ بات غلط ہے کہ ابتدا کے انسان جہالت اور تاریکی میں پیدا ہوئے وہ پوری طرح روشنی اور ہدایت میں پیدا کئے گئے ابتدا کا انسان حضرت آدمؑ کی سرپرستی میں آنکھیں کھولا ہے ان کے پاس پختہ اور مضبوط ایمان تھا، وہ گناہ پر فوراً توبہ کرنے والے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اولاد کو اسی دین اسلام کی تلقین کی کہ وہ زمین پر مسلم بندے بن کر رہیں مگر بعد کے لوگوں نے مذہب کی شکل اور وحی کے علم کو بگاڑ دیا، اور اپنے تعصب، ہٹ دھرمی، ضد، انا



اور اختلافات سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا، اور اختلافات کا شکار ہوکر سچے آسمانی مذہب کے مقابلے میں کئی باطل مذاہب بناڈالے اور جہالت کی مختلف اندھیروں میں مبتلا ہوگئے، اس لئے ان کی سدھار کے لئے بار بار پیغمبر آتے رہے، حضرت آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان دنیا میں بھیجے گئے وہ پیغمبر ہی تھے، بھلا پیغمبر جہالت اور تاریکی میں کیونکر ہوسکتا ہے؟ حضرت آدم بھی اپنی اولاد کو صحیح پاکیزہ اوراعلیٰ زندگی سکھا کر گئے، ایک مدت تک نسل انسانی راہ راست پر قائم رہی، جب بعد میں لوگوں نے ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت سے آپس میں اختلاف کیا تو مختلف فرقے اور مذاہب بن گئے، اسی وجہ سے ہر زمانے میں انبیاء بھیجے گئے۔

انبیاء کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ وہ اپنے اپنے زمانے میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالیں اور اپنی اپنی ایک الگ الگ امت بناتے رہیں، بلکہ ان کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ جو راستہ بھول گئے اور جو روشنی چھوڑ کر اندھیروں میں آگئے جس آسمانی تعلیم کو مٹا چکے ان کے سامنے اس کھوئی ہوئی راہِ حق کو واضح کیا جائے اور ان کو انکا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے۔

## انبیاءؑ الگ الگ دین اور الگ الگ پیغام لے کر نہیں آئے

اللہ تعالیٰ نے شروع اور ابتدا ہی سے انسان کے لئے ایک ہی دین جس کا نام ’’اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے (اسلام) مقرر کیا ہے، اور اپنی ہدایت ورہنمائی وحی کے ذریعہ ہر انسان کے پاس نہیں بھیجا بلکہ جب بھی ضرورت ہوئی اس نے انسانوں میں سے ایک انسان چن کر اس کو اپنا پیغمبر بنایا اور اس پر وحی نازل کی، یہ دین ابتداء سے ایک ہی رہا، ایسا نہیں کہ کسی زمانے میں کسی قوم کے لیے کوئی دین مقرر کیا گیا اور کسی دوسرے زمانے میں کسی اور قوم کے لیے اس سے مختلف اور متضاد دین بھیجا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے الگ الگ دین نہیں آئے، بلکہ جب بھی اور جس قوم میں بھی دین آیا وہی ایک دین آیا، اور تمام انبیاء وہی ایک دین لے کر آئے اس لئے کہ سچائی اور حق صرف ایک ہی تھا، البتہ اطاعت کے طریقوں میں تھوڑا فرق تھا، ہر زمانے میں انسانوں کی یہ بہت بڑی کمزوری رہی کہ پیغمبر کے دنیا سے

رخصت ہو جانے کے بعد وہ پیغمبر کی تعلیمات کو انسانی خیالات سے خلط ملط کر کے بگاڑ دیتے جس سے دین کی اصل صورت باقی نہ رہتی، اور وہ شیطانی جالوں میں پھنس کر شرک اور بداعمالیوں میں گرفتار ہو جاتے، چنانچہ انسانوں کی اس خرابی اور بگاڑ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں پیغمبروں کو بھیجتا رہا تاکہ وہ اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لیں اور سیدھی راہ پر آجائیں۔

قرآن مجید میں یہ بتلایا گیا کہ ہر قوم اور علاقے میں پیغمبروں کو بھیجا گیا، البتہ قرآن مجید صرف ان ہی پیغمبروں کا تذکرہ کرتا ہے جو یا تو عرب علاقوں میں آئے یا عرب کے قریب کے علاقوں میں آئے جن کی تعلیمات یا جن کے حالات زندگی اور ان کی قوموں کے تذکروں سے عرب لوگ واقف تھے یا یہود و نصاریٰ جانتے اور مانتے تھے تاکہ وہ قرآن مجید کی دعوت کو آسانی سے سمجھ سکیں اور حق کو قبول کر سکیں، کتابیں بھی جو ہر زمانے میں نازل ہوئیں تمام کی تمام نے ایک ہی دین کی دعوت دی، کوئی ایک دوسرے کی مخالفت میں نازل نہیں کی گئیں بلکہ ہر کتاب پچھلی کتابوں کی تائید و تصدیق کرتی رہی۔

بار بار پیغمبر اس لئے نہیں آئے کہ کوئی نئے دین کی بنیاد رکھیں اور نہ کوئی نئی امت بنائیں، اور نہ کوئی اپنے نام سے نئے مذہب کی بنیاد ڈال کر اپنا ایک الگ گروپ بنائیں، قرآن کہتا ہے کہ ہر نبی نے ایک دوسرے کی تائید کے لئے آگے آنے والے پچھلے انبیاء کی گواہی اور شہادت دی اور تصدیق کی، ہر ایک نے ''قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا '' کی دعوت دی اور یہ تعلیم دی کہ ''یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہ'' اے میری قوم کے لوگوں صرف اللہ ہی کی عبادت و بندگی کرو، کسی غیر کی عبادت و بندگی مت کرو، چنانچہ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک جاری رہا، اور حضرت محمد ﷺ نے بھی آخر میں آکر تمام انبیاء کی تصدیق و تائید فرمائی اور آپ بھی وہی تعلیم دیئے جو تمام انبیاء نے دی تھی، قرآن نے بار بار یہ بات بتلائی کہ پیغمبر حضرت محمد ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے اور نہ نئے مذہب کی بنیاد ڈالی، یہ اُسی چیز کی دعوت دے رہے ہیں جو تمام پیغمبروں نے دی ہے، محمد رسول اللہ بھی اسی سلسلہ اور سرچشمۂ علم کا ایک موتی تھے جسے اللہ نے منتخب کر کے انسانوں کی طرف بھیجا تھا، تاکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لیں اور گمراہی سے



توبہ کر کے سیدھی راہ حق پالیں، محمد رسول اللہ نے خود تمام پیغمبروں اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کی اور آپ بھی پچھلے انبیاء اور کتب پر ایمان رکھتے تھے، آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ایک نئی چیز لے کر آیا ہوں جو پہلے کبھی نہیں آئی تھی، بلکہ آپ نے اعلان کیا کہ میں بھی وہی چیز لایا ہوں جو پچھلے انبیاء لائے تھے۔

قرآن نے بار بار اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ خدا کی طرف سے جتنے انبیاء دنیا کے کسی گوشے اور کونے میں آئے ان میں سے کوئی بھی پچھلے انبیاء اور کتب کی نہ تردید کی اور نہ مخالفت، آج دنیا میں جتنے بھی مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں یا تو وہ اسی دین اسلام کی بگاڑ کی شکلیں ہیں یا اسی کی نقل ہیں یا انسانی دماغوں کی خود ساختہ ایجاد ہیں، حضور کے امتی آج چودہ سو سال سے دنیا میں ہیں، کسی ملک کسی قوم اور کسی علاقے میں جو بھی اللہ کا بندہ اللہ کی طرف سے پیغمبر، جو حق لے کر آیا تھا اس کے برحق ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور ان پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں، کسی کو نہیں جھٹلاتے ہیں، اس کے برعکس دوسری تمام قوموں میں یہ بات نہیں ہے، دین کی اصل جڑ اللہ واحد کی عبادت و بندگی ہے چاہے وہ انگریزی میں آئے یا ہندی اور فرنچ میں، آئے یا تلگو اور فارسی میں اسلام ہی کہلائے گی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کو جو پوری دنیا کی امامت دی گئی تھی یہ کہہ کر معزول کر دیا گیا کہ تم نے خود بھی ہدایت کی پیروی نہیں کی اور جن اندھوں کو راستہ بتلانا تھا، اس راہ پر خود بھی بھٹکتے رہے اب امت مسلمہ کو یہ مقام دیا جا رہا ہے کہ وہ تمام پیغمبروں کی تصدیق کریں گے اور ان ہی کے راستے کی دعوت دیں گے۔

## پیغمبروں کی تعلیمات کو پہچاننے کا طریقہ

دنیا میں کوئی بھی تعلیم اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی و پرستش یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کو شریک کرنے کی دعوت دیتی ہو یعنی کسی مخلوق کو خدا کے ساتھ یا خدا جیسی صفات والی بتلاتی ہو، اور کسی مخلوق کو مخلوق کی حیثیت سے بڑھا کر خدائی

مقام تک لے جاتی ہو تو ہرگز وہ تعلیم کسی پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم نہیں ہوگی، کسی بھی آسمانی کتاب میں یہ چیزیں نظر آجائیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگوں کی طرف سے ان کے علماء کی تحریفات ہیں نہ کہ خدا کے پیغمبر کی ہدایات، ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالت کے ذریعہ اسلام تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے اور تمام پیغمبروں کو اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ماننے کی یہ صفت دراصل امت محمدیہ کی شایان شان ہے۔

سچے آسمانی مذہب پر ایمان لانے اور سچے آسمانی مذہب کو ماننے کی یہ خاص علامت ہے کہ وہ تعصب، بغض اور عداوت سے پاک ہو، توحید، رسالت، اور آخرت کی تعلیم چاہے وہ دنیا کی کسی زبان میں بھی ہو اگر وہ قرآن مجید کے مطابق ہے تو دراصل وہ کسی نہ کسی پیغمبر کی لائی ہوئی وحی کی تعلیمات کا حصہ ہی ہیں اور وہ حق ہے اور اسلام کا گمشدہ سرمایا ہے۔

## پیغمبر کی دعوت کو سمجھنے کے لئے انسانوں کو آنکھیں اور کان کھلے رکھنا ہوگا

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ پیغمبروں کی دعوت کا انکار ان ہی لوگوں نے کیا جنہوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند رکھا، پیغمبر کی دعوت و ہدایت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے درجہ میں انسان ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب سے اپنے آپ کو بچا کر ایمانداری کے ساتھ آنکھوں اور کانوں کو کھلا رکھے، اور دل و دماغ سے صحیح سوچنے اور سمجھنے کا کام لے، اس لیے کہ انسان کے اندر صحیح بات، حق بات اور ایمان کی دعوت کے داخل ہونے کا راستہ کان اور آنکھیں ہی ہیں جو اس کے دل و دماغ تک بات کو پہنچاتے اور سوچنے سمجھنے پر مجبور کر کے دل اور عقل کو متاثر کرتے ہیں، اگر انسان آنکھوں اور کانوں کو کھلا رکھے گا اور پیغمبر کی دعوت پر کائنات میں غور و فکر کرے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اکیلا اور یکتا ہونے کو سمجھاتی ہے، اور اس کو یہ سمجھ میں آئے گا کہ یہ سارا نظام بے خدا کے یا کئی خداؤں کے نہیں



ہے، اور پیغمبر جو دعوت پیش کر رہے ہیں وہ سچ اور حق ہے، مگر کافر اور مشرک انسانوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب کا شکار ہو کر اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند رکھتے اور جانوروں کی طرح سر جھکائے منہ نیچے رکھ کر ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے ہیں اور جانوروں سے بھی گئے گذرے بنے ہوئے رہتے ہیں، وہ اپنے دل و دماغ سے کبھی نہیں سوچتے کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ کبھی پیغمبر یا پیغمبر کے ماننے والوں کی زندگیوں پر غور و فکر ہی نہیں کرتے اور نہ پیغمبر کی دعوت کو سمجھنا چاہتے، بس دنیا میں باپ دادا اور گمراہ انسانوں کی طرف سے جو بھی گمراہی پھیلی ہوئی ہے اس کا آنکھیں بند کر کے ساتھ دیتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر انسان پہلے درجہ ہی میں آنکھوں اور کانوں کو بند رکھے، اور دل و دماغ کا صحیح استعمال نہ کرے تو وہ حق کو کیسے اور کب سمجھے گا؟، ایسے انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ کان یہ آنکھیں اور دل و دماغ، عقل و فہم اس لئے نہیں دیا کہ انسان اُن سے صرف گمراہی کی باتیں سنے، گمراہی کی راہ دیکھے اور گمراہی اور غلط ہی سوچے اور سمجھے اور جو بات پہلے سے گمراہی کی دل و دماغ میں بیٹھی ہوئی ہے اُسی پر اڑے رہے اور اپنے سننے دیکھنے سوچنے سمجھنے کا سارا کام دوسروں کے حوالے کر دے اور دوسروں کی آنکھوں سے دیکھے دوسروں کے کانوں سے سنے اور دوسروں کے دل و دماغ سے سوچے اور سمجھے اور گمراہی کے راستے پر دوسروں کا ساتھ دے کر جانوروں کی طرح نیچے سر رکھ رک چلتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سماعت بصارت، عقل و فہم اور علم کی یہ نعمتیں حق کو پہچاننے اور حق کو سمجھنے اور حق کا ساتھ دینے کے لیے دی ہیں، یہ بہت بڑی ناشکری او رنمک حرامی ہے کہ ان نعمتوں کو دوسرے تمام کاموں میں تو استعمال کریں مگر اصل کام جس کے لیے وہ دی گئی ہیں استعمال نہ کریں، انسان کو یہ نعمتیں اس لئے نہیں دی گئیں کہ انسان انکا استعمال صرف بُرائی ہی کے لیے کرتا رہے بلکہ ان سے اچھائی و برائی کو سمجھنے اور تمیز پیدا کر کے اچھائی کا ساتھ دینے کے لئے دی گئی ہیں، افسوس انسان تمام کام تو کرتا ہے مگر اصل کام کے لیے انہیں استعمال نہیں کرتا جن کے لیے یہ پیدا کی گئی ہیں۔

# انبیاء علیہم السلام جنوں کے لئے بھی نبی تھے

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَـذَا. (الانعام:۱۳۰)

ترجمہ: ''اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جوتم کو میری آیات سناتے تھے''۔

قرآن مجید نے انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد اللہ کی معرفت کے ساتھ عبادت و بندگی بتلایا، اس لیے جس طرح انسان پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اُسی طرح جن بھی ایمان لاتے تھے، قرآن مجید کی تعلیمات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسانوں کی طرح جن بھی پیغمبروں کی تعلیمات سے واقف تھے اور ایمان رکھتے تھے اور انسانوں کی طرح جنوں کو بھی ایمان لانا لازمی اور ضروری تھا، محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے وقت جنوں نے اپنی جماعت میں حضرت موسیٰ اور کتب آسمانی کا تذکرہ کیا، انہوں نے حضور ﷺ کی زبانی قرآن مجید سنا تو اپنی جماعت سے کہا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء دیتے چلے آرہے ہیں۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات میں ان کے تذکرے ملتے ہیں کہ وہ انکی اطاعت کے لیے دوڑتے تھے، اس لئے وہ قرآن مجید اور حضور ﷺ پر بھی ایمان لائے، قرآن مجید پوری کی پوری جن و انس کو اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کی تعلیم دیتا ہے سورہ رحمٰن میں بار بار یہ تکرار آتی ہے کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، پھر سورہ ناس میں انسانوں اور جنوں کے شیطان سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی۔



# پیغمبر کے قلب کو غسل دینے کی حقیقت

جس طرح کھیت اور زراعت سے پہلے زمین کو ہل چلا کر زرخیز اور نرم اور صاف کیا جاتا ہے اور پھر بیج ڈالا جاتا ہے اُسی طرح پیغمبر کے شرح صدر اور قلب کو زم زم سے غسل دینے کی حقیقت ہے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور، روشنی اور بصیرت اور قرب الٰہی حاصل ہو جانے اور وحی کا تحمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جانے کے بعد ہی وحی کی جاتی ہے چنانچہ پیغمبر حق و باطل کے فرق کو اچھی طرح سمجھنے لگتے ہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے، حضور ﷺ کے قلب اطہر کو بچپن میں اور معراج کے سفر سے پہلے زم زم سے غسل دیا گیا، حضور ﷺ کو شروع سے ہی بت پرستی سے نفرت اور ہر قسم کے گناہ و بے حیائی کے کاموں سے بیزاری تھی۔

# انبیاء کو اللہ تعالیٰ ایمان بالمشاہدۃ سے نوازتا ہے

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ. (انعام:۷۵)

ترجمہ: ''اور ہم ابراہیم کو زمین اور آسمانوں کے نظم و اقتدار کا مشاہدہ کرایا تاکہ وہ یقین و اعتماد کا حامل بن جائے''۔

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو تقریباً وہ تمام حقیقتیں بتلا دیتا ہے جن پر ان کو اور تمام انسانوں کو ایمان لانے کی دعوت دینا ہوتا ہے، اس لئے وہ عین الیقین رکھتے ہیں اور پورے زور اور شعور کے ساتھ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں، ان کے مقابلے میں دنیا کے تمام انسان اندھے ہوتے ہیں اور حقیقی آنکھ اور بصیرت والے پیغمبر ہی ہوتے ہیں، چنانچہ وہ فرشتوں کو دیکھتے اور اُن سے کلام کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کے مختلف انتظامات میں فرشتوں کے کاموں کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں، کسی انسان کی جان کنی اور روح کے نکلنے کو بھی

دیکھ سکتے ہیں، قبر کے حالات، عذابات و انعامات کو بھی دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کروا کر اُن سے بات بھی کر سکتے ہیں، ان کو جنت و دوزخ اور وہاں کی سزاؤں اور انعامات کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے، چنانچہ دوبارہ زندہ ہونے کا مشاہدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کرایا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں سے بات کی وحی کے نازل ہونے کو وہ دیکھ سکتے ہیں، یعنی نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو ایمان بالمشاہدہ کی نعمت سے نوازتا ہے اور یہ نعمت اُنہی کے ساتھ مختص ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں میں چھپی بہت ساری باتوں کو ان پر ظاہر کر دیتا ہے اور آئندہ ہونے والے واقعات کا وحی کے ذریعہ علم دیتا ہے، حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ جیسے سامنے دیکھنے کی صلاحیت دی ویسے پیچھے بھی دیکھنے کی صلاحیت دی تھی اور بہت سارے انسانوں کے دلوں میں چھپی باتوں کا بھی علم دیتا تھا۔

## حضور ﷺ سراج منیر ہیں

**یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیْراًo**
**وَدَاعِیاً إِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً .** (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ: ”اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر“۔

انسان آنکھیں رکھتا ہے مگر وہ آنکھیں اُسی وقت دیکھ سکتیں ہیں جب باہر کی روشنی ہو، اگر وہ سورج کی روشنی ہوتے ہوئے آنکھیں بند رکھے یا اندھیرے میں آنکھیں کھلی رکھیں تو اندھا ہی رہتا ہے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا، اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بنایا ہے کہ آنکھوں کو اگر اندھے پن سے بچانا ہو اور دیکھنے کے قابل بنانا ہو تو انکو باہر کی روشنی اور نور سے مس ہونے اور چھونے دیا جائے، باہر کی روشنی جب آنکھوں کو چھوئے گی تو آنکھیں اپنا کام کر سکتیں ہیں۔



بالکل اسی طرح حضور ﷺ تمام انسانوں کے لئے سراج منیر ہیں، آپ کے پاس جو روشنی اور ہدایت ہے اس کا انسانی عقل کے ساتھ مس ہونا اور چھونا ضروری ہے تب ہی انسانی عقل صحیح کام کر سکتی ہے، ورنہ اگر انسان حضور کے لائے ہوئے نور سے اپنی عقل کو مس نہ کرے تو وہ آنکھوں کی طرح اندھی ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی عقل کو پیغمبر کی لائی ہوئی وحی کے ساتھ مس ہونے دے، وحی کی روشنی میں عقل استعمال کرے تو وہ حقیقت میں عقل کو صحیح استعمال کر سکتا ہے۔

مثلاً جو لوگ محمد رسول اللہ کے لائے ہوئے چراغ سے فائدہ نہیں اٹھاتے ان کے نزدیک عقل یہ کہتی ہے کہ سود کھانے سے مال بڑھتا ہے مگر نور الٰہی یہ کہتا ہے کہ سود سے مال کم ہوتا ہے خیر خیرات اور زکوٰۃ سے مال بڑھتا ہے، انسانی عقل کہتی ہے کہ جھوٹ بولنے سے تجارت میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے، وحی کہتی ہے کہ جھوٹ بولنے سے انسان نقصان اٹھاتا ہے، برکت نہیں رہتی اس لئے ضروی ہے کہ عقل کو وحی کے تحت چلایا جائے اور وحی کے تابع رکھا جائے تب ہی انسان صحیح زندگی گذار سکتا ہے، عقل کہتی ہے کہ عورت کو مردوں کے برابر ہو کر کام دھندا کرنا چاہئے مگر وحی کہتی ہے کہ کمانے کی ذمہ داری مرد پر ہے عورت گھر کے انتظامات سنبھالے، اس میں عورت کی حفاظت ہے، عقل کہتی ہے کہ امیر لوگوں سے مال لوٹا جائے اور غریبوں میں تقسیم کیا جائے مگر وحی کہتی ہے کہ چوری لوٹ ظلم و زیادتی سے مال کھانا گناہ اور حرام ہے، غرض ہر زمانے میں وحی کے نور کو چھوڑ کر جن لوگوں نے بھی عقل کا استعمال کیا یا کر رہے ہیں وہ اندھوں کی طرح اس دنیا میں بھٹک رہے ہیں۔

# تمام پیغمبروں نے کلمہ ہی کی دعوت سب سے پہلے کیوں دی؟

قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ تُفْلِحُوْ ۔ ترجمہ: ''کہدو اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں کامیاب ہو جاؤ گے''۔

قرآن مجید کی تعلیمات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے، انہوں نے سب سے پہلے کلمہ ہی کی دعوت دی، آخر میں حضرت محمد ﷺ نے بھی سب سے پہلے کلمہ ہی کی دعوت دی، جب کہ مکہ میں اور پورے عرب میں لوگ بت پرستی، زنا، چوری، قتل، جنگ، لوٹ مار، جوا، شراب بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، سوتیلی ماں پر قبضہ کر لینا، برہنہ مرد اور عورتیں طواف کرنا، بےحیائی کے قصے کہانیاں بیان کرنا، بتوں کی جے جے کرنا یہ سب عام تھا مگر پھر بھی اصلاح معاشرہ کے لئے سب سے پہلے محمد رسول اللہ نے ایمان اور کلمہ ہی کی دعوت دی، قرآن مجید میں جو سورتیں پہلے نازل ہوئیں خاص طور پر ۳۰/ویں پارہ کی سورتیں جو مکی ہیں اُن میں انسانوں کو توحید، رسالت اور آخرت ہی کی دعوت دی گئی اور لوگ ایمان قبول کرتے ہوئے شراب بھی پیتے اور سود بھی کھاتے جوا بھی کھیلتے تھے، اس کی اصل وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے اعمال کو شروع میں ممنوع نہیں بنایا گیا۔ پہلے ان کے دل کو سدھارا گیا کیونکہ انسانوں کے سدھرنے اور درست ہونے کا سارا دار مدار ان کے دل پر ہے، جب دلوں میں تبدیلی آجاتی ہے تو وہ برائی کو فورا چھوڑ دیتا ہے، مثلاً انسان شراب، سگریٹ، زنا وغیرہ بھی نہ ڈنڈے کے زور پر چھوڑتا ہے نہ قانون کی سختی پر بلکہ جب دلوں کے خیالات وفکر یعنی قلب کی اصلاح ہوتی ہے تو وہ ہر بُرائی کو فوراً چھوڑ دیتا ہے، اس لئے سب سے پہلے انسانوں کے خیالات فکر اور عقیدے کو درست کرنے کی محنت کی گئی، کیونکہ انسانوں کے تمام اعمال کا تعلق اس کے فکر، خیالات اور عقیدے ہی سے ہے، عقیدہ صحیح بنے گا اور اس میں جواب دہی کا احساس زندہ ہوگا تو خیالات وفکر درست ہو جاتے ہیں اور خیالات وفکر درست ہونے سے اعمال درست نکلتے ہیں، یعنی صحیح فکر، صحیح عقیدے سے اچھے اعمال واخلاق نکلتے ہیں غلط فکر غلط عقیدے سے بُرے اعمال نکلتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کا مفہوم



ہے کہ اسلام میں جو احکام سب سے پہلے آئے وہ توحید، رسالت اور آخرت یعنی ایمانیات تھے، جب لوگوں کے دل مضبوط ہوگئے تو پھر حرام اور حلال کے احکام آئے اگر پہلے ہی یہ حکم دیا جاتا کہ شراب مت پیو، سود مت کھاؤ اور زنا مت کرو تو لوگ یہ کہتے کہ ہم شراب بھی پیئیں گے، سود بھی کھائیں گے اور زنا بھی کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ دل کی زمین کو زرخیز بنا کر اس پر ایمان کا بیج بونے سے اسلام کا پودا نکلتا ہے۔

کلمہ انتہائی بدکردار معاشرے میں فکر اور خیالات کو صحیح کر کے روحانیت اور اخلاقیت کا انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور دلوں کو نرم کر کے اسلام کا پودا لگانے کے قابل بناتا ہے، اسی لئے مکہ کے مشرک انسانوں کو سب سے پہلے ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت ہی کی دعوت دی گئی، جب لوگ ایمان میں مضبوط ہونے لگے تو شراب، سود، جوا، زنا، قتل، چوری اور ہر چیز کی ممانعت آئی۔

جب انسان میں توحید کا رنگ اور نشہ پیدا ہونا شروع ہوتا ہے تو تمام بیماریاں دور ہونی شروع ہو جاتی ہیں، کلمہ اندھیرے ماحول میں روشن چراغ بن کر پورے معاشرے کو منور کر دیتا ہے، گمراہ بدکردار اور بداخلاق بےحیا شرک اور کفر والے انسانوں میں ہدایت کا نور بھر دیتا ہے، اخلاق کا نور بھر دیتا ہے، بندہ کو صحیح معنی میں خدا کا بندہ بنا دیتا اور خدا سے جوڑ دیتا ہے، انسانوں کو شیطان کی گود سے نکالتا ہے جب ایک انسان کلمہ کے مطابق اپنے فکر، خیالات اور عقیدہ کو درست کرتا ہے تو کلمہ اس کے دل و دماغ پر چھا جاتا اور حکومت کرتا ہے، ہر قسم کے بُرے جراثیم کو دل و دماغ سے نکالتا ہے، یہ کلمہ اس کے پڑھنے والے کو احساس دلاتا ہے کہ وہ اب کافروں اور مشرکوں کی طرح آزاد نہیں وہ نفس کا بندہ اور غلام نہیں وہ شیطان کا ساتھی نہیں، شیطان اس کا استاد اور رہبر نہیں، بلکہ دشمن ہے، کلمہ ہی انسان کو نیکی کی طرف ابھارتا اور برائیوں سے روکتا ہے اور آخرت میں جواب دہی اور پکڑ کا احساس دلاتا ہے۔

# پیغمبروں پر ایمان لانے کے لئے کن کن باتوں کو ذہن میں رکھنا ہوگا؟

## صرف زبان سے محمد رسول اللہ کہہ دینے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لاَ يَحْزُنكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ . (مائدہ:۴۱)

ترجمہ: ’’اے رسول وہ لوگ جو انکار حق میں سرگرمی دکھا رہے ہیں تم انکی حرکات سے رنجیدہ مت ہو یہ تو وہ لوگ ہیں جو صرف زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور ان کے دل حقیقی ایمان سے قطعاً محروم ہیں‘‘۔

’’بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے ظاہری اطاعت قبول کر لی ہے، اور ابھی تک ایمان تمہارے قلب میں داخل نہیں ہوا اگر تم (واقعی دل سے) اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو تو وہ تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا، بیشک اللہ درگذر کرنے والا رحم کرنے والا ہے‘‘۔(الحجرات:۱۴)

اگر کوئی انسان صرف زبان سے محمد رسول اللہ کا اقرار کرے اور اپنے جسم کا نام مسلمان جیسا رکھ لے اور حکومت کے رجسٹروں اور راشن کارڈ اور مدرسوں کی سندوں میں اس کا نام مسلمانوں کے خانوں میں لکھ دیا جائے یا وہ مسلم ماں باپ، مسلم گھرانے اور مسلم معاشرے میں پیدا ہو جائے تو اس سے وہ مسلم نہیں بن جاتا، جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ کی حقیقت کو نہ سمجھے اور محمد رسول اللہ کے حقوق ادا نہ کرے، صرف چند اعمال یا کام مسلمانوں جیسے کر لینے یا



ظاہری طور پر شکل وصورت مسلمان جیسی بنا لینے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا۔

ایک بزرگ نے ٹین کے ڈبے پر ماروتی ۸۰۰ لکھ کر اور ایک موٹر کا نمبر ڈال کر کہنے لگے کہ یہ موٹر کار ہے، لوگوں نے کہا حضرت اس میں تو کار کی وہ خصوصیات اور صفات ہی نہیں پھر یہ موٹر کار کیسی، یہ تو ایک ڈبا ہے تو بزرگ نے کہا تم لوگ انسانوں میں کیا ہو؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں تو بزرگ نے کہا کہ تم میں مسلمانوں جیسا عقیدہ اور اوصاف ہی نہیں پھر کیسے تم مسلمان ہو؟

ایک شخص کسی ڈاکٹر کے گھر میں پیدا ہو کر بغیر تعلیم حاصل کئے ڈاکٹر کی وردی پہن لے اور دعویٰ کرے کہ وہ ڈاکٹر ہے اور کام پورے مزدور اور مہتر کے کرے تو لوگ اس کو ڈاکٹر نہیں کہیں گے۔

کلمہ طیبہ کا اقرار جب انسان دل کی گہرائیوں کے ساتھ کرتا ہے تو انسان کا ظاہری اور باطنی دونوں ہی حال بدل جاتے ہیں، اس کے خیالات، سوچ وفکر، اخلاق وکردار، جسمانی پاکی اور روحانی پاکی سب میں تغیر آجاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے اعمال وعقائد میں اور غیر مسلم کے اعمال وعقائد میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ کا فرق آجاتا ہے، کلمہ پڑھنے، محمد رسول اللہ کا امتی بننے سے پہلے وہ لعنت زدہ، ناپاک، گمراہ ہوتا ہے کلمہ پڑھتے ہی رحمت والا نیک، پاک، ہدایت یافتہ مثالی اور نمونہ ہو جاتا ہے، پہلے وہ جہنم والے اعمال کو پسند کرتا تھا اور جہنم کی طرف دوڑتا تھا، کلمہ پڑھتے ہی جہنم والے اعمال سے نفرت کرتے ہوئے، جنت والے اعمال اختیار کرتا ہے اسلام کا یہ کلمۂ توحید اور رسول اللہ کی رسالت کا اقرار، کوئی دوسرے مذاہب کی طرح صرف چند منتر اور اشلوک پڑھ لینے کا نام نہیں، یا بے شعوری میں اور برکت کی خاطر رسم ادا کر لینے کا نام نہیں، اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کے کہنے کے لیے کلمہ کو پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ شعور کے ساتھ ادا کیا جائے، سچائی اور حقیقت اور کلمہ کے حقوق وذمہ داریوں کو دھیان میں رکھ کر ادا کیا جائے۔

# کائنات کی ہر چیز میں اثر ہے تو پھر کلمہ طیبہ کا بھی اثر ظاہر ہونا ضروری ہے

قَالَتِ الۡأَعۡرَابُ آمَنَّا قُل لَّمۡ تُؤۡمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمۡ ۔ (الحجرات: ١٤)

ترجمہ: ’’بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے (ظاہری) اطاعت قبول کی اور ابھی تک ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا ہے‘‘۔

دنیا کی ہر چیز میں اثر ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر کلمہ طیبہ کا بھی اثر ظاہر ہونا ضروری ہے، کلمہ کے اقرار کا ثبوت اور اثر انسان کے جسم سے نکلنے والے اعمال سے ملتا ہے، ایمان والے کے جسم سے ایمان والی اور کلمہ والی زندگی ظاہر ہوتی ہے، غیر ایمان والے کے جسم سے غیر ایمانی، غیر اسلامی زندگی ظاہر ہوتی ہے اگر ایک انسان سے کلمہ پڑھنے اور محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے باوجود غیر اسلامی اور غیر ایمانی زندگی ظاہر ہو رہی ہے تو اس کے صاف معنی ہیں کہ اس نے کلمہ کو سمجھ کر نہیں قبول کیا ہے۔

دنیا میں ہر چیز کے حقوق مقرر ہیں، تب ہی اس شعبے میں اس کے اثرات نظر آتے ہیں اور راحت وسکون نصیب ہوتا ہے، مثلاً ماں باپ اولاد کا حق ادا نہ کریں تو ماں باپ کی حق تلفی کا اثر اولاد کی بربادی کی شکل میں نظر آتا ہے، بیوی شوہر کے یا شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو میاں بیوی کی حق تلفیوں کا اثر ان کی زندگی میں طلاق وغیرہ کی شکل میں نظر آتا ہے، اُسی طرح ایک انسان کلمہ کا اقرار کر کے کلمہ کے تقاضے اور حقوق ادا نہ کرے تو کلمہ کے خلاف اثرات نظر آتے ہیں اور کلمہ کا ان پر بے اثر ہونے کا حال غیر ایمانی اور بے ایمانی اور غیر اسلامی، غیر مسلموں والی زندگی بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

انسان دوا اس لئے استعمال کرتا ہے کہ اُسے صحت وتندرستی مل جائے اور بیماری دور ہو جائے اگر دوا کھانے کے بعد بھی بیمار رہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ دوا کا اثر اس پر نہیں



ہو رہا ہے، اب دوا کا اثر اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے پرہیز کرنا احتیاط کرنا اور دوا کو اس کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرنا ہوگا، تب ہی فائدہ اور اثر ظاہر ہوگا، یا اگر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی دوا کے نام بار بار پڑھتا رہے گا یا دہراتا رہے گا مگر نہ دوا استعمال کرے اور نہ پرہیز کرے تب بھی اس کو فائدہ نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح اگر کوئی کلمہ طیبہ بغیر سمجھے بے شعوری کے ساتھ پڑھتا رہے اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرے تو پھر کلمہ طیبہ کے اثرات اس کی زندگی میں ظاہر نہیں ہوں گے۔

اسی طرح اگر کوئی غذائیں کھاتا ہے اور غذا کھانے کے بعد بھی اگر اس کی بھوک نہیں مٹ رہی ہے تو اس کے معنی ہیں غذا کا اثر اس کے جسم پر نہیں ہو رہا ہے اس میں اندر کوئی خرابی بیماری اور جراثیم ہیں جو اس کی غذا کو ہضم ہونے اور خون بننے نہیں دے رہے ہیں اور بھوک مٹانے کا کام کرنے نہیں دے رہے ہیں۔

اگر آپ زمین میں اچھے عمدہ بیج بوئیے تاکہ پودے نکلیں اب اگر بیج سے پودا نہ نکلے تو اس کے معنی ہیں یا تو بیج کو زمین نے قبول ہی نہیں کیا یا پھر اس کو وقت پر ہوا، روشنی، پانی اور گرمی، سردی کی پرہیز نہیں ملی یا زمین ٹھیک نہیں ہے اس میں کچھ بیماریاں ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی انسان زبان سے بے شعوری کے ساتھ تقلیدی اور روایتی انداز میں سمجھے بغیر کلمہ کو پڑھتا رہے مگر کلمے کے اثرات اور فائدے اس کی زندگی میں نظر نہ آئیں تو اس کے صاف معنی ہیں کہ کلمہ کا بیج یا تو صحیح طریقے سے دل میں جگہ ہی نہیں پایا یعنی بیج نہیں بویا گیا یا پھر جسم کے بیمار ہونے کی وجہ سے جسم نے اُسے قبول ہی نہیں کیا یا پھر کلمہ کے مطابق پرہیز نہیں کی گئی۔

اب ذرا سوچئے کہ ایک انسان کسی درخت کے پھل سے رس نکال کر اس کو گندہ اور ناپاک بنا دیتا ہے اور وہ گندہ اور ناپاک پانی شراب کی شکل میں لوگوں کے جسموں میں جب داخل ہوتا ہے تو جسم کا حال ہی بدل جاتا ہے اس شراب کے پینے والے کی رفتار گفتار بدل جاتی ہے، چال ڈھال حرکات واعمال ہی بدل جاتے ہیں، وہ اپنا ہوش گم کر لیتا ہے، تو جب گندہ اور ناپاک پانی کا اثر نشہ کی حالت میں ظاہر ہوتا ہے تو ذرا غور کیجئے پاک اور طیب کلمہ کا بار بار اقرار کرنے، اس کی تسبیح پڑھنے اور اس کا ورد کرنے کے باوجود بہت سے انسانوں کی نہ

رفتار میں فرق نظر آتا ہے، نہ گفتار میں فرق، نہ حرکات بدلتے، نہ اعمال بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں، وہ کلمہ پڑھ کر بھی غیر ایمانی زندگی، غیر اسلامی زندگی، محمد رسول اللہ ﷺ سے دور زندگی گذارتے ہیں، تو اس کے صاف صاف معنی ہیں کہ ایسے انسانوں نے کلمہ کو سمجھا ہی نہیں اور کلمہ کا شعور ہی نہیں رکھتے، وہ کلمہ پڑھ کر صرف اللہ کے بندے بننے کے بجائے ہزاروں کے بندے بنے ہوئے نظر آتے ہیں، مگر ان کو اسکا احساس تک نہیں ہوتا، جو چیز دل میں اتر جاتی ہے، اس سے انسان کا حال بدل جاتا ہے، تو پھر کلمہ اگر دل سے پڑھا گیا تو حال کیوں نہیں بدل رہا ہے؟ صحابہؓ نے کلمہ کو اور محمد رسول اللہ کو دل سے مانا، دل میں اتارے تھے اس لئے ان کی زندگی اسلامی اور ایمانی زندگی تھی، اگر بے شعوری کی اور بغیر سمجھے صرف زبانی پڑھنے کی بات ہوتی تو ابولہب، ابوجہل تو آسانی سے پڑھ لیتے اس سے ان کی چودھراہٹ بھی باقی رہتی اور خواہشات بھی چلتی رہتیں، مگر ان کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ کلمہ صرف رسمی اور زبانی اقرار کرنے کا نام نہیں، پوری زندگی میں اس کے اثرات کو ظاہر کرنا پڑے گا۔

چنانچہ کامل اور صحیح مسلمان بننے کے لئے کلمہ کا حق ادا کرنا ہوگا، محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد ایک مسلمان پر محمد رسول اللہ کے جو حقوق آتے ہیں انہیں پورا کرے بغیر وہ محمد رسول اللہ کا سچا امتی نہیں بن سکتا، محمد رسول اللہ کا حق ادا کرنے کے لیے حسب ذیل چار حقوق پہلے ادا کرنے ہوں گے۔

**(۱) محمد رسول اللہ کو سچا مان کر آپ پر ایمان لانا ہوگا۔**

**(۲) محمد رسول اللہ اور تمام پیغمبروں کی عظمت کا اعتراف دل سے کرنا ہوگا۔**

**(۳) محمد رسول اللہ سے جان و مال سے بڑھ کر محبت کرنا ہوگا۔**

**(۴) محمد رسول اللہ ہی کی اطاعت واتباع کرنا ہوگا۔**

پھر ایک بار یاد رکھئے کہ محمد رسول اللہ کہنے کے بعد ان چار شرائط کو پورا کرنے سے محمد رسول اللہ سے تعلق قائم ہوگا اور امتی کی حیثیت سے حق ادا ہوگا، اور ایک انسان صحیح ایمان والا کہلائے گا۔



# دنیا شجر طیبہ کے باغات لگانے کی جگہ ہے

جب کلمہ کا بیج دل کی زمین میں جڑ پکڑتا ہے تو جسم سے شجر طیبہ کی شکل میں نکلتا ہے اور وہ دنیا کی اس زندگی میں عقیدہ، اخلاق، فکر وخیالات کے ذریعہ عمدہ خوشبودار مزے دار طاقتور پھل اور بیج دیتا ہے، جس سے دنیا کے دوسرے انسان فائدہ اٹھاتے، اس کی خوشبو اور مزے اور سایے کے لئے تڑپتے اور متاثر ہوتے ہیں، تمام درختوں میں شجر طیبہ کے درخت کو پسند کرتے، چنانچہ انسانوں کو دنیا کی اس زمین میں شجر طیبہ کا درخت لگا کر شجر طیبہ کے باغات لگانے کا موقعہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور پھر اُن باغات کے پھولوں، پھلوں کو آخرت میں کاٹنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ عطا فرمایا۔

گویا دنیا آخرت کی کھیتی اور فصل اُگانے کی جگہ ہے، اگر ایک انسان کلمہ ہی کو نہ سمجھے یا کلمہ ہی کو نہ مانے تو گویا وہ سرسبز وشاداب اور پھل دار فائدہ مند باغات لگانے سے انکار کر رہا ہے، یا ایک انسان کلمہ کا بیج تو حاصل کرلے لیکن اس کی جگہ وہ کانٹے دار زہریلا درخت اور پودے لگائے تو وہ جس طرح دنیا میں جوار اور باجرا بو کر چاول اور گیہوں حاصل نہیں کرسکتا، اور کانٹے دار درخت کے بیج بو کر آم اور سیب حاصل نہیں کرسکتا اُسی طرح وہ دنیا کی اس زمین پر شجر خبیثہ کا درخت لگا کر آخرت میں، مزیدار طاقتور اور میٹھے پھل حاصل نہیں کرسکتا، جس طرح دنیا میں آم کے درخت سے آم نکلتا ہے اُسی طرح شجر طیبہ سے جنت ملے گی اور شجر خبیثہ سے دوزخ ہی ملے گا، غرض دنیا میں جو بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے اس کے علاوہ فصل ڈالنے کے بعد جو چیزوں کی کمی اور غلطی رہ گئی تھی اس کا اثر اور نقصان بھی کھیتی تیار ہونے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔

# پیغمبر پر ایمان لائے بغیر ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا

**وَمَن يَكْفُرْ بِالإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْن**

ترجمہ: ''جس نے ایمان لانے سے انکار کیا تو اس کا ہر عمل ضائع گیا، اور وہ آخرت کے روز خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا''۔(المائدۃ:۵)

اسلام نے جن چیزوں پر ایمان لانے کو لازمی اور ضروری قرار دیا ہے ان میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بالرسالت ہے جو کلمہ کا دوسرا حصہ ہے محمد رسول اللہ کو ماننے اور ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان صحیح نہیں ہوتا اور نہ قبولیت کا درجہ پاتا ہے، اگر کوئی انسان تمام پیغمبروں کا یا کسی ایک پیغمبر کا انکار کرتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ کی تعلیمات کو نہیں مانتا ہے، ایسی صورت میں وہ چاہے خدا کو مانے یا نہ مانے، اس کے لیے دونوں حالتیں گمراہی کی ہوں گی وہ ایمان سے خارج مانا جائے گا، اور اس کا شمار خدا کو نہ ماننے والوں ہی میں ہوگا، یعنی محمد رسول اللہ کا یا آپ کی تعلیمات کا انکار کر کے اپنے ذہن و دماغ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اعتقاد قائم کر لینا ایمان نہیں کہلاتا، چاہے وہ توحیدی عقیدہ ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان وہی صحیح اور معتبر ہے جو محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے تحت لایا جائے، جس طرح محمد رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پہچان کرواتے ہیں اور ماننے کی دعوت دیتے ہیں اُسی طرح اللہ تعالیٰ کو ماننا صحیح ماننا اور ایمان لانا ہے، اِسی ایمان کو اسلام میں قبولیت کا درجہ حاصل ہے، اس لیے کہ خدا کے بارے میں صرف وہی عقیدہ صحیح ہے جو پیغمبر نے بتایا ہے اور نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان بلکہ آخرت پر ایمان، کتابوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور فرشتوں پر ایمان کو بھی محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے مطابق ماننا اور ان پر ایمان لانا پڑے گا، تب ہی صحیح اور حقیقی ایمان حاصل ہوگا، اور جو عقیدۂ ایمان محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے خلاف ہو یا آپ کی سند کے خلاف ہو یا آپ کے انکار کے ساتھ ہو وہ ہرگز ہرگز ایمان نہیں ہوگا۔

جس طرح ایمان باللہ کے بغیر اسلام کا کوئی تصور ہی نہیں اُسی طرح ایمان بالرسالت



محمد رسول اللہ کے بغیر اسلام کا کوئی تصور ہی نہیں، جس طرح توحید کی روح سے اللہ تعالیٰ کو اکیلا اور یکتا ماننا لازمی اور ضروری ہے اُسی طرح رسالت کے اعتبار سے محمد رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول اور پیغمبر مان کر ایمان لانا ضروری ہے ہر وہ عمل و اطاعت جو محمد رسول اللہ کی نسبت اور تصدیق سے کیا جائے گا، اعمال صالحہ بنے گا اور بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ پائے گا، اس کے برعکس ہر وہ عمل و اطاعت جو محمد رسول اللہ کی سند سے ہٹ کر ہو یا رسالت کے تحت نہ ہو تو وہ مردود قرار دیا جائے گا اور رد کر دیا جائے گا۔

دوسری چیز یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ جس طرح لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا انکار انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے، اور انسان ایمان کامل سے محروم ہو جاتا ہے اُسی طرح محمد رسول اللہ کے اقرار کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا صحیح شعور نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی صحیح نہ ہو یا انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ مخلوقات کو بھی اللہ جیسے کمالات، خوبیوں اور صفات والا ماننے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق مخلوقات کو بھی دے تو اس کا محمد رسول اللہ کا اقرار کرنا بھی اس کو حقیقی اور صحیح ایمان تک نہیں پہنچاتا اور وہ ایمان والا نہیں کہلاتا، ایسے انسانوں کو محمد رسول اللہ کے اقرار سے پہلے لا الہ الا اللہ کو صحیح اور درست کرنا بہت ضروری ہے، اس کی مثال موجودہ زمانے میں نظر آتی ہے، بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی صحیح نہیں رکھتے اور خاندانی، تقلیدی، نسلی، یا قانونی اعتبار سے باپ دادا کی تقلید میں کلمہ کے ذریعہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے محمد ﷺ کو اللہ کا آخری پیغمبر بھی مانتے اور آپ ﷺ سے محبت کا زبانی دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر وہ محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے خلاف اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں مخلوقات کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور درگاہ، جھنڈا، علم، بزرگانِ دین سے اپنی منتیں مرادیں اور دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سجدہ، رکوع، دعاء، منت مراد، محبت خوف، طواف مخلوقات کو دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی دہائی اور بڑائی المدد کہہ کر مخلوق کو پکارتے اور نبی کو خدا کے مقام پر بٹھاتے اور خدا کے برابر ظاہر کرتے، اور خالص خدا کا نام لینا گوارا نہیں کرتے، یہ بھی کلمہ پڑھنے کے باوجود ایمان کی کیفیت نہیں، گمراہی کفر و بربادی اور غیر اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو ویسے ماننا ہے جیسے محمد رسول اللہ نے تعلیم دی صحابہ کرام نے ویسا ہی مانا تھا، اپنی مرضی اور خیالات کے مطابق اللہ کو ماننا محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

پھر ایک بار یاد رکھئے کہ اگر کوئی انسان لا الہ الا اللہ کو تو مانے مگر محمد رسول اللہ کو نہ مانے تو وہ مومن نہیں اس لئے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار یہودی، نصرانی اور دوسرے بھی کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ایمان کہا اس لئے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ کو نہیں مانا، انسان کے دل میں ایمان کی روشنی اُسی وقت آتی ہے جب لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا کنکشن اور تعلق قائم ہو جائے دنیا میں بجلی پاور ہاؤس کے کنکشن سے آتی ہے جب دو کنکشن ملتے ہیں تو روشنی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح جب ان دو کنکشنوں سے رشتہ قائم ہوگا تو انسان کے قلب میں ایمان کی شمع روشن ہو جائے گی۔

**پیغمبر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ:**

☆ پیغمبر کو اللہ کا رسول اور پیغمبر مان لیا گیا ہے۔

☆ پیغمبر کو اللہ کا خاص نمائندہ اور بھیجا ہوا مان لیا گیا ہے۔

☆ پیغمبر کو ہی اللہ کا پیغام پہنچانے والا مان لیا گیا ہے۔

☆ پیغمبر کو ہی اللہ کی مرضی سمجھانے والا مان لیا گیا ہے۔

☆ پیغمبر کی اطاعت اللہ کی اطاعت تسلیم کرلی گئی ہے۔

☆ پیغمبر کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی تسلیم کرلی گئی ہے۔۔

☆ پیغمبر کے ہر حکم اور عمل کو اللہ کا حکم تسلیم کرلیا گیا ہے۔۔

☆ پیغمبر کا انکار یا مخالفت گویا اللہ کا انکار اور مخالفت ہوگی۔

☆ پیغمبر کے ساتھ بغاوت گویا اللہ کے ساتھ بغاوت ہوگی۔

☆ اس کے ہر حکم کو نہ ماننا گویا اللہ کے حکم کو نہ ماننا ہوگا۔



# پیغمبر پر کامل درجہ کا یقین ہونا شرط ہے

**إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا** (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ: ”حقیقی مؤمن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی شک میں بتلا نہ ہوئے“۔

انسان کو یقین کامل پیدا ہونے کے تین درجے ہیں:

**(۱) علم الیقین:** وہ یقین جو انسان کو علم و اطلاع کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے۔

**(۲) عین الیقین:** وہ یقین جو انسان کو مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے۔

**(۳) حق الیقین:** وہ یقین جو انسان کو تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔

مثلاً ہمیں اخبار سے یا ٹی وی یا کسی اطلاع دینے والے سے یہ خبر ملی ہے کہ فلاں محلے میں دس مکانات آگ کی نذر ہو گئے، یہ علم الیقین ہے جو خبر اور اطلاع کی بنیاد پر حاصل ہوا، اس پر انسان بھروسہ کرتا ہے، دوسری شکل یہ ہے کہ انسان خود وہاں جا کر گھروں کو جلتا ہوا دیکھے یہ عین الیقین ہوگا، جو مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے، تیسرا یہ کہ لوہے کی سلاخ گرم اور لال انگارے کو انسان خود ہاتھ لگا کر دیکھے اور آگ کی گرمی، جلن اور تکلیف کو محسوس کرے یہ حق الیقین ہے جو چھو کر حاصل کیا گیا کہ ہاں! لوہے کی سلاخ آگ بنی ہوئی ہے، اِسی پختہ یقین کو اسلامی اصطلاح میں ایمان“ کہتے ہیں، ایمان دراصل نام ہے اس عقیدہ کا جو شک اور غیر یقینی کیفیت سے پاک ہو، دل کے یقین کے ساتھ اعتماد، بھروسہ اور جذبۂ انقیاد کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔

مثلاً انسان کو سانپ کے کاٹنے سے زہر چڑھنے کا یقین کامل ہوتا ہے حالانکہ اس کو سانپ نے کبھی کاٹا نہیں، انسان کو پانی میں ڈوبنے کا یقین کامل ہوتا ہے حالانکہ وہ کبھی پانی میں ڈوبا نہیں، جس طرح انسان کو آگ سے جل جانے کا یقین کامل ہوتا ہے حالانکہ وہ جلا نہیں، جس طرح بجلی سے شارٹ لگنے کا یقین کامل ہوتا ہے۔

بالکل اُسی طرح پختہ یقین کامل اور عقیدہ محمد ﷺ کے پیغمبر اور رسول ہونے کا اور

آپ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات پر ہونا ضروری ہے، اس میں ذرا سا بھی شک وشبہ ایمان نہیں کہلاتا، اسلام جو نظامِ زندگی دیتا ہے اس کو ساری طاقت وقوت اِسی بنیادی عقیدہ کے کامل اور مضبوط ہونے سے حاصل ہوتی ہے، انسانی اعمال میں جو بجلی اور گرمی آتی ہے وہ اِسی عقیدہ ایمان کے پختہ ہونے سے آتی ہے، اسلام نے انسانوں کو محمد ﷺ پر اور دوسرے تمام انبیاء پر پختہ درجہ کا ایمان رکھنے کی شرط رکھا ہے، چاہے دنیا کے دوسرے لوگ مانیں یا نہ مانیں، انسانوں کا علم غلط ہوسکتا ہے، انسانوں کا دیکھنا اور سننا غلط ہوسکتا ہے انسانوں کی عقلیں غلط سوچ اور سمجھ سکتیں ہیں، مگر محمد ﷺ اور آپ کی تعلیمات میں ذرا برابر غلطی نہیں، صحابہ کرام کے ایمان کا یہی حال تھا، وہ محمد ﷺ کو ماننے میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھتے تھے، رسولوں کی سچائی اور راست بازی پر ایمان رکھنا واجب ہے، جب پیغمبر پر پختہ درجہ کا ایمان ہوگا تو انسان اللہ تعالیٰ کی وحی قرآن مجید کی ہر بات اور ہر حکم کو پختہ طور سے ہی مانے گا، فرشتوں، کتابوں، اور قیامت، عالم برزخ، میدان حشر اور جنت دوزخ اور وہاں کے انعامات اور سزاؤں پر اُسی پختگی کے ساتھ ایمان رکھے گا۔

**مسلمانوں کی کثیر تعداد نسلی، خاندانی، قانونی فقہی، بے شعوری والا تقلیدی اور روایتی ایمان رکھتی ہے، اور اللہ کی صحیح پہچان رکھے بغیر اسلام پر زندگی گذارتی ہے، اپنے اور اپنی اولاد کو اللہ کی صحیح پہچان کروانا ہو اور کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھ کر اپنے ایمان کو بڑھانے کا طریقہ جاننا ہو تو مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی اور عبداللہ صدیقی کی کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے ضرور پڑھئے اور پڑھائیے۔ اور اپنی اولاد میں حقیقی اور شعوری ایمان پیدا کیجئے۔**



# تمام انبیاء پر دل سے ایمان لانا ہی ایمان بالرسالت ہے

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ. (بقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ: ''رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کو ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے''۔

ایمان بالرسالت کے معنی ہیں تمام پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور محمد رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے پیغمبروں پر بھی ایمان لایا جائے، جس طرح اللہ کو مان کر رسالت کا انکار کرنا کفر ہے، اُسی طرح کسی ایک نبی کو جھٹلا کر اور انکار کر کے یا کچھ پیغمبروں کو مان کر کچھ کا انکار کر کے یا صرف محمد رسول اللہ کا یا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرنا اور دوسروں کا انکار کرنا بھی کفر ہے، اس کو ایمان بالرسالت نہیں کہتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جھٹلانے والا جس تعلیم کو جھٹلا رہا ہے وہ صرف ایک نبی کی تعلیم نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہے، اس لیے اسلام نے یہ شرط رکھی ہے کہ دین اسلام پر ایمان لانے کے لئے محمد رسول اللہ کے ساتھ ساتھ پچھلے تمام انبیاء اکرام پر بھی ایمان لایا جائے اس لئے کہ تمام انبیاء نے ایک ہی دین کی دعوت دی، سب کے سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں اور ایک ہی چشمے اور مالے کے موتی ہیں، وہ سب کے سب سچے برحق تھے، تو پھر کیسے کسی ایک کڑی اور موتی اور شاخ کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ اور کیسے کسی کو جھٹلایا جاسکتا ہے؟ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے منتخب اور بھیجے ہوئے نمائندے تھے، انسانوں کو اپنے اپنے زمانوں میں اللہ کا تعارف، احکام ومرضیات کا علم انہیں سے ملتا تھا، ان کے چلے جانے کے بعد ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو لوگوں نے تبدیل

کر دیا، اوران کی روح ہی ختم کر دی، اللہ تعالیٰ نے پچھلے تمام انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا، مگر سب پر ایمان لانے کی شرط رکھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مالک کے ایک نمائندہ کو تو مانا جائے اور اُسی مالک کے دوسرے نمائندہ کا انکار کر دیا جائے؟ عقل بھی اس کو نہیں مانتی، اگر کوئی انسان ایسا کرے تو یہ مالک کے ساتھ بغاوت اور نافرمانی ہے، حضور ﷺ کے آنے کے بعد قرآن مجید نازل ہونے کے بعد تمام پیغمبروں کی نبوت کو منسوخ کر دیا گیا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے سورج نکلنے کے بعد چاند اور ستارے تمام کی روشنی چھپ جاتی ہے اُسی طرح قرآن مجید کے بعد اب کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی حضور کی نبوت قیامت تک کے لیے اور ساری دنیا کے لئے جاری ہے، حضور کے علاوہ کسی کی نبوت اب جاری نہیں، دوسرے تمام نبی اور رسول مختلف قوموں میں خاص خاص وقت کے لئے آئے تھے اور ان کی نبوت ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے نہیں تھی۔

اگر کوئی محمد رسول اللہ کو تو مانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے تو خود بخود حضرت محمد ﷺ کی دعوت کی نفی ہو جائے گی، اسی لیے اسلام نے یہود و نصاریٰ کو بتلایا کہ وہ محمد رسول اللہ کا اور قرآن کا انکار کر کے اپنے نبی اور اپنی کتابوں کا بھی انکار کر رہے ہیں، یہودی توحید کا دعویٰ کر کے حضرت آدمؑ کو مانتے اور حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ یعقوبؑ اور یوسفؑ وغیرہ کو مانتے بعض کو مانتے اور بعض کو پیغمبر ہی نہیں مانتے حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کو بادشاہوں کی حیثیت سے مانتے اور بعض کو پیغمبر نہیں مان کر روحانی قوت والا مانتے مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو اور محمد رسول اللہ کو اور قرآن مجید کو نہیں مانتے قرآن نے ان کے اس ایمان کو رد کر دیا اور ایمان سے خارج کر دیا، عیسائی بھی توحید کا دعویٰ کر کے بعض پیغمبروں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے، مصر کی تاریخ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ تک نہیں تھا، یہ لوگ بھی محمد رسول اللہ اور قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں حالانکہ آخرت کو، فرشتوں کو، تورات و انجیل اور زبور کو مانتے جنت اور دوزخ کو مانتے اور خود اپنے پیغمبر حضرت عیسی کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہیں، بیٹا مانتے ہیں اور خدا کو تمام انسانوں کا باپ کہتے ہیں، قرآن مجید نے ان کو بھی ایمان سے خارج کر دیا اور بتلایا کہ اس



طرح ماننا نبیوں کی تعلیم نہیں، یہ لوگ محمد رسول اللہ اور قرآن کا انکار کر کے خود اپنی کتاب اور اپنے نبی کا انکار کر رہے ہیں، اسلام نے صاف صاف یہ تعلیم دی کہ جو شخص کسی ایک نبی کو جھٹلائے گا یا انکار کرے گا وہ گویا تمام نبیوں کو جھٹلانے کا مجرم ہوگا، کیونکہ وہ جس تعلیم اور جس نمائندہ کو جھٹلا رہا ہے وہ اللہ کا نمائندہ اور وحی الٰہی کی تعلیم کے حصے کو جھٹلا رہا ہے، انسان کے دل میں ایمان کی روشنی اُسی وقت آتی ہے جب وہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہوئے محمد رسول اللہ کا اقرار کرے، اُسی سے دل میں ایمان کی شمع منور ہوتی ہے قلب اور دماغ ایمان کے نور سے روشن ہوتے ہیں، اس لیے محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والا کسی نبی کا انکار نہیں کرتا، سب کو برحق مانتا اور سب پر ایمان رکھتا ہے تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے نبی اور رسول آئے وہ سب کے سب سچے اور برحق تھے تمام انبیاء آسمانِ نبوت کے ستارے تھے، حضور ﷺ کے آنے کے بعد تمام پچھلی شریعتیں اللہ نے منسوخ کر دیں، حضور کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

## کسی کو بھی قیاس کی بنیاد پر نبی ماننا ایمان سے خارج کر دیتا ہے

ایمان بالرسالت میں یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ جو نبی اور پیغمبر ہیں ان کو نبی اور پیغمبر نہ ماننا کفر ہے اور جو نبی اور پیغمبر نہیں ہیں ان کو نبی اور پیغمبر ماننا بھی کفر ہے، قرآن اور حدیث میں جن نبیوں اور پیغمبروں کے نام بتلائے گئے ہیں ان کو ہم نام بنام نبی اور پیغمبر مانیں گے اور جن کے نام نہیں بتلائے گئے اُن پر ہم اجمالی ایمان رکھیں گے کہ جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجے ہیں ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مانتے ہیں ان کی صحیح تعداد اور ان کے نام صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے جن کا نام قرآن و حدیث میں نہیں بتلایا گیا ہم اپنی طرف سے انکا نام نبیوں اور رسولوں کے نام کے ساتھ نہیں لے سکتے۔

بعض لوگ بے شعوری میں یا غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لئے ان کی قوم کے بڑے

اور مشہور لوگوں کے کارناموں یا کمالات اور اچھائیوں مثلاً خدا پرستی کا جذبہ، خدمت خلق، شرک سے دوری کی بنیاد پر اپنی عقل سے زبردستی ان کے نام کے ساتھ نبی اور پیغمبر کا منصب جوڑ کر بات کرتے ہیں، اچھی طرح یاد رکھئے کہ جن لوگوں کے نام پیغمبروں کی فہرست میں نہیں بتلائے گئے ہم ان کا نام لے کر پیغمبر کہیں یا قیاس کی بنیاد پر پیغمبر کہیں تو یہ کفر ہے اور اسلامی عقیدہ ایمان کے خلاف ہے، ایسا کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اس میں احتیاط کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا اور قیامت تک حضور ﷺ کی نبوت جاری رہے گی، اگر کوئی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو ظلی نبی (حضرت محمد کا سایہ) بتلائے تو نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس کی نبوت کو ماننے والے دونوں کافر ہوجاتے ہیں اس لیے کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور پیغمبر آنے والا نہیں جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ بھی جھوٹا اور جو اس نبوت کو مانے وہ بھی جھوٹا، اس لئے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی ماننا قرآن مجید کو جھٹلانا اور آپ کے ختم نبوت کا انکار کرنا ہے۔

البتہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ جن کا ابھی انتقال نہیں ہوا ہے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے، آپ نبی ہونے کے باوجود حضور ﷺ کے امتی بنیں گے اور حضور ﷺ ہی کی لائی ہوئی شریعت پر چلیں گے، وہ بھی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کریں گے، ان کے رہتے ہوئے مسلمان حضور ﷺ ہی کو اپنا پیغمبر مانیں گے اور حضرت عیسیٰ پر پچھلے نبیوں کی طرح ایمان رکھیں گے۔



# پیغمبروں کو ماننے میں غلو کر کے انسان حقیقی ایمان سے محروم ہوجاتا ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (الانبیاء:۷)

ترجمہ: ''اور اے محمد تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے، تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو''۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

ترجمہ: ''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔

پیغمبروں پر ایمان لانے میں اعتدال کا ہونا بہت ضروری ہے، ایمان قبول کرنے کے لئے ایمان بالرسالت کی پہلی اور اولین شرط یہ ہے کہ پیغمبروں کو بشر مانا جائے، اگر کوئی ان کو بشر نہ مان کر ان کی بشریت کا انکار کردے تو وہ حقیقی ایمان سے محروم ہوجاتا ہے، تمام انبیاء علیہم السلام نہ فرشتوں میں سے تھے نہ جنوں میں سے تھے اور نہ خدا جیسی صلاحیت وصفات رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور پیغمبروں کا انتخاب انسانوں میں سے کیا اور تمام پیغمبر انسان ہی تھے، قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر دوسرے پیغمبروں کا ذکر کر کے ان کے خاندان، حسب نسب کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ فلاں فلاں انسانوں کی نسل اور اولاد تھے یعنی قرآن نے صاف صاف تعلیم دی کہ حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت یونس اور حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف حضرت اسماعیل علیہم السلام سب کے سب انسان ہی تھے اور ان سے انسانی نسل ہی چلی ہے حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے بعد ان کی والدہ نے ایک صندوق میں ان کو ڈال کر دریا میں بہادیا، اور ان کی پرورش ان کے ماں ہی کے دودھ سے شاہی محل میں ہوئی اُسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے کے بعد جھولے میں بات کی، اور خاص طور پر قرآن نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے بارے میں

فرمایا کہ وہ اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے، کہیں حضرت ابراہیم اور حضرت زکریاؑ کے اولاد نہ ہونے کا ذکر کیا اور حضرت یعقوب کے بیٹوں کا تذکرہ کیا اور حضرت یوسف کی تو پوری داستان ہی بیان کردی اور ان کے انسان ہونے کو سمجھایا، اس لئے پیغمبروں کو ماننے میں افراط اور تفریط سے بچا جائے، کسی نبی کو خدا کے دیئے ہوئے مقام اور مرتبے سے نہ آگے بڑھایا جائے اور نہ فوق البشر بنایا جائے اور نہ ان کو انکے مقام سے گرا کر کم درجہ کا بتلایا جائے، دنیا کی دوسری قوموں نے اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ غلو کیا، بعضوں نے نبیوں کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا، اور ان کی پرستش شروع کردی، ان کو بھی خدا کے برابر کر کے یا خدا کی طرح پکارنے لگے یا خدا ہی کا روپ سمجھنے لگے، کسی نے اوتار کی شکل دے کر خدا سے ملا دیا، جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے اور ان کی پرستش بھی کرتے ہیں اور ایک کو تین، تین کو ایک سمجھ کر خدا کا جزء سمجھتے اور اٹھتے بیٹھتے خدا کو یاد کرنے کے بجائے ان ہی کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں، یہودی لوگوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنا دیئے، چنانچہ بعض مسلمانوں نے محمد ﷺ کے ساتھ غلو کر کے ان کو فوق البشر بنا دیا، خدا کے برابر کر کے نہ تو خدا مانتے اور نہ بشر ہی مانتے ہیں، اس طرح نبی کی شخصیت کو مشکوک بنا کر نہ خدا مانتے اور نہ بشر مانتے ہیں بعض لوگ نبی کو محض اپنے جیسا عام انسان مان کر ان کے مقام و مرتبے کو گھٹا دیتے ہیں اور ڈاکیہ سے مثال دے کر نبی کی حیثیت ہی گرا دیتے ہیں، یہ تمام صورتیں پیغمبر پر ایمان لانے کی گمراہی اور غلط ہیں۔

عیسائیوں کی سب سے بڑی بنیادی غلطی اور گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ اور رسول ماننے کے بجائے خدا کا بیٹا، خدا کا جزء اور شریک بنا دیا، اور خدا کو سارے انسانوں کا باپ بنا دیا، اگر وہ اپنی اس بنیادی غلطی کو سمجھ جائیں تو پھر ان کو محمد رسول اللہ کی تعلیمات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں اور وہ جلد اسلام قبول کر کے ایمان والے بن سکتے ہیں موجودہ زمانے میں جو عیسائی اسلام قبول کر رہے ہیں وہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد رسول اللہ کی تعلیمات کو آسانی سے سمجھنے میں سب سے بڑا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ انہوں نے جیسے ہی حضرت عیسیٰ کو بشر اور اللہ کا رسول سمجھا ان کو اسلام قبول کرنا آسان ہو گیا، اور وہ ایمان قبول کر



بیٹھے جب ایمان بالرسالت میں خرابی آجائے تو عقیدۂ ایمان غلط ہو جائے گا سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کو انسانوں کے سامنے اپنے بشر ہونے کا اعلان کرنے کی تعلیم دی **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (الکھف:۱۱۰) (اے محمد) کہدو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں، اس آیت کی روشنی میں اگر کوئی انسان محمد رسول اللہ کو بشر نہ مانے تو قرآن مجید کی آیت کا انکار ہو جائے گا، اور جو قرآن مجید کی آیت کا انکار کرے گا وہ کافر بن جاتا ہے، اس لیے نبیوں اور رسولوں کو ماننے میں اعتدال اور سچائی یہ ہے کہ ان کو انسان اور بشر مان کر ایمان لایا جائے تب ہی ایمان بالرسالت صحیح ہو گا، ایک مسلمان کلمہ طیبہ کے بعد دوم کلمے میں محمد عبدہ ورسولہ کے الفاظ سے آپ کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتا ہے۔

جن لوگوں نے پیغمبروں اور رسولوں کو بشر نہ مان کر یا فوق البشر مان کر یا خدا کے برابر کر کے ان کی پرستش کی تو وہ ان کی اپنی اپنی سمجھ کی غلطی اور انکا غلو اور ان کے جی کی خواہش اور طریقہ تھا، خدا کے کسی رسول اور نبی نے انہیں اپنی عبادت کی تعلیم نہیں دی اور نہ اپنے آپ کو اللہ کے مقام پر بیٹھایا، تمام پیغمبر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف کروا کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت و بندگی سکھانے آئے تھے اپنی پرستش کروانے کے لیے نہیں آئے، یہاں تک کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ خدا کے بیٹے اور خدا کا جزء ہیں، ذرا غور کیجئے کہ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں نے یہ تعلیم دی کہ خدا اکیلا ہے اس کے کوئی اولاد نہیں وہ اہل وعیال سے پاک ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپکو بیٹا ہونے کی تعلیم کیسے دیتے؟ پیغمبروں کے بعد ان کے صحابیوں اور ولیوں کے ساتھ بھی غلو کیا گیا اور ان کو بھی آگے بڑھایا گیا، اور ان کو خدا تک پہنچانے کا ذریعہ اور واسطہ سمجھایا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ آئیں گے تو وہ خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور نہ میں نے صلیب پر جان دی نہ میں کسی کے گناہوں کا کفارہ بنا اور نہ سور کو حلال کیا اور نہ کسی کو شریعت کی پابندی سے آزاد کیا۔

اسلام انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ پیغمبر پر صحیح طریقے سے ایمان لائیں، ان میں کوئی خدائی صفات اور خدائی طاقت نہ مانیں اور نہ ان کو فوق البشر بنائیں جو خدا اور بندے

کے درمیان کی جگہ ہے وہ نہ دیں، اگر کوئی ان کو ان کے مقام سے گرائے گا یا ان کے مقام سے اٹھا کر اونچا مقام دے گا تو یہ پیغمبر پر ایمان لانا نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے ان کو جس طرح ایمان لانے کی تعلیم دی اور انہوں نے خود جس طرح اپنے آپ پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا اور صحابہ نے جس طرح ایمان لایا اُسی طرح ایمان لانا ہوگا، وہی ایمان صحیح ہوگا، ہمارے نبی انسان ہی تھے لیکن سب مخلوقات میں افضل تھے اللہ کے انتہائی مقرب بندے تھے اُسی کا اظہار کلمہ شہادت میں ہم کرتے ہیں۔

## پیغمبر کو بشر نہیں مانا گیا یا فوق البشر بنا کر بشریت سے انکار کیا گیا

## تو یہ بھی صحیح ایمان کے خلاف ہوگا

**وما أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ.** (الفرقان:۲۰)

ترجمہ: اے محمد تم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔

انسان جب شیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہی کا شکار ہوجاتا ہے تو بعض انسان پیغمبر کو بشر جیسے کام کرنے کے سبب پیغمبر نہیں مانتے اور دوسری طرف ان سے غیر معمولی کام دیکھ کر ان کے ساتھ غلو کر کے فوق البشر کہہ کر ان کی بشریت ہی کا انکار کر دیتے ہیں، غرض بشریت اور پیغمبری دونوں ایک ذات میں جمع ہونا نادانوں، بیوقوفوں، اور جاہلوں کے لیے ہمیشہ گمراہی اور معمہ بنا رہا۔

اسلام نے صاف طور پر یہ تعلیم دی کہ پیغمبر نہ خدا ہوتے ہیں نہ خدائی میں شریک ہستیاں ہوتی ہیں اور نہ خدا کی اولاد یا اوتار بلکہ وہ عام انسانوں کی طرح انسان ہی ہوتے ہیں اور عام انسانوں جیسی تمام حاجتیں رکھتے ہیں، ان میں اور عام انسانوں میں سب سے بڑا



فرق یہ ہوتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتا ہے آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، وہ فرشتوں سے کلام کرتے ہیں اور وہ اللہ کے بندوں کو وحی کی روشنی میں اللہ کی پہچان کروا کر اللہ ہی کی عبادت و بندگی کی دعوت دیتے ہیں اور خود بھی اللہ ہی کی غلامی کرتے ہیں۔

وہ اللہ کے پسندیدہ اور چنندہ محبوب و مقبول بندے ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے زبردست طاقت و قوت ملنے کے باوجود الوہیت اور خدائی کا ان میں رتی برابر بھی شائبہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر گھڑی ہر دم اپنی حاجت وضرورت کے لیے خدا کے محتاج اور مجبور تھے، خدا ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے تھے اور خدا ہی سے مدد مانگتے تھے۔

اسلام نے حضرت الیاس علیہ السلام کا واقعہ پیش کر کے یہ بتلایا کہ انہوں نے جب درخت کی پناہ لی تو لوگوں نے ان کو اوپر سے آرے کے ذریعہ کاٹ دیا، اسی طرح بنی اسرائیل نے بہت سے انبیاء کا قتل کیا، قرآن مجید نے حضرت یونس علیہ السلام سے لغزش ہو جانے پر مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے اور پھر سمندر کی تہہ سے اللہ کو پکارنے اور ان کے شکار لغزش ہونے اور توبہ کرنے کی تفصیل بتلائی اور بتلایا کہ حضرت یونس اگرچہ ایک مقبول نبی تھے، لیکن جب ان سے لغزش ہوئی تو ان کو بھی پکڑ لیا گیا اور انہوں نے بھی بشر ہونے کے ناطے توبہ واستغفار کیا وہ اللہ کی مخلوق بشر تھے ان میں خدائی اوصاف رتی برابر نہ تھے۔

حضرت ایوب کے بیمار ہونے اور مصیبت میں مبتلا ہو جانے کا تذکرہ تفصیل سے کر کے بتلایا کہ انہوں نے ہر دم اللہ تعالیٰ ہی سے شفا کی درخواست کی، نبی کا مصیبت اور بیماری میں مبتلا ہونا کوئی نرالی اور عجیب بات نہیں، نبی بھی جب بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو مخلوق یعنی بشر ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ ہی سے شفا مانگتے ہیں اور سوائے خدا کے کوئی ان کو شفا نہیں دے سکتا وہ خود اپنے کو تندرست نہیں رکھ سکتے تو دوسروں کو شفا کیا دے سکتے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ اولاد سے محروم تھے، اور وہ اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے دعائیں مانگتے تھے، مخلوق یعنی بشر ہونے کے ناطے وہ خود اپنے لیے اولاد پیدا نہیں کر سکتے تھے تو وہ دوسروں کو اولاد کیا دے سکتے ہیں، وہ خود اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانے والے تھے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے فرمایا

کہ نوح اپنی بیوی اور بیٹے کو ہدایت نہیں دے سکے اور نہ ان کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچا سکے، اس لیے کہ وہ پیغمبر ہونے کے ناطے اللہ ہی کے محتاج تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ بشر ہی تھے جس کی وجہ سے ان کو مختلف تکالیف اور پریشانیوں سے گذرنا پڑا، پھر وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و نصرت سے کامیاب ہوئے، وہ بشر تھے؟ پریشانی سے روتے روتے آنکھیں چلی گئیں، حضرت یوسف کا کنویں میں ڈالا جانا، اور غلام بنا کر فروخت کیا جانا، زنا کا الزام لگایا جانا اور عورتوں کا ان کے حسن کو دیکھ کر ہاتھوں کو کاٹ لینا اور جیل میں ایک مدت تک قید ہو جانا یہ سب بشری تقاضے ہی تو تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر کے ساتھ وقت گذارنا اور مختلف کاموں پر صبر نہ کرنا یہ بشریت ہی کا تقاضا تھا موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کرنا اور عرصہ تک تربیت حاصل کرنے کے لئے حضرت شعیبؑ کے ساتھ رہنا پڑا، قرآن نے حضرت عیسی اور ان کی ماں کی بشریت کو سمجھانے کے لے ان کے کھانا کھانے کا تذکرہ کیا، اور بتلایا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش بھی ماں کے پیٹ سے ہوئی، وہ کوئی آسمان سے نہیں ٹپکائے گئے، سورہ کہف میں حضرت محمد ﷺ پر ۴۰/ دنوں تک وحی الٰہی نہ آنے کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ آپ ہمیشہ انشاء اللہ کہا کریں، انشاء اللہ کے بغیر کوئی وعدہ نہ کیا کریں، بتلایا گیا کہ پیغمبر بغیر اللہ کی ہدایت کے کوئی چیز بھی نہیں بتلا سکتے، حضور کے دندان مبارک شہید ہوئے، حضور کی اولاد کا انتقال ہوا، حضور بھوک کی تکلیف اور کمزوری کی وجہ سے طاقت کے لیے پیٹ پر پتھر باندھے، حضور کے قتل کا پروگرام بنایا گیا، حضور نے نکاح کئے، انتقال سے پہلے بیمار ہوئے اور آپ پر موت آئی، حضرت ابو طالب کو ہدایت نہ دے سکے یہ سب چیزیں حضور کی بشریت کو ثابت کرتی ہیں غرض دوسرے پیغمبروں کی طرح آپ بھی بشر تھے آپکا مقام تمام مخلوقات میں سب سے اونچا تھا، آپ میں بھی رتی برابر کوئی خدائی شائبہ تک نہ تھا۔

تمام کے تمام پیغمبر انسان ہی تھے انسانوں ہی کے طریقے پر پیدا کیئے گئے، ان کی پرورش بھی انہی غذاؤں سے ہوئی جو عام انسان کھاتے پیتے ہیں وہ بھی بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرے، سب نے نکاح کیا وہ تکالیف اور پریشانیاں جھیلتے اور دنیا کے کام اسباب کے ذریعہ



انجام دیتے، غرض اسلام نے نبیوں کے واقعات پیش کر کے صاف طور پر یہ تعلیم دی کہ تمام کے تمام انبیاء بشر اور بندے ہی تھے، الوہیت اور خدائی کا ان میں رتی برابر شائبہ تک نہ تھا، قرآن نے پیغمبروں کے بشر ہونے کی تعلیم دے کر خاص طور پر انسانوں کے گمراہ عقیدہ کی گویا تردید کر دی ورنہ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ بشر تھے اس لئے کہ وہ سب کے سب اپنے اپنے معاشرے میں انسانوں ہی سے پیدا ہوئے تھے، پھر بھی فرمایا گیا کہ وہ بشر تھے، قرآن کریم نے پیغمبروں کی بشریت کا صاف صاف تذکرہ کر کے گمراہ، نادان اور بیوقوف انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ پیغمبروں میں ذرہ برابر بھی خدائی شائبہ نہیں ہوتا اور نہ خدا خود انسانی لباس میں بشکل پیغمبر زمین پر آتا ہے۔

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ پیغمبر بھی ایک انسان ہوتا ہے لیکن انتہائی بلند ترین اور اعلیٰ ترین انسان ہوتا ہے، جس طرح کاربن سے پنسل، کوئلہ اور ہیرا بنتا ہے، جس طرح پنسل اور کوئلہ ہیرے سے کوئی برابری نہیں رکھ سکتے اُسی طرح تمام انسان پیغمبر سے کوئی برابری نہیں رکھ سکتے، پیغمبر میں تمام اعلیٰ انسانی اوصاف و کمالات ہوتے ہیں، وہ علم، عقل، فکر، نظر، فہم و فراست اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ایک کامل ترین اور اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں اس سے زیادہ کامل اور بلند ترین نمونہ کا تصور عقل انسانی نہیں کر سکتی، لیکن ان تمام خصوصیات، کمالات اور خوبیوں کے باوجود وہ بشریت کے مقام سے باہر نہیں ہوتے، ان کو خدا کے مقام پر کھڑا کرنا جہالت اور شرک ہے، ظلم ہے، گویا قرآن نے پیغمبروں کو بشر بتلا کر یہ تعلیم دی کہ وہ نہ خدا تھے اور نہ بشر سے کم تر کوئی مخلوق یا بشر سے اونچی کوئی مخلوق، اس لئے پیغمبر کے مقام کو انسانی مقام سے نہ آگے بڑھایا جائے اور نہ گھٹایا جائے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں غلو کے مرض سے دور رہنا ہوگا، بشریت کے دائرے میں آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ انسان ماننا ہوگا، مگر آپ میں خدائے واحد کی کسی صفت کا ادنیٰ سا ساجھی اور شریک نہیں بنایا جائے، انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ وحی الٰہی پر صحیح نظر نہ رکھنے کی وجہ سے غلو کے مرض سے دنیا کی کوئی قوم بچ نہ سکی، حضرت عیسیٰ کے ساتھ غلو کر کے ان کو ان کے مقام سے آگے بڑھا دیا گیا، حتی کے مسلمان بھی جن کے پاس قرآن مجید محفوظ حالت میں ہے اور دین کا پورا علم محفوظ ہے مگر پھر بھی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے حضور کو ان کے مقام سے آگے بڑھا کر فوق البشر بنا دیا اور آپ کی بشریت کے مقام و مرتبے کو مشکوک بنا دیا۔

# پیغمبر کی بشریت کا اعلان خود ان کی زبان سے کروانے کی حکمت

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ

ترجمہ: ''اے نبی ان سے کہو میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی ہے''۔ (الکہف:۱۱۰)

پیغمبر کے تعلق سے ان کے بشر ہونے کا خود ان ہی کی زبانی اعلان کروانے میں یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ نبی پر چونکہ عام انسانوں کے مقابلے وحی آتی ہے اور وہ بہت ساری ماضی، حال اور مستقبل کی غیبی خبریں اللہ کے دیئے ہوئے علم سے بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی نبوت کی تصدیق کرنے کے لئے اُن سے معجزات ظاہر کرواتا ہے، اور مختلف حالات میں ان کی غیب سے بغیر اسباب کے مدد بھی کرتا ہے ان تمام صورتوں میں عام انسان دھوکا بھی کھا سکتے ہیں اور اُن میں خدائی صفات یا خدائی طاقت یا خدا جیسا ماننا شروع کر دیتے ہیں اور پیغمبر کو خدا کے مقام پر بیٹھا کر پوجا اور پرستش بھی کر سکتے ہیں، یا فوق البشر بنا کر اور انسانوں سے اونچا بنا کر پیغمبر کی شخصیت کو مشکوک کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے معجزات دیکھ کر اور ان کی معجزاتی طور پر پیدائش دیکھ کر ہی انسانوں نے ان کو خدائی میں شریک کر دیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ ان کے بشر ہونے کا اعلان کروا کر انسانوں کو ان کے ساتھ غلط عقیدہ اور غلو یا حد سے تجاوز اختیار کرنے سے بچایا ان کی بشریت کا اعلان کروا کر ان کی بشریت کا یقین دلا گیا۔

اسلام ان کی بشریت کی صاف صاف تعلیم دے کر توحید اور رسالت کو علیحدہ علیحدہ سمجھا رہا ہے تا کہ انسان کی توحید خالص رہے اور اللہ کو اللہ کا مقام دے اور انسان توحید میں گڑبڑ پیدا نہ کرے اسی طرح پیغمبر کی بشریت کو صاف صاف طریقے سے سمجھایا کہ انسان پیغمبر کو بشر سمجھے اور پیغمبر کا مقام دے اور ان کے بھیجنے کے مقصد سے دور نہ ہو جائے اس لئے اُن ہی کی زبان سے بشریت کا اعلان کروایا گیا، ہر قوم میں پیغمبر انسانوں ہی میں سے چن کر بھیجے گئے۔



# نبی کا بشر ہونا کیوں ضروری ہے؟

ترجمہ: ''آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہی چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے'' (بنی اسرائیل:۹۵)

ترجمہ: ''اے محمد تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجے تھے وہ سب انسان ہی تھے اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے''(یوسف:۱۰۹)

ترجمہ: ''کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے''۔(الفرقان:۷)

مشرکان مکہ کے محمد ﷺ کو پیغمبر ماننے میں بے انتہا ہٹ دھرمی تھی، وہ محمد ﷺ کو بچپن سے بکریاں چرا کر بڑا ہوتا ہوا دیکھ کر اور عام انسانوں کی طرح تجارت کرتا ہوا دیکھ کر اور عام انسانی حاجتیں اور ضرورتیں رکھتا ہوا دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بشکل بشر ماننے سے انکار کرتے تھے، حالانکہ وہ جن مقدس ہستیوں کو اپنا بزرگ اور خدا کی خاص ہستیاں مانتے وہ انسان ہی تھے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انسان مانتے تھے اور اپنے آپ کو ان کی اولاد کہتے مگر حضور ﷺ کو پیغمبر بحیثیت بشر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے، انکا کہنا تھا کہ اگر خدا کو کوئی پیغمبر بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو بھیجا ہوتا، جس کے ساتھ کوئی چمتکار ہوتا، غیر معمولی طاقت رہتی اور اس کا رعب و دبدبہ ہوتا اس کو لوگ دیکھنے سے گھبراتے اور وہ کھانے پینے کی حاجتوں، بیوی بچوں کی ضرورتوں سے پاک ہوتا، یہ کیسا نبی ہے کہ جس کو مارا پیٹا جاتا، جس کے گلے میں رسی ڈالی جاتی، جس کے پاس غریب لوگ جو غلام ہیں جمع ہو گئے ہیں، جس کے پاس کوئی غیر معمولی طاقت وقوت نہیں جو نہ قوم کا سردار ہے وہ کیسے نبی ہوسکتا ہے؟ قرآن نے ان کا جواب یہ دیا کہ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے بستے تو ہم ضرور اُن کے لئے آسمان سے فرشتے ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔(پارہ ۱۵ رکوع:۱۱)

زمین چونکہ انسانوں اور جنوں کے رہنے کی جگہ ہے انسانوں کو درست کرنے اور

انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بننے کے لئے انسان ہی چاہئے اس لئے کہ نبی اگر فرشتوں میں سے ہوتا تو وہ انسانوں کے مزاج اور طبیعت سے بہت دور ہوتا، اس میں انسانی فطرت نہ ہوتی اور وہ انسانی فطرت اور مزاج کی سمجھ نہیں رکھتا اس لئے فرشتے اگر پیغمبر بنا کر بھیجے جاتے تو وہ انسانوں کے لئے نمونہ تقلید اور مثال نہیں بن سکتے تھے، اور نہ وہ انسانوں کو زندگی کے کسی شعبے میں ہدایت و رہنمائی کر سکتے تھے اس لئے کہ ان کو بشر جیسی حاجتیں ہی نہیں، وہ نفس اور خواہشات نہیں رکھتے، ان کو بیوی، بچے، بھوک پیاس، شہوت، صبر، نیکی اور گناہ کی طاقت ہی نہیں وہ روزی کمانے، فضول خرچی، قتل و خون، چوری، ڈاکہ، زنا، ناانصافی جیسے کام ہی نہیں کرتے، ان کو مصیبت، تکالیف، پریشانی اور غم کی کیفیت ہی نہیں معلوم، جس کو شہوت پیدا نہ ہوتی ہو اور جو گناہ کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو وہ کیسے انسان کے لئے نمونہ بن سکے گا، نمونہ اور مثال تو وہی بن سکتا ہے جو انسان جیسی حاجتیں اور ضرورتیں رکھتا ہو، جو انسانی نفس اور خواہشات والا ہو، جو نیکی اور بدی کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اگر فرشتے یا کوئی دوسری مخلوق پیغمبر بن کر آتی تو انسان خود یہ کہتا کہ ہم ان کی تقلید اور پیروی کیسے کریں گے؟ ان میں اور ہم میں کوئی مناسبت ہی نہیں یہ ہماری ضرورتوں ہی سے واقف نہیں، یہ تو ہم پر ظلم ہے کہ ہم ایک الگ مخلوق ہیں اور ہماری درستی اور رہبری کے لئے ایک دوسری مخلوق کو بھیجا گیا اس طرح اس کی مخالفت ہوتی اور یہ بات خود اللہ کی حکمت کے خلاف ہوتی۔

انسان انسانی مسائل، حالات اور فطرت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے نبی اور پیغمبر کسی دوسرے ملک کے انسان یا اجنبی اور نئے انسان کو بھی پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا، اگر دوسرے ملک یا شہر میں سے کسی نئے انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا تو لوگ پھر یہ کہتے کہ یہ کون ہے ہم اس سے واقف ہی نہیں، اس کے اخلاق و کردار پر ہم کیسے بھروسہ کریں، اس کی دیانت داری اور ایمانداری سے ہم واقیف ہی نہیں، اس لئے ہر علاقے میں اور ہر بستی میں ایسے ہی انسان کو منتخب کر کے نبی بنا کر بھیجا گیا جس سے لوگ واقف تھے جو اُن میں پلا بڑا ہوا، جس کی دیانت داری اور ایمانداری اخلاق و کردار سے لوگ



واقیف تھے، جس کو لوگ بہت اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے اس لئے نئے اور اجنبی اور پردیسی انسان کو بھی نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا، حضرت محمدؐ اکیلے ایسے رسول ہیں جن کو دنیا کے تمام لوگوں کے لئے رسول بنایا گیا ہے ان کا تعارف پوری دنیا کے انسانوں میں اچھی طرح ہو چکا ہے، تو مشرکان مکہ کے لیے ان کا انکار کرنا بہت مشکل تھا وہ آپ کی چالیس سالہ زندگی کے ہر موڑ سے واقف تھے آپ کو کریم ابن کریم اور صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے آپ کے اخلاق و کردار سے خوب اچھی طرح واقف تھے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے باہر سے وحی کا سلسلہ رکھا، اور وحی الٰہی کو نازل کرنے کے لئے ایک انسان کا انتخاب ضروری ہے، اسی لیے ہر قوم میں انسان ہی کا انتخاب کر کے وحی نازل کی گئی، اگر پیغمبر نہ ہو تو انسان وحی الٰہی کو حاصل ہی نہیں کر سکتا، جو انسان پیغمبر کا انکار کرتا ہے اس کا رشتہ اللہ سے صحیح طور پر قائم نہیں ہو سکتا پیغمبر کے ذریعہ اللہ اور بندے میں صحیح تعلق قائم ہوتا ہے، جس طرح انسان وحی کا محتاج ہے اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کسی انسان کو پیغمبر بنایا جائے اور اس پر وحی اتاری جائے تاکہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچ جائے یہ سلسلہ انسان کے دنیا میں آنے کے پہلے دن سے شروع ہو چکا تھا۔

## نبی اور غیر نبی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''نبوت عام انسانی رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے اُسی طرح نبوت عام انسانیت سے بالاتر ہے، پیغمبروں کی عقل و اخلاق تمام انسانوں کی عقلوں اور اخلاق سے بالاتر ہوتے ہیں انسانوں کے عجیب و غریب کام حیوانوں کو حیرت انگیز نظر آتے ہیں اُسی طرح پیغمبر کے کام انسانوں کو عجیب و غریب نظر آتے ہیں، نبی اور غیر نبی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، مگر بشریت میں نبی عام انسانوں جیسے ہی تقاضے رکھتے ہیں، جس طرح غیر نبی کو بھوک پیاس، نیند، تھکان، خوشی، غم، بیماری، پریشانی، پیدائش اور موت آتی ہے، نبی پر بھی یہ سب حالات گذرتے ہیں، غرض بشری اعتبار

سے نبی عام انسانوں جیسے ہی تقاضے رکھتے ہیں مگر نبوت میں وہ عام انسانوں سے بالکل الگ اور مختلف ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ السلام میں اتنا کمال رکھتا ہے کہ غیر نبی انکا مقابلہ اور برابری نہیں کر سکتا، غیر نبی کا علم، معلومات، عقل وفہم، اخلاق وکردار سب کچھ نبی کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوتا، عام انسان چاہے کتنی ہی محنت ومجاہدہ کرے، ترقی کرے وہ نبی اور پیغمبر کے مقام تک پہنچ نہیں سکتا، نبی کے پاس خدا کی جو معرفت اور خدا سے جو تعلق ہوتا ہے وہ غیر نبی کے پاس نہیں ہوتا، پیغمبر کے پاس اللہ کے فرشتے آتے اور وحی الٰہی لاتے ہیں وہ فرشتوں کو دیکھتے اور ان سے کلام کرتے ہیں، غیر نبی کے پاس نہ وحی آتی اور نہ فرشتے اترتے اور نہ وہ فرشتوں سے کلام کر سکتے ہیں، نبی گناہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہوتے ہیں وہ معصوم ہوتے ہیں غیر نبی سے گناہ ہوتا ہے اور وہ معصوم نہیں ہوتے، نبی اللہ تعالیٰ کے چنندہ اور منتخب بندے ہوتے ہیں، اس لیے کہ نبوت اللہ کا عطیہ ودین ہوتی ہے، غیر نبی اپنی محنت و مجاہدے سے نبی نہیں بن سکتا، دنیا کے بڑے سے بڑے فلاسفر، دانشور ماہر نفسیات اور ماہر تعلیمات سب کے سب نبی کے سامنے بے حیثیت، کم علم، عقل وفہم میں کمزور ہوتے ہیں، نبی بے حیائی وبے شرمی سے کوسوں دور ہوتے ہیں ان کے اخلاق وکردار تمام معاشرے میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز ہوتے ہیں عام انسان ان کے اخلاق تک نہیں پہنچ سکتا، نبی کا استاد اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نبی تمام انسانوں کے استاد بنتے ہیں، نبی سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں، عام انسانوں سے معجزے ظاہر نہیں ہوتے، نبی کوئی بات جی اور خواہش سے نہیں کرتے عام انسان جی اور خواہش سے بہت سی باتیں کرتا ہے، نبی کو اللہ تعالیٰ غیب کی باتیں بتلاتا ہے غیر نبی غیب کی باتیں نہیں بتلا سکتا، نبی کا خواب اور نبی کی ہر بات سچی ہوتی ہے، غیر نبی کا خواب اور ہر بات سچی نہیں ہوتی، نبی پر ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، نبی کا انکار انسان کو کافر اور فاجر بنا دیتا ہے، نبی کا انکار کیا جائے تو انسان جہنمی بن جاتا ہے، نبی تمام انسانوں کے لئے نمونہ تقلید اور مثال ہوتے ہیں، غیر نبی نمونہ تقلید نہیں ہوتا، انبیاء کا ایمان وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں سے ایک دیندار متقی پرہیزگار اللہ کے خاص بندے کے ایمان



کی انتہاء ہوتی ہے غیر نبی کا ایمان ترقی کرکے احسان کا درجہ پاتا ہے، غیر نبی کے ایمان کی کیفیت میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، مگر انبیاء کے ایمان میں کمی نہیں، زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے، غیر نبی پر شیطان اپنا اثر ڈال سکتا ہے اور بھٹکاتا ہے، پیغمبر پر شیطان حاوی نہیں ہوسکتا اور نہ بھٹکا سکتا ہے۔

## پیغمبر کی رہبری اور عام انسانوں کی رہبری کا فرق

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى o إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى o (النجم: ۳،۴)

ترجمہ: ''اور یہ رسول اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو خدا کی طرف سے وحی کی جاتی ہے''۔

عام انسان کے علم کا سارا دارومدار حواس اور اس کی عقل پر ہوتا ہے، یہ دونوں چیزیں محدود اور ناقص علم دیتی ہیں اور ان ہی کے بارے میں علم دے سکتی ہیں جو نظر آئیں یا محسوس ہوں یا جسم رکھتی ہوں، جن کو جسم نہیں ان کے بارے میں یہ کچھ بھی معلومات نہیں دے سکتیں، اسی طرح انسان کو فطرت، نفس اور ضمیر دیا گیا، انسان کی فطرت اور ضمیر ایک وقت تک اچھے بُرے کا احساس دلاتے اور پھر مسخ ہو جاتے ہیں، نفس بھی مرغوبات، غذاؤں اور خواہشات کی وجہ سے برائی کی طرف دوڑتا ہے، ایک خاص محنت ومجاہدے کے بعد انسان کو اچھائی کی طرف لے جاتا ہے، شیطان موقعہ پا کر نفس پر قبضہ کر لیتا ہے اور ہمیشہ نفس کو برائی سکھاتا ہے۔

انسان بغیر ربانی ہدایت ورہنمائی کے کچھ بھی نہیں کر سکتا، اس لیے وہ بچپن سے ہدایت کا محتاج رہتا ہے اور وہ اپنے استادوں، آباواجداد، خاندان اور قبیلے کے بڑے بزرگوں اور تجربہ کار لوگوں، اہل علم، مذہبی پیشواؤں اور لیڈروں کی عقل وفہم اور ان کی دانش مندی پر بھروسہ کرکے ان سے علم حاصل کرتا ہے ان کی تقلید، رہنمائی اور تجربے میں زندگی گذارتا ہے، مگر یہ تمام لوگ بھی ناقص علم، نامکمل معلومات دے سکتے ہیں اور یہ لوگ بھی عقل، فہم اور تجربہ

دنیوی کتابوں کی معلومات پر رہنمائی کرتے ہیں، ان کی رہنمائی میں نفس کا، وطن کا، قوم کا، تعصب کا، ذاتی مصلحت کا، دنیا کا مفاد شامل ہوتا ہے اس لیے صحیح اور مکمل رہنمائی نہیں کر سکتے۔

پھر انسان کی زندگی کا تعلق تین زمانوں سے ہے (۱) دنیا میں آنے سے پہلے کا زمانہ (۲) دنیا کا زمانہ (۳) دنیا کی زندگی کے بعد کا زمانہ۔

انسان اوپر بیان کیئے گیئے علم حاصل کرنے کے ذریعوں سے زیادہ سے زیادہ دوسرے زمانے کا علم لے سکتا ہے مگر یہ تمام ذرائعے پہلے اور تیسرے زمانے کا قطعی علم نہیں دے سکتے پہلے اور تیسرے زمانے کا علم صرف پیغمبر پر نازل کردہ آسمانی علم ہی سے مل سکتا ہے، پیغمبر نفس، وطن، قوم، تعصب، ذاتی مصلحت، دنیا کے مفاد سے پاک صاف اور مبرا ہوتے ہیں، وہ دنیوی علم، تجربہ اور عقل وفہم کی مدد سے رہنمائی نہیں کرتے، بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں ہدایت کرتے ہیں، بے لوث بے غرض اور مفاد سے پاک ہوکر رہنمائی کرتے ہیں، رسول اور پیغمبر کی تعلیمات ان تمام آلودگیوں سے پاک ہوتی ہے، وہ گمان اور نفسانی خواہشات سے کوئی بات نہیں کرتے، اور نہ اپنے تجربہ سے شریعت کی کوئی بات کرتے ہیں، خدا کا پیغمبر جو کچھ رہبری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی روشنی میں کرتا ہے، وہ وحی الٰہی کی ہدایات کے مطابق ہی انسانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں ہدایت کرتا ہے، اس میں اس کا ذاتی مفاد کا، دخل قطعی نہیں ہوتا۔

## بے وقوف اور نادان انسان پیغمبر کے مقابلے گمراہ انسانوں کی تقلید جلد قبول کرتے ہیں

عام طور پر یہ دیکھا گیا کہ جب انسان کی فطرت خراب ہو جاتی ہے تو یہ بیوقوف اور نادان لوگ اچھائی کو کم اور برائی کو جلد اور زیادہ قبول کرتے ہیں، چنانچہ یہ انسانوں کی جہالت اور بیوقوفی ہے کہ جب ان کو پیغمبر یا پیغمبر کی تعلیمات کی طرف بلایا جاتا ہے اور نیکی و اچھائی کی



فطری اور سیدھی سیدھی راہ بتلائی جاتی ہے تو وہ پیغمبر کو ہی نہیں مانتے اور وحی الٰہی کا اور پیغمبر کا انکار کرتے، سیدھی اور صحیح راہ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی تعصب، ضد حسد اور ضمیر کے خلاف چل کر حق کا انکار کرتے ہیں، وہ پیغمبر کو اپنے جیسا عام انسان سمجھتے ہیں، ان کو پیغمبر کی دعوت میں سچائی اور اچھائی سمجھ ہی میں نہیں آتی، اللہ کو ایک ماننے کی اور جاہلانہ رسم ورواج چھوڑنے کی دعوت پر کہتے ہیں کہ کیا ہمارے باپ دادا بیوقوف تھے؟ اندھے بہرے تھے؟ ان کو سمجھ بوجھ نہیں تھی کہ انہوں نے کئی خداؤں کو مانا؟ مگر ذرا غور کیجئے کہ وہی انسان برائی اور گناہ کے تعلق سے اپنے جیسے عام، بے عمل انسانوں کی رہبری ورہنمائی جلد قبول کرتے اور آنکھ بند کر کے گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں اور گمراہ انسانوں کی رہنمائی میں لکڑی، پتھر، مٹی کے بت بناتے ہیں اور اپنے جیسے انسانوں کو خدا یا خدا کا اوتار مان لیتے ہیں، اور گمراہ انسانوں کی دعوت پر عقل وفہم استعمال کرے بغیر عجیب عجیب عقائد قائم کر کے جاہلانہ رسم و رواج اور اعمال رذیلہ کو اختیار کر کے زندگی گذارتے ہیں، حالانکہ ان کو جاہلانہ اعمال اختیار کرنے میں کثیر دولت بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور سخت تکلیف اور مصیبت بھی برداشت کرنا پڑتا ہے، گمراہ انسانوں کی دعوت پر کوئی یہ سوال نہیں کرتا کہ یہ بھی ہماری طرح انسان ہے، بیوی بچوں والا ہے، بازار جاتا ہے پھر اس کو کئی خدا ہونے کی تعلیم کہاں سے ملی؟ خدا کی شکل وصورت اس کو کیسے نظر آئی؟ خدا کو مخلوقات کی شکل وصورت دے کر مخلوقات جیسا مجبور ومحتاج بتا رہے ہیں، کوئی انسان انسانی جنس کا ہو کر پیشاب پاخانہ کر کے غذاؤں سے بھوک مٹائے تو پھر خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ ، غرض یہ کہ صحیح اور اچھائی کی تعلیم جو فطرت کے مطابق ہوتی ہے اس کے مقابلے عام اور گمراہ انسانوں کی غیر فطری تعلیم جو سمجھ سے باہر ہوتی ہے، آنکھیں بند کر کے قبول کرتے اور ان پر کسی قسم کا شک نہیں کرتے اور نہ کوئی سوال کرتے ہیں، پیغمبر اچھائی سکھاے، اچھائی کی دعوت دے اور خدا سے قریب کرے اور اپنی بڑائی اور عبادت کی تعلیم نہ دے کر خدا سے جوڑے اور بے لوث بغیر کسی معاوضے کے صحیح راہ بتلائے تو وہ پیغمبر کا انکار کرتے، اور شیطانی رہنمائی بغیر سوچے سمجھے قبول کرتے ہیں، اور شیطانی چکر میں پھنس جاتے ہیں جبکہ گمراہ لوگ غلط راہ کی تعلیم بے غرض، بے لوث بھی نہیں دیتے غلط اور گمراہ تعلیم دے کر الٹا مال و دولت

لوٹتے، خدمت کرواتے اور اپنا رعب اور خوف اور بڑائی کا سکہ جما کر ہر وقت اپنے پیروں میں جھکائے رکھتے اور اپنے سے جوڑے رکھتے ہیں، جبکہ پیغمبر بے لوث ہمدردی کرتا اور اپنی بڑائی کے بجائے خدا کی بڑائی کو انسانوں کے دل میں بٹھاتا ہے۔

انسانی فطرت نقال ہے اور بہت جلدی سے وہ نقالی کرتا ہے اگر اس پر محنت صحیح نہیں کی گئی تو وہ گمراہ انسانوں کا شکار ہو جاتا ہے، چنانچہ ہر زمانے میں جن لوگوں نے پیغمبروں کو اپنا استاد اور رہبر نہیں مانا یا پیغمبروں سے جو دور رہے وہ اپنے نزدیک کوئی ماڈل اور نمونہ نہیں رکھتے، اور بگڑے ہوئے بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنا نمونہ مثال اور رہبر بنا لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو برائی اچھائی نظر آتی ہے وہ برائی میں زندگی گذار کر مطمئن رہتے ہیں۔

## پیغمبر، فلسفی اور دانشوروں کی فکر کا فرق

دنیا میں بہت سے فلسفی اور دانشوروں نے انسانوں کی رہبری کے لئے اپنی اپنی عقلوں سے بہت ساری صحیح اور غلط باتیں لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان کو گمراہ کیا، اور اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے عقل ہی کو سب کچھ سمجھا اور زندگی کے مختلف شعبوں کا راستہ اپنی عقل کی روشنی میں بتلایا، جس کی وجہ سے بھی انسانی معاشرے میں مذہب کے نام پر مختلف راستے ایجاد ہو گئے اور انسان راہ راست سے ہٹ گیا، ان تمام راستوں میں صحیح راستے کو پہچان کر اُسی پر زندگی گذارنا انسان کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ وہ زندگی بھر بھٹکتا ہی رہے گا، ظاہری بات ہے کہ تمام راستے بیک وقت تو سچ اور حق نہیں ہو سکتے، ان تمام راستوں میں سچائی تو صرف ایک میں ہوگی، کئی میں نہیں، اُسی کے تحت زندگی کا مقصد اور نظریۂ حیات ملے گا، اور وہ بھی ایک میں ہوگا کئی نظریۂ حیات صحیح نہیں ہوں گے، اُسی نظریہ حیات کے تحت جو عمل بھی کیا جائے گا وہی صحیح عمل ہوگا، لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ ہر مذہب خدا کی طرف دعوت دیتا ہے لہٰذا راستے الگ الگ ہیں مگر منزل تو ایک ہی ہے یہ بات صحیح نہیں، دنیا کی زندگی میں منزل کو جانے کے راستے تو الگ الگ ہو سکتے ہیں، گھوم پھر کر مختلف انسان ایک



منزل تک پہنچ سکتے ہیں یہ بات دنیا کی حد تک چل سکتی ہے مگر خدا کے بارے میں صحیح نہیں، غلط ہے، خدا تک جانے کا صرف ایک ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے، مختلف راستوں سے انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا، اگر خدا تک پہنچنے کے صحیح راستے سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو وہ ٹیڑھا اور غلط راستہ ہوگا، جو خدا تک نہیں پہنچ سکتا، اور انسان صراط مستقیم سے بہت دور نکل جاتا ہے، بھٹک جاتا ہے اس لئے انسان کو سب سے پہلے صحیح راستہ معلوم کرنا ہوگا اور وہ راستہ نہ فلسفی بتلا سکتے اور نہ خود ساختہ، پیشوا، دانشور اور گیانی بتلا سکتے ہیں، وہ صرف اور صرف اللہ کا پیغمبر ہی بتلا سکتا ہے۔

فلسفی جو بھی فکر، خیالات پیش کرتے ہیں وہ ان کے گمان، قیاس اور معلومات پر ہوتے ہیں جو صحیح اور غلط یا کچھ صحیح اور زیادہ غلط، یا پورا کا پورا غلط یا آئندہ چل کر یا حقیقت کے اعتبار سے غلط بھی ثابت ہو سکتے ہیں، دنیا کا کوئی فلسفی، خود ساختہ پیشوائے قوم، پنڈت اور گیانی اپنی بات کو پورے یقین اور صد فی صد اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتے، اس کے برعکس پیغمبر جو بھی کہتے ہیں وہ اپنے قیاس اور گمان سے نہیں کہتے بلکہ حقیقت اور وحی کی روشنی و ہدایت پر کہتے ہیں وہ اپنی عقل وفہم اور معلومات اور تجربہ سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ جو کچھ کہتے وہ وحی الٰہی کی روشنی میں کہتے ہیں، اور وہ اپنی بات کو پورے یقین اور صد فیصد اعتماد کے ساتھ کہتے ہیں اس لئے ان کی ہر بات پوری کی پوری سچ ہوتی ہے، حقیقت کے مطابق ہوتی ہے، کبھی غلط نہیں ہوتی، آج تک جتنے پیغمبروں نے جو تعلیم دی ہے وہ کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی، وہ جن چیزوں کی دعوت دیتے، مشاہدے کی بنیاد پر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو بہت ساری چیزوں کا مشاہدہ کروا دیتا تھا اسی وجہ سے وہ اپنی بات پورے یقین مشاہدہ اور اعتماد کے ساتھ کہتے تھے، ان کو عین الیقین ہوتا تھا حضور کو معراج میں یہ مشاہدہ کرایا گیا، فلسفی، دانشوران قوم، خود ساختہ پیشوا مذہب اور گیانی کے علم میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں، فلسفیوں اور خود ساختہ پیشوائے مذاہب کا حال شاعروں کی طرح ہوتا ہے جس طرح شاعر اپنے خیالات کی آوارگی کی گندگی میں بیان کرتا بالکل اُسی طرح فلسفی اور پیشوانِ مذاہب اپنے خیالات بیان کرتے ہیں وہ سب فرضی اور جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں، ہر ایک فلسفی کے خیالات اور فلسفہ الگ الگ ہوتا ہے وہ

ایک دوسرے کی تائید نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ان پر اعتماد، یقین کرنے والے گمراہ ہوکر ناکام زندگی بسر کرتے ہیں، پیغمبر کی تعلیمات کے ہر پہلو سے انسان مطمئن ہوسکتا ہے اور عمل کر کے سکون پاتا ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی بھی پیغمبر کی گرد میں نہیں آسکتا، اس لئے انسانوں کو صرف اور صرف پیغمبر پر بھر پور اعتماد کرنا چاہئے اگر کوئی پیغمبر کا انکار کرے تو پھر کوئی دوسرا اس کو صحیح راستے کی رہبری ہی نہیں کرسکتا اور اس کو دوسری جگہ سے رہبری ہی نہیں مل سکتی، ذرا غور کیجئے جس خدا نے انسانوں کی جسمانی ضرورتوں کے لیے بے انتہاء انتظامات کئے ہیں، کیا وہ انسانوں کو ان کی روحانی اور اخلاقی رہبری میں ان کی عقل وفہم پر ہی انہیں چھوڑ دے گا، وہ آخر کیسے چھوڑ سکتا ہے جبکہ انسانی عقل وفہم اس کو گمراہ اور دھوکا بھی دیتی رہتی ہیں اور عقل وفہم کے ذریعہ مختلف راستے وجود میں آنا انسان کی کھلی گمراہی اور ناکامی کا ثبوت ہے انسان کو تو خدا کا شکر گذار رہنا چاہئے کہ اس نے ان کی رہبری کے لئے مکمل انتظام کیا ہے۔

## نبیوں کو دنیوی کاروبار کرتا ہوا دیکھ کر پیغمبر ماننے سے انکار کیا گیا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً

ترجمہ: ''تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا''۔ (الرعد:۳۸)

ترجمہ: ''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا جو کچھ تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہو گے''۔ (المومنون:۳۳-۳۴)

قرآن مجید نے بیوقوف اور نادان انسانوں کی فکر اور نظریہ کو پیش کر کے یہ بتلایا کہ ہر زمانے میں پیغمبروں کو اولاد، بیوی، بچے، تجارت یا ہنر سے کماتا ہوا دیکھ کر یا بازاروں میں گھومتے، کھانا کھاتے اور پانی پیتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے تعجب کیا اور پیغمبر ماننے



سے انکار کیا، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ نادان انسانوں کے نزدیک بیوی بچے رکھنا، مال ودولت کمانا، تجارت کرنا، غذائیں کھانا، بازاروں میں گھومنا پھرنا یہ سب دنیا داری ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے دینداری اور خدا رسیدی کا کیا واسطہ؟ انکے نزدیک خدا رسیدہ اور اللہ والے تو وہ ہوتے ہیں جن کو بدن پر کپڑوں کا نہ ہوش ہوتا ہے اور نہ کھانے پینے کی فکر اور نہ ان کو بیوی بچوں کی ضرورت، وہ بس لوگوں سے دور، دنیوی کاروبار سے الگ، ایک گوشے اور کونے میں بیٹھے رہتے ہیں، چنانچہ ہر زمانے میں نادان انسانوں کے ذہنوں میں بس یہی بات رہی کہ جو خدا رسیدہ ہوتا ہے اُسے انسانی ضروریات سے ماوراء ہونا چاہئے، اس سے خلاف فطرت باتیں ظاہر ہونی چاہئیں، اس کو دنیا کا ہوش نہ ہونا چاہئے، اگر وہ کہے کہ فلاں شخص مر جائے گا تو وہ مر جائے، فلاں شخص کو خزانہ ملے گا تو وہ مل جائے، وہ لوگوں کے اگلے پچھلے حالات بتائے، کس کو اولاد ہوگی اور کسے نہیں ہوگی بتلائے، پھر وہ انسانی ضرورتوں اور کمزوریوں سے بھی مبرا ہو، بغیر کھانا کھائے زندہ رہے، بغیر کپڑے پہنے سردی گرما کا مقابلہ کر سکے، بغیر نیند لیئے زندہ رہے۔

اس کے برعکس خدا کا پیغمبر عام انسانوں کی طرح بیوی بچے رکھتا ہو، باقاعدہ نکاح کرتا ہو، سوتا اور بیمار بھی ہوتا ہو، بازار میں تجارت کے لیے جاتا ہو یا پیٹ بھرنے کے لئے کوئی ہنر اختیار کرتا ہو، مفلسی اور تنگ دستی میں قرض بھی لیتا ہو یہ سب کچھ کرتے ہوئے ایک انسان پیغمبری کا دعوی کرے تو لوگوں کو ان تمام باتوں پر حیرت وتعجب ہوتا ہے اور وہ پیغمبر کو عام انسانوں کی طرح ایک انسان جان کر کہتے ہیں کہ یہ عجیب انسان ہے جو اپنے آپ کو پیغمبر بھی کہتا ہے اور پھر یہ تمام انسانی ضرورتیں اور حاجتیں بھی رکھتا ہے۔

تمام پیغمبروں نے یہ اعلان کیا کہ ہم تمام انسانوں کی طرح تم جیسے ایک انسان ہی ہیں، ہم میں کوئی خدائی طاقت وقوت نہیں ہم خود بھی خدا کے مجبور ومحتاج بندے ہیں، خدا کی مدد کے بغیر ہم بات نہیں کر سکتے، ہم اپنے سے نہیں کھڑے کئے گئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسانوں کی سدھار وہدایت اور رہبری ورہنمائی کے لیے بھیجا ہے، ہم تمہاری روحانی اخلاقی بیماریوں کا علاج کرنے آئے ہیں، ہم سے اپنی اصلاح اور سدھار کے بارے میں سوال کرو

ہم سے اپنی روحانی اور اخلاقی اصلاح کا طریقہ پوچھو اور ہم سے تم اللہ کا عبد اور بندہ بن کر رہنے کا طریقہ سیکھو، ہم سے اللہ کی پہچان حاصل کرو ہم تم کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے آئے ہیں، یعنی ہم انسان کو انسان بنانے آئے ہیں، پیغمبر انسان کو جہاز بنانے، کاشت کاری سکھانے اور جسمانی علاج کا طریقہ سکھانے کے لیے اور غیب کی خبریں بتلانے اور دلوں کا حال بتلانے کے لیے نہیں آئے بلکہ روحانی اور اخلاقی تربیت دینے کے لئے آئے تھے، مگر پھر بھی انسانوں نے پیغمبر کی صداقت کی جانچ کے لئے ان کے فیلڈ (دائرہ) سے ہٹ کر عجیب عجیب باتیں پوچھیں، کبھی غیب کی باتیں اور کبھی غیر فطری اعمال کا مطالبہ کرتے تھے، جیسے کہ وہ خدا کی قدرت میں کچھ اختیار رکھتے تھے اور جو چاہے اپنی مرضی سے ظاہر کر سکتے تھے۔

ذرا غور کیجئے کہ آخر پیغمبروں کی سچائی معلوم کرنے اور ان کی آزمائش کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ وہ ایک چیز کی دعوت دے رہے ہیں اور ان کی جانچ ان کے کھانے پینے اہل وعیال رکھنے اور محنت مزدوی سے کی جارہی ہے یا پھر غیر فطری اعمال کا مطالبہ اور غیب کی باتوں کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

## پیغمبروں کی غریبی اور مفلسی بھی دولت مندوں کو ان کی پیغمبری ماننے سے روکتی رہی

**اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ .** (الانعام: ۱۲۴)

ترجمہ: ’’اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے‘‘

ترجمہ: ’’اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا یا اور کچھ نہیں تو اس کے لیے کوئی خزانہ ہی اتار دیا گیا ہوتا یا اس کے



پاس کوئی باغ ہی ہوتا، جس سے یہ اطمینان کی روزی حاصل کرتا، اور ظالم کہتے ہیں تم لوگ تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو‘‘۔ (الفرقان: ۷۔۸)

ترجمہ: ’’اور وہ کہتے ہیں یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا، کیا آپکے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے کام لیں، تمہارے رب کی رحمت اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں‘‘۔ (الزخرف: ۳۲۔۳۱)

ہر زمانے میں بیوقوف، بد عقل، جاہل، نادان لوگ یہ اعتراض کرتے رہے کہ اگر بشر میں سے کسی کو پیغمبر بنانا ہی تھا تو غریب، مفلس، نادار، یتیم، معمولی کام دھندا کرنے والے محنت مزدوری سے جینے والے انسان کو پیغمبر بنانے کے بجائے مالدار، طاقتور، اثر ورسوخ رکھنے والے انسان کو پیغمبر بنانا چاہئے تھا یہ غریب، مفلس، کمزور انسان کا نہ قوم پر کچھ اثر و رسوخ ہے نہ رعب ودبدبا۔

چنانچہ ہر زمانے میں معاشرے کے دولت مند، اقتدار، عہدہ اور کرسی والے لوگ ہمیشہ غریب، مفلس، نادار، محنت مزدوری سے جینے والے پیغمبر کی رہبری وہدایت کو قبول کرنے اور ان کی رہنمائی میں زندگی گذارنے کو اپنی بہت بڑی توہین اور بے عزتی سمجھتے اور ان کی محفلوں میں بیٹھ کر علم حاصل کرنا، تربیت پانا اپنی بے عزتی اور ذلت سمجھتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے پاس کے بے شعور غریب، ناسمجھ کم عقل نادان نوکر اور غلام پیغمبر پر ایمان لا کر ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور سوچے سمجھے بغیر پیغمبر کا ساتھ دے رہے ہیں، پیغمبروں کی محفلوں میں زیادہ تر غلام اور غریب لوگ ہوتے تھے، اس لئے ایسے لوگ سب سے پہلے پیغمبر کی مخالفت میں سب سے آگے آگے رہتے تھے، ان کو یہ غرہ، غرور اور تکبر تھا کہ وہ سرداران قوم، اقتدار اور کرسی والے ہونے کی وجہ سے غریب مفلس انسان کی سرپرستی، ہدایت و رہنمائی میں اطاعت و فرمانبرداری کی زندگی اور ان کے تابع رہ کر زندگی گذارنا اپنی چودراہٹ کو خطرہ میں ڈالنا اور

اپنے مقام ومرتبے کو کھونا اور لوگوں کی نگاہ میں عزت گنوالینا سمجھتے تھے، وہ غریب انسانوں اور غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر تربیت حاصل کرنا اپنے مقام اور مرتبے کے خلاف سمجھتے تھے اور پیغمبر کی بات کو سمجھنے کے لئے یہ بھی مطالبہ کرتے تھے کہ غریب نادار غلام چھوٹے لوگوں کو اپنی محفل سے ہٹائیں تو وہ آ کر بات سنیں گے، چنانچہ وہ لوگ اپنی بد دماغی اور غلط سوچ کی وجہ سے لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے تھے کہ بھلا ایک ایسا انسان جو درزی، بڑھئی، لوہار، چرواہا ہو یا دوسروں کے پیسوں پر کاروبار کر کے زندگی گذارنے والا ہو جو نہ سردار ہو اور نہ کسی قبیلے اور علاقے کا اثر ورسوخ رکھنے والا ہو، جس کے پاس مال ودولت نہ ہو، جس کا لوگوں پر دبدبہ نہ ہو کیا خدا کو پیغمبری کے لئے ایسا ہی کمزور انسان ملا ہے؟ کیا خدا کو رئیس زادے، دولت مند یا قوم کے بااثر سردار، بااقتدار اور کرسی والے لوگ نظر نہیں آئے، محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرنے والا انسان ہی نظر آیا، اس میں کیا کمال اور خوبی ہے؟ چنانچہ آج بھی بہت سارے کاموں میں غریب انسان کو بڑا مقام دیا جائے تو دولت مند لوگ اس کو قبول نہیں کرتے، ہر زمانے میں پیغمبروں کی غریبی اور مفلسی پر ان کو جھوٹلایا گیا، ان کی بے عزتی کی گئی اور معاشرے میں ان کی دعوت کو جمنے نہیں دیا گیا، روکاوٹیں کھڑی کی گئیں، قرآن مجید نے ایسے انسانوں کو داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی مثال بھی پیش کر کے بتلایا کہ وہ بادشاہ ہونے کے باوجود پیغمبر تھے اور اللہ کے انتہائی مطیع وفرمابردار تھے، بادشاہت کے باوجود وہ اللہ کی عبدیت وبندگی میں زندگی گذارے، تم معمولی پیسے والے، چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے سردار ہو کر غرور وتکبر کر کے پیغمبر کا انکار کر رہے ہو، کہیں پیغمبر کی غریبی اور مفلسی پر ان کی پیغمبری کا انکار کر رہے ہو یا کہیں اہل وعیال اور دنیوی ضرورتوں حاجتوں کا بہانا بنا کر انکار کر رہے ہو، اور سمجھ رہے ہو کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔

ایسے انسانوں کا یہ اعتراض بالکل بیوقوفی، نادانی اور پاگل پن کی دلیل ہے کہ ایک انسان عام انسانوں جیسی حاجات رکھتا ہو اور وہ غریب نادار اور مفلس ہو، جسکے پاس قوم کی سرداری نہ ہو جس کے اطراف غریب مفلس فاقہ کش لوگ بیٹھتے ہوں، جس کے پاس ظاہری طاقت نہ ہو اور جو کوئی چمتکار نہ دکھائے تو اس کا انکار کر دیا جائے، اس کی شخصیت اور مقام و



مرتبے کا انکار کر دیا جائے اسلام نے بتلایا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی سب سے بڑے بیوقوف اور احمق ہوتے ہیں۔

اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ دنیا میں انسان جس حالت میں پیدا کیا گیا وہ اُسی حالت میں زندگی گذار رہا ہے مثلاً کوئی مرد ہے تو مرد کی حالت میں اور کوئی عورت ہے تو عورت کی حالت میں، کوئی کالا ہے، کوئی گورا، دبی ناک والا، کوئی اندھا ہے، کوئی بڑا، کوئی غریب ہے یا کوئی دولت مند جب دنیا کی مادی نعمتوں کی تقسیم میں انسانوں کا کوئی عمل دخل نہیں چل سکتا اور ہر انسان اپنی اپنی حالتوں پر زندگی گذار رہا ہے اور اللہ سے شکایت نہیں کر سکتا کہ اُسے ایسا کیوں بنایا گیا؟ اور یہ اللہ کی حکمت ومشیت ہے، کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے فیصلوں کو بدل سکے، تو یہ دولت مند، احمق، عقل سے معذور، اخلاق وکردار سے گرے ہوئے، گندی و ناپاک زندگی گذارنے والے عقل وفہم اور بصیرت سے محروم انسان کون ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کسے نبی بنانا چاہئے اور کسے نبی نہ بنانا چاہئے؟

اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام نعمتیں ایک ہی انسان کو نہیں دیتا، کسی کو دولت واقتدار سے نوازتا ہے اور کسی کو اقتدار اور کرسی اور کسی کو اولاد اور کسی کو علم وفہم سے نوازتا ہے، یہ نادان بیوقوف لوگ یہ کیا مطالبہ کر رہے ہیں کہ دولتمندی، سرداری، دنیوی شان وشوکت اور عزت یا اثر ورسوخ رکھنے والے انسان کو ہی پیغمبری ملنی چاہئے تھی، ان کو سوچنا اور سمجھنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی کی عزت، دولت، سرداری، شان وشوکت اولاد، چمک دمک یہ سب صرف چند روزہ ہے یہ کوئی بڑی چیز نہیں یہ تو دھوکا اور فریب میں مبتلا کرتے اور خدا سے دور کرتے ہیں جو اکثر چھین کر دوسروں کو بھی دے دیئے جاتے ہیں، دولت، عہدہ، کرسی اور عزت ہمیشہ رہنے والی نہیں دنیا کی ان مادی نعمتوں کے مقابلے جو نعمت ہم نے پیغمبر کو دی ہے وہ بہت اعلیٰ، ارفع، عزت دار، پائیدار، آخرت میں کامیابی دلانے والی اور انسانوں کو انسان بنانے والی اور ہمیشہ ہمیشہ کی عزت دار زندگی دلانے والی ہے۔

دنیا کی یہ مادی نعمتیں پیغمبری کی نعمت کے مقابلے کوئی حیثیت اور مقام ہی نہیں رکھتیں، دنیا کی یہ مادی نعمتیں تو فاسق، فاجر، چور، ڈاکو، شرابی جواری، زانی، سودخوار، مشرک

اور کافر سب ہی کو دی جاتی ہیں، مگر پیغمبری سب کو نہیں دی جاتی، انسانوں میں جو سب سے افضل اعلیٰ بلند مرتبے اور مقام کا ہوتا ہے اُسی کو دی جاتی ہے، انسانوں کی یہ سرداری، ان کی دولت ، دنیوی عزت ، عہدہ اور کرسی پیغمبروں کی نبوت والی نعمت کے مقابل گرد وغبار کی طرح ہے، اسلام نے بتلایا کہ یہ لوگ رئیس زادوں، دولت مندوں اور سرداروں کو نبی اور پیغمبر بننے کا اہل سمجھ رہے ہیں اللہ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کون نبی بننے کے لائق ہے اور کون اہل ہے اور کون نا اہل، کسے کیا دینا چاہئے اور کسے کیا نہیں دینا چاہئے اللہ تعالیٰ علیم ہے اُسے سب کچھ خبر ہے وہ ہر قسم کی قدرت رکھتا ہے۔

وہ بغیر مدد اور بغیر سہارے کے، غریب نادار اور مفلس بے پڑھے لکھے انسانوں سے وہ کام لے سکتا ہے جو امیر، دولت مند، سردار، رئیس زادے اپنی طاقت اور دولت کے بل بوتے پر بھی انجام نہیں دے سکتے، وہ کسی کا محتاج نہیں، طاقت، اقتدار، مقام و مرتبے، دبدبہ رعب رکھنے والوں سے یہ کام لینا کوئی کمال نہیں۔ کمزور، بے وقت، غریب و نادار مفلس جس کے ساتھ غلام اور مفلس لوگ ہوں ان لوگوں سے انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے اور ان کے دلوں کو تبدیل کر کے اخلاق و روحانی اعتبار سے سب سے اعلیٰ انسان بنانے کو یہ دولت مند اور سرداری رکھنے والے سوچ بھی نہیں سکتے، دولت مند اپنی طاقت قوت، اقتدار اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر لوگوں پر حکومت کرسکتا ہے لوگوں سے ظاہری اعتبار سے اطاعت کرواسکتا ہے ان سے دکھاوے کی عزت حاصل کرسکتا ہے، مگر دلوں کو نہیں جیت سکتا، مگر یہ غریب مفلس نادار پیغمبر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت سے بغیر پیسہ بغیر قوت بغیر ہتھیار کے اور بغیر عہدۂ وکرسی کے لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے، اور لوگ ان پر مال لٹانا ان کی اطاعت میں جان دینا عزت وکامیابی سمجھتے ہیں اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا کی دولت دنیوی عزت اور دنیا کا عیش وآرام عہدہ اور کرسی عام طور پر زیادہ تر ان گندے اور خبیث ترین انسانوں کے پاس بھی پایا جاتا ہے جن کے اخلاق وکردار کی وجہ سے پورا معاشرہ گندہ بدبودار سنڈاس بنا ہوا ہوتا ہے، یہ کوئی بڑائی کا معیار نہیں، بڑائی کا معیار اور اللہ کے پاس عزت کا مقام تو ان انسانوں کا ہے جن



کے پاس صحیح فکر صحیح عقائد اور اعمال صالح ہوں، اگر دنیا یا دنیا کی چیزوں کی کوئی اہمیت بھی ہوتی تو مچھر کے پر کے برابر بھی کافر انسانوں کو نہیں دیا جاتا، اور اگر انسان کے کفر کی طرف جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہر کافر کا گھر سونے کا بنایا جاتا، اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ وہ اپنا کام ایسے انسانوں سے بھی لیتا ہے جو نہ مالدار ہوں نہ بااثر ہوں نہ سردار اور اثر ورسوخ والا ہو بلکہ یتیم ہو، بیوی سے مال لے کر تجارت کرتا ہو، بکریاں چرا کر بڑا ہوا ہو، جو بے پڑھا لکھا ہو، جس کے پاس کوئی میراث نہ ہو۔

اس کے برعکس اگر مالدار وصاحب طاقت انسان کو پیغمبر بنایا جاتا تو وہ تخت پر بیٹھا رہتا، بڑے بڑے دولت مند آتے اور اس کی خوشامد کرتے وہ غریب لوگوں کو اپنے غرور اور اثر ورسوخ اور دنیوی عزت کی وجہ سے خاطر میں نہ لاتا اور ان کو اپنے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کی آزادی نہ دیتا۔

اسلام نے انسانوں کو سمجھایا کہ محمد ﷺ کوئی نرالے رسول نہیں، انکا رسول بنایا جانا کوئی پہلا اور انوکھا واقعہ نہیں، تم کو یہ حق نہیں کہ یہ بولو کہ رسول کس کو بنایا جائے؟ اور کس کو نہ بنایا جائے؟ رسول کیسا ہو؟ اور کیسا نہیں ہو؟ وہ اللہ کو معلوم ہے اور وہ اللہ ہی کا کام ہے کہ کس کو رسول بنائے اور کس کو نہ بنائے، محمد ﷺ سے پہلے جتنے رسول دنیا میں آئے وہ سب انسان ہی تھے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو کھاتا پیتا، بازار جاتا محنت مزدوری نہ کرتا ہو، وہ بال بچے والے تھے، عام انسانوں کی طرح زندگی گذارتے تھے، وہ تقریباً سب کے سب غریب، مفلس اور نادار لوگ تھے مگر اعلیٰ اخلاق والے تھے ان کے پاس دولت، عہدہ، کرسی یا طاقت وقوت نہیں تھی، سب نے خدا کے بھروسے اور مدد سے اپنا کام کیا اور وہ انسانوں کو خدا کا راستہ بتلائے اور خدا سے جوڑا۔

# پیغمبر کے انکار اور توہین پر فوراً عذاب نہ آنے پر بھی پیغمبر کو نبی ماننے سے انکار کیا گیا

پیغمبر کے انکار میں یہ بھی ایک بہت بڑا دھوکا تھا کہ اگر پیغمبر اللہ کی طرف سے نبی بنائے گئے ہیں اور یہ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ہم ان کو جھٹلاتے ہیں تکالیف پہونچا رہے ہیں پھر بھی ہم پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں آ رہا ہے؟ یہ کیسا رسول ہے جس کو اتنی بڑی کائنات کے خدا نے پیغمبر بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے، اور قوم اس کو مکہ کی وادیوں میں، طائف کی بستیوں میں اور مکہ کی گلیوں میں مار پیٹ رہی ہے قتل کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے پھر بھی اللہ نے اس کو بے سہارا بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے ایمان لانے والوں کو مارا پیٹا جا رہا ہے قتل تک کیا جا رہا ہے، اگر ہم پیغمبر کی بے عزتی کر رہے ہیں تو فوراً فرشتے پیغمبر کی مدد کے لیے کیوں نہیں آ جاتے؟ اور فوراً ہمیں سزا کیوں نہیں مل رہی ہے، ہم پر آسمان سے بجلی کیوں نہیں گرتی، زمین کیوں پھٹ نہیں جاتی، ہم اس پیغمبر کا انکار کر کے مال و دولت اور اولاد اور باغات قوت و طاقت میں سب سے آگے ہیں ہم تو دنیا کے عیش و آرام میں ہیں اور اگر اس پیغمبر کو خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا تو پیغمبر پر ایمان لانے والے ہمارے غلام ہیں، مفلسی اور مصیبت اور تکالیف میں ہیں، مصائب کے پہاڑ ان پر کیوں ٹوٹ رہے ہیں؟ یا ہم انکار کرنے والوں کی یہ حالت ہونی چاہئے تھی کہ ہم کمزور مفلس محتاج پریشان ہو جاتے، تکالیف اور عذاب میں مبتلا ہو جاتے اللہ ہم پر عذاب کیوں نہیں بھیج رہا ہے؟ دنیا کی عزت و راحت ہم سے کیوں نہیں چھین لی جا رہی ہے۔

انکا خیال تھا کہ جو انسان خدا کا اور خدا سے خاص تعلق رکھتا ہے وہ روحانی طاقت والا ہوتا ہے، اس کو غیب سے فوراً مدد آتی ہے، قرآن نے یہ تعلیم دی کہ پچھلے تمام پیغمبروں کو ستایا گیا ان کے ماننے والوں پر ظلم ڈھایا گیا، اگر دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ نہ ہوتی تو اللہ کا عذاب فوراً دیکھتے اللہ نے کسی رسول کے ساتھ فرشتے کو مقرر نہیں کیا تھا کہ جیسے ہی پیغمبر یا اس کے



ماننے والوں کو ستایا جائے یا انکار بھی کیا جائے تو عذاب کا کوڑا برسایا جائے، چونکہ اللہ نے مہلت دے رکھی ہے اسی لیے عقل کو استعمال کرو اور دنیا کے عیش و آرام کو کامیابی مت تصور کرو۔

چنانچہ آج حضور ہم میں موجود نہیں مگر کافر اور مشرک لوگوں نے ہر زمانے میں حضور ﷺ پر کیچڑ اُچھالے اور آپ کی توہین کی اور کر رہے ہیں اور آپ پر ایمان لانے والوں کو لوٹا اور پیٹا اور قتل کیا جا رہا ہے وہ لوگ بھی یہی خیال کرتے ہوں گے کہ اگر محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں تو پھر ان کی توہین اور اہانت کرنے کے باوجود اللہ کا عذاب ان پر کیوں نہیں آ رہا ہے اس کی وجہ بس یہی ہے کہ اللہ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنا کر مہلت دے دی ہے اُسی مہلت کی وجہ سے پکڑا نہیں جا رہا ہے، کسی نے رنگیلے رسول لکھا، کسی نے حضور پر نعوذ باللہ کاٹون بنائے، اور بہت سی قوموں نے آپ کے امتیوں پر فساد، قتل اور خون ریزی کا بازار گرم کیا اور کر رہے ہیں۔

# پیغمبروں کو کاہن، جادوگر، کذاب اور مجنون کہا گیا

انسانوں کی بیوقوفی، نادانی اور جہالت اور کم عقلی ہے کہ جب پیغمبروں نے انسانوں کو وحی الٰہی کے ذریعہ صحیح راستے، جنت والے راستے، کی دعوت دی اور ان کی فکر، خیالات اور عقائد کو درست کرنا چاہا اور ان کی دعوت سے لوگ متأثر ہونا شروع ہوئے تو لوگوں نے پیغمبروں کو کاہن، جادوگر، کذاب اور مجنوں کہہ کر انکار کیا اور عام انسانوں کو اُن سے دور رکھنا چاہا، اور محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی کہا گیا، اور ہوسکتا ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں میں جو غیر مسلم ہوں گے پیغمبروں کے معجزات پڑھ کر یہی کہہ بیٹھیں ایسے انسانوں کو عقل کا صحیح استعمال کر کے سوچنا چاہئے کہ کاہن، جادوگر، مجنون اور کذاب انسانوں میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اگر وہ عقل کا صحیح استعمال کریں اور تعصب اور ہٹ دھرمی سے دور رہیں تو معلوم ہوگا کہ دونوں انسانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

**کاہن، جادوگر اور پیغمبر میں فرق:** کیا آج تک کوئی جادوگر اور کاہن کسی گمراہ اور بگڑے ہوئے انسان کی زندگی کو اپنے جادو کے زور پر سدھار سکا، کیا وہ کسی انسان کے

عقائد واخلاق کو درست کرنے والی محنت کرتا ہے، کیا جادوگروں کے ساتھ رہنے والوں میں پاکیزہ اوراعلیٰ اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں، جو دنیا کے دوسرے انسانوں کے لیے نمونہ اور مثال بن سکتے ہوں، عام طور پر پیغمبروں کے معجزات اور جادوگروں کے کمالات کے درمیان نادان لوگوں کو مشابہت نظر آتی ہے اُسی وجہ سے وہ دھوکا کھا کر پیغمبر کو بھی جادوگر کے ساتھ کھڑا کر دیتے ہیں، حالانکہ ایسے انسانوں کو اپنی عقل کا صحیح استعمال کر کے جادوگر اور پیغمبر کے فرق کو سمجھنا چاہئے، جادوگر ہمیشہ اپنے مطلب کی خاطر لوگوں کی جیب پر نظر رکھ کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے، وہ سبھی انسانوں سے بے لوث، ہمدردی، ان کی زندگیوں کو درست کرنے کی غرض سے جادوگری نہیں کرتا، بلکہ پیٹ کی خاطر، پیسے کمانے اور دنیا حاصل کرنے اور دنیا میں نام کمانے اور لوگوں پر اپنا دھونس جمانے اور لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے جادو کا چکر چلاتا ہے، اس کو لوگوں کی گمراہی جہالت اور بداخلاقی سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہوتی، اور نہ اس کے نزدیک انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا کوئی احساس ہوتا ہے، تاریخ انسانی اس بات پر گواہ ہے کہ کسی زمانے کے جادوگر نے کسی زمانے میں اخلاقی وروحانی انقلاب نہ لایا اور نہ لاسکتا ہے، وہ جادو کے زور پر کسی ایک انسان کو بھی بدکرداری سے دور، اعلیٰ اخلاق اوصاف والا نہ بنا سکا اور نہ بنا سکتا ہے۔

جادوگروں کا کام اس کے بالکل الٹا ہوتا ہے وہ انسانوں میں جادو کے ذریعہ بدعقیدگی، لڑائی جھگڑا اور شروفساد کا ماحول برپا کرنا چاہتے اور شیطان کی مدد سے انسانوں کو ستانا اور تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں، جادو کے ذریعہ انسانوں پر ڈر خوف پیدا کر کے انسانوں کو پریشان کرنا اور غلط گندے خیالات اور عقیدوں میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں، قرآن یہ بتلاتا ہے کہ انسان ہاروت اور ماروت فرشتوں سے جادو سیکھ کر میاں بیوی میں جدائی ڈالنا چاہتے تھے، گویا فساد اور شر برپا کرنے کے لے جادو سیکھنا چاہتے تھے یا پھر جادوگر جادو کے ذریعہ لوگوں کو کھیل تماشہ میں مبتلا رکھ کر انکا وقت گذارتے ہیں، پیغمبر کے معجزات کو دیکھ کر یا پڑھ کر لوگ بغیر سوچے سمجھے اگر پیغمبر کو بھی جادوگر کہہ دیں تو انہیں سوچنا چاہئے کہ جادوگر عمدہ واعلیٰ سیرت و کردار والے نہیں ہوتے، وہ جادو بتلا کر لوگوں سے بھیک مانگتا ہے، اور اپنی تعریف اور واہ واہ



سننا چاہتا ہے، جادوگر پیغمبر کی طرح نہ کسی کا تزکیۂ نفس کرتا، نہ حکمت کی بات کرتا اور نہ اعلیٰ درجہ کا درس دیتا اور نہ خطابت کرتا ہے، اور نہ اس کی باتوں سے لوگوں کے دل نرم بنتے ہیں، کسی جادوگر کی تقریر اور ارشادات میں وہ اثر نہیں ہوتا جو پیغمبر کے کلام میں ہوتا ہے، جادوگر کی باتوں سے کسی کے اعمال درست نہیں ہو سکتے، یہی حال کاہن انسانوں کا ہے جو عام طور پر علم نجوم اور شیطانی قوتوں سے مدد لے کر لوگوں کو جھوٹی سچی غیب کی باتیں کچھ پیشن گوئیاں کرتے اور لوگوں کو فائدہ اور نقصان کی باتیں بتلا کر پریشان بھی کرتے اور مال بٹور کر اپنا پیٹ پالتے ہیں، ان کی زیادہ باتیں جھوٹ ہوتی ہیں کبھی کبھی سچ ثابت ہو جاتی ہیں، ان کو انسانوں کی دنیا اور آخرت کے سدھارنے اور سنوارنے کی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔

اس کے برعکس پیغمبر انسانوں سے بے لوث ہمدردی کرتے ہیں انسانوں کی دنیا کی زندگی کو سدھار کر آخرت سنوارنا چاہتے ہیں انسانوں کو جہنم کے راستے سے بچا کر جنت والے راستے پر لے جانا چاہتے ہیں وہ انسانوں کے سدھار کے لیے خود مشکلات اور تکالیف برداشت کرتے اور ضرورت پڑنے پر اپنا مال تک قربان کر دیتے ہیں، پیغمبر اللہ کے حکم سے معجزے دکھا کر کوئی تماشہ اور چمتکار نہیں دکھاتے، اور نہ معجزے کے ذریعہ لوگوں سے مال بٹورتے ہیں، اپنی مرضی سے جادوگروں کی طرح ہر وقت چمتکار اور فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے معجزہ نہیں دکھا سکتے، اللہ تعالیٰ نبی کے ذریعہ معجزات ظاہر کر کے ان کی نبوت کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے، وہ اور ان کی صحبتوں میں رہنے والے اعلیٰ اور عمدہ اخلاق کے حامل ہوتے ہیں وہ اپنے معاشرے میں سب سے زیادہ با اخلاق ہوتے ہیں، مگر انسان ان کی شخصیت کو نگاہ میں نہ رکھتے ہوئے فوراً معجزہ ظاہر ہوتے ہی یا اُن کے کلام سے متأثر ہوتے ہی جادوگر کا نام دے دیتا ہے۔

**پیغمبر کو کذاب کہنا انتہائی بیوقوفی اور نادانی ہے:** جو انسان دھوکہ باز ہو، وعدہ خلافی کرتا ہو، امانت میں خیانت کرتا ہو، بات بات پر جھوٹ بولتا ہو، جس کی باتوں میں کوئی سچائی اور صداقت نہ ہو، جو جھوٹ کے ذریعہ اپنا الو سیدھا کرتا ہو، ایسے انسان کو کذاب کہیں گے جبکہ پیغمبر ان تمام چیزوں کے برعکس ہوتے ہیں دنیوی کاموں میں ان کی صداقت پر لوگ صادق

اور امین کے لقب دیا کرتے ہیں، بھلا ایک انسان دنیا کے معاملات میں انتہائی دیانتدار اور امانت دار ہو اور ہمیشہ لوگوں کو سچائی کی تلقین کرتا ہو وہ خدا کے معاملے میں جھوٹ کیوں کر بولے گا؟ جبکہ دنیا کے معاملات میں لوگ جھوٹ بول کر دنیا بناتے ہیں، پیغمبر تو دنیا کا مال و متاع چاہتے ہی نہیں، لوگوں سے مادی فائدہ حاصل ہی نہیں کرتے۔

**پاگل اور مجنون انسان اور پیغمبر میں فرق:** پاگل اور مجنون اور دیوانہ انسان اور پیغمبر میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے کیا کبھی پاگل اور دیوانہ انسان نے لوگوں کی سدھار کی؟ لوگوں کی اصلاح وتربیت کی؟ یا وہ لوگوں کو کامیاب زندگی گذارنے کی تعلیم دے سکتا ہے؟ الٹا وہ خود لوگوں کی خدمت، علاج اور توجہ کا محتاج ہوتا ہے، اس کی عقل خراب ہونے کی وجہ سے اچھے بُرے کی تمیز ہی نہیں رکھتا، بکواس کرتا ہے، اس کی باتوں میں کوئی توازن اور ٹھہراؤ نہیں ہوتا اور نہ وہ عقل وسمجھداری کی باتیں کرسکتا ہے، اس کو شرم وحیا کا ہوش تک نہیں رہتا اور نہ کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی کا خیال رہتا ہے، اکثر گندگی لگائے ننگا پھرتا ہے، سڑی گلی، گندی ناپاک چیزیں کچرا اور مٹی میں سے اٹھا کر کھالیتا ہے، گالی گلوج اور بیکار بکواس کرتا ہے، لوگوں کو مارنے اور توڑنے کے لئے دوڑتا ہے، وہ لوگوں کی کیا سدھار کرے گا؟ خود اپنی سدھار کا محتاج ہوتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ کیا آج تک کسی پاگل انسان نے لوگوں کو عمدہ واعلیٰ اخلاق وعقائد کی تعلیم دی؟ کیا پاگل انسان کی صحبت میں لوگ اٹھنا بیٹھنا گوارا کرسکتے ہیں؟ الٹا پاگل کے ساتھ رہتے ہوئے اچھے انسان بھی پاگل ہوجاتے، وہی حرکتیں کرتے ہیں، نبوت کے اعلان سے پہلے مکہ کے تمام لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کا بہترین انسان مانتے تھے، اور آپ کی ذہانت وامانت، عقل اور فراست پر اعتماد کرتے تھے، مگر جیسے ہی آپ نے شرک وکفر کی مخالفت کی، بت پرستی کو بیوقوفی بتلایا، خالص توحید کی تعلیم دی تو آپ کو مجنون اور دیوانہ کہا گیا، مگر مجنون اور دیوانہ کہنے کے باوجود آپ کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے تھے اور آپ کو حکومت، دولت، سرداری کا لالچ بھی دیئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ ان کے دل آپ کو دیوانہ مجنون اور کذاب ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ تھے، ورنہ ایک پاگل اور دیوانے اور جھوٹے انسان کے پاس کوئی اپنی امانتیں کیوں رکھتا؟ دیوانہ پاگل تو وہ شخص



ہوتا ہے جس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا، عقل متأثر ہوجاتی ہے۔

جب کہ پورے مکہ کا معاشرہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بلند اخلاق والا مانتا تھا، اور صادق وامین اور کریم ابن کریم کے الفاظ سے یاد کرتا تھا، اخلاق، دانائی اور دیوانگی کیا سب ایک ساتھ جمع ہوسکتی ہیں؟ آپ کو دیوانہ کہنے والوں کی خود عقل صحیح کام نہیں کررہی تھی۔

لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ پیغمبروں، جادوگروں، کاہنوں، پاگلوں اور کذاب انسانوں میں کتنا بڑا فرق ہوتا ہے، دونوں کے اخلاق، سوچ اور فکر میں اندھیرے اُجالے کا فرق ہوتا ہے، دونوں کے رویّے الگ الگ ہوتے ہیں، جادوگروں، کاہنوں، پاگلوں اور کذاب انسانوں کی محنتوں سے کبھی انسانی معاشرہ درست نہیں ہوا جبکہ پیغمبروں کی محنتوں سے لوگوں کی زبردست اصلاح اور سدھار ہوئی اور وہ دنیا کے مثالی انسان بنے، پھر ان کی تعلیم وتربیت سے ان کی نسلوں میں نیک اور صالح لوگ تیار ہوئے اور ان کی دعوت وتبلیغ سے انسانی معاشرہ کے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوتی گئی اور ہوتی جارہی ہے۔

ایمان والے کو کائنات میں غور وفکر کرکے اپنے ایمان کو ہر روز تازہ کرتے رہنا اور بڑھاتے رہنا چاہئے، آفاق والنفس میں غور وفکر کا طریقہ سیکھنے کے لئے تعلیم الایمان کے تمام حصوں کا مطالعہ کیجئے اور کائنات میں غور وفکر کرکے اپنے ایمان کو زندہ اور تازہ کیجئے۔

# محمد رسول اللہ کو ماننے والے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے

ترجمہ: ”بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم فلاں پر ایمان رکھتے ہیں اور فلاں پر نہیں اور وہ ایک درمیانی راستہ نکالنا چاہتے ہیں ایسے لوگ حقیقت میں نرے کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے“ (البقرۃ:۱۵۰-۱۵۱)

تمام نبیوں پر جس طرح ایمان لانے کی تعلیم دی گئی اُسی طرح ایمان لانا ہوگا، اور سب سے محبت، عزت اور تعظیم کا معاملہ رکھنا ہوگا، قرآن مجید خاص طور پر انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ پیغمبروں کے درمیان تفریق نہ کریں تفریق بین الرسل سے سختی سے منع کیا گیا ہے، پیغمبروں میں تفریق کا مطلب یہ ہے کہ کسی نبی کو ماننا اور کسی کا انکار کرنا، کسی نبی کی تعلیمات کو ماننا اور کسی نبی کی تعلیمات کا انکار کرنا، اپنے نبی کی تعلیمات کو ماننا اور بعد میں آنے والے نبی کا انکار کر دینا، یا کسی کو اپنے نبی سے کمتر، گرا ہوا یا چھوٹا بڑا، حقیر اور معمولی سمجھنا یا اپنے نبی کے مقابلے دوسرے نبی کی توہین آمیز انداز کی گفتگو کر کے ان کے مقام و مرتبے کو گرا دینا، کم درجے کا یا بے وزن بتلانا یہ سب اعتدال کے خلاف، ایمان سے دوری اور تفریق بین الرسل میں داخل ہے۔

پیغمبروں کے درمیان تفریق نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا پیغمبروں کے درمیان اس لحاظ سے فرق نہیں کرتا کہ فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہ تھا، یا فلاں کو ہم مانتے اور فلاں کو نہیں مانتے، جو انسان حق اور سچائی کو مانتا ہے وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ تمام پیغمبروں کو برحق تسلیم کیئے بغیر چارہ کار نہیں، اس لیے کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے نمائندے اور منتخب کردہ تھے، اگر کسی ایک پیغمبر کو نہ مانا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں، نافرمانی ہے، اور کسی کا بھی انکار کر کے انسان اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کی اطاعت نہیں بلکہ نفس کی، باپ دادا کی یا قوم کی اطاعت



وغلامی کر رہا ہے، اس کے نزدیک خدا کی اطاعت وغلامی کی کوئی اہمیت نہیں، وہ صرف اپنی قوم اور قبیلے کے نبی کو پیغمبر مان کر اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہا ہے، اس کا اصل مذہب نسل پرستی اور تعصب ہوگا، خدا پرستی نہیں، جو لوگ خدا کو مانتے ہوئے کسی پیغمبر کو مانے اور کسی کا انکار کریں اسلام کی نظر میں وہ بھی کافر ہیں، اگر کوئی آنے والے نبی کو نہ مانے تو وہ خود اپنے نبی اور کتاب کو جھٹلا رہا ہے اس لیے کہ اس کی کتاب میں اور اس کے نبی نے آنے والے نبی کی بشارت دی ہے اور پیشن گوئی کر کے چلے گئے، اب ایسی صورت میں وہ نئے نبی کو نہ مانے تو گویا وہ خود اپنی کتاب اور نبی کو جھٹلا رہا ہے۔

مدینہ کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی کے سامنے ایک یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو سب سے افضل بنایا، صحابی نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کو غصہ آ گیا یہودی کو تھپڑ مار دیا، کہا کہ ہمارے پیغمبر کے موجود ہوتے ہوئے تم یہ کہہ رہے ہو، اللہ نے سب سے افضل محمد ﷺ کو بنایا ہے۔ یہودی نے حضور کے پاس شکایت کی، حضور نے اس مسلمان صحابی کو بلایا اور پوری بات سنی اور برہم ہو کر فرمایا پیغمبروں میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو یعنی ایسی فضیلت جس سے کسی دوسرے نبی کی تحقیر ہوتی ہے، جب یہودی نے یہ کہا تو تم کو خاموش ہو جانا تھا موسیٰ میرے بھائی ہیں، جب بصورت مقابلہ میری بڑائی بیان ہوگی تو یقیناً اس میں ان کی تحقیر ہوگی، خبردار! آئندہ مجھے کسی نبی پر ترجیح نہیں دینا، خصوصاً اس حیثیت میں جب کہ دو کا تقابل ہو (بخاری، مسند ابن حنبل) خود آپ دوسرے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم اتنی کرتے کہ ان کے مقابلے کبھی کبھی اپنی ہستی بھی فراموش کر دیتے ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپ کو ”یا خیر البریہ“ اے بہترین خلق کہہ کر خطاب فرمایا تو آپ نے فرمایا وہ تو ابراہیم تھے، کسی نے حضور سے سوال کیا کہ سب سے عالی خاندان کون تھا؟ فرمایا یوسف پیغمبر بن پیغمبر بن پیغمبر بن خلیل اللہ حالانکہ غور کیجئے کہ حضور خود حضرت ابراہیم کی اولاد اور اُسی خاندان کے ہیں مگر اپنا تذکرہ نہیں کیا، دنیا کی کسی قوم میں یہ ادب اور تعلیم نہیں ہے کہ وہ پیغمبروں کا نام ادب و احترام سے لیں، مگر

اسلام ایک مسلمان کو یہ ادب اور تعلیم سکھاتا ہے کہ وہ کسی پیغمبر کا نام چاہے وہ کسی ملک قوم وطن اور جگہ کے ہوں تو ادب واحترام سے لیں ان پر درود وسلام پڑھیں، انکا ادب و احترام دل و جان سے کریں، ان کی تعظیم وتکریم دین وایمان کا جز سمجھیں، یہود و نصاریٰ جب دوسرے پیغمبروں کا نام لیتے ہیں تو عام انسانوں کی طرح لیتے ہیں، نہ ان پر درود وسلامتی بھیجتے اور نہ احترام سے نام لیتے ہیں، اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے ہر پیغمبر کا نام ادب واحترام سے لیتے اور سلامتی کی دعاء بھیجتے ہیں، مسلمانوں میں بھی بعض نادان لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے یہ باتیں کرتے ہیں کہ ان کو کوہِ طور پر چپلیں اُتار کر بلایا گیا اور ہمارے نبی کو چپلوں کے ساتھ سدرمنتہا پر بلایا گیا، یہ تقابل بھی ایک قسم کی بے عزتی کرنا ہے۔

شاعر لوگ اشعار میں حضور ﷺ کے مقام کو اونچا بتا کر دوسرے پیغمبروں کو گرادیتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ باوجود ہمارے آقا تمام دنیا کے پیغمبر اور رسول بنا کر قیامت تک کے لئے بھیجے گئے اور تمام انبیاء کے سردار بنائے گئے اور تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ قرآن مجید آپ پر نازل کیا گیا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا اور امتِ مسلمہ کو حضرت ابراہیمؑ کی اتباع کا حکم دیا اور بہت سارے حضرت ابراہیمؑ کے اعمال کی نقل امتِ مسلمہ کو کرنے کی تاکید کی اور درودِ ابراہیم میں حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور حضور ﷺ کو حضرت ابراہیم کی دعاء بتلایا، کسی نبی کو صفی اللہ، کسی کو خلیل اللہ، کسی کو کلیم اللہ، کسی کو روح اللہ کہا گیا۔

پیغمبر پر ایمان لانے کی شرائط

# محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کی لازمی شرط یہ ہے کہ آپ کو خاتم النبیین مانا جائے

ترجمہ: ''(لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔ (الاحزاب: ۴۵)

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاؑ کیا کرتے تھے جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہونگے (بخاری)

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور آپ کی رسالت ونبوت قیامت تک جاری رہے گی، اب کسی نبی اور رسول کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی نیا پیغمبر آئے گا، اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ پر پیغمبروں کے بھیجنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، آپ کو خاتم الانبیاء مان کر ایمان لانا ایمان بالرسالت کا جزء ہے، قرآن مجید نے آپ سے پہلے پیغمبروں پر ایمان لانے کی شرط رکھی ہے، آپ کے بعد نہ کسی پیغمبر کے آنے کا تذکرہ ہے اور نہ ایمان لانے کی تاکید کی گئی، جیسے دوسری آسمانی کتابوں میں بعد کے آنے والے نبی پر ایمان لانے کی تاکید تھی، اللہ تعالیٰ جس قدر انسان کو ہدایت دینا چاہتا تھا وہ سب کی سب اس نے اپنے آخر پیغمبر محمد رسول اللہ کے ذریعہ دے چکا، جو شخص حق کو جاننا چاہتا ہو اور خدا کا صحیح بندہ بننا چاہتا ہو تو اس پر لازمی ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کو آخری پیغمبر کی حیثیت سے مان کر ایمان لائے، اس لئے کہ قیامت تک سچائی اور حق معلوم کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، وہ محمد رسول اللہ کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں، اس کے سوا دوسرے تمام راستے گمراہی کے ہیں۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ کسی آدمی نے کوئی گھر بنایا، اسے نہایت خوبصورت اور مکمل شکل میں تعمیر کیا لیکن اس کے کسی گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی، لوگ اس



کے اردگرد گھومتے اور اس پر تعجب کا اظہار کرنے لگے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ کیا یہ اینٹ نہ رکھی جائے گی؟ تو میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (متفق علیہ)

آپکے ذریعہ دین مکمل کر دیا گیا اور نبوت کو ختم کر دیا گیا، اب اگر کوئی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا کذاب اور کافر ہوگا، اور جو کوئی آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانے تو وہ بھی کافر ہوگا، اِسی طرح اگر کوئی محمد رسول اللہ کو اپنا پیغمبر مانتے ہوئے آپ پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے آپ کو انکا سایہ یا ظلی نبی یا منتخب کردہ نبی بتلائے تو وہ بھی کافر ہے، مسلمہ کذاب جو حضور ﷺ کی نبوت کا منکر نہ تھا بلکہ خود بھی شریک نبوت ہونے کا دعویٰ کیا تھا، اس کے پاس جو اذان ہوتی اس میں اشہدان محمد رسول اللہ کے الفاظ شامل تھے دعویٰ نبوت کی وجہ سے جھوٹا اور کافر قرار دیا گیا۔

جب تک کسی پیغمبر کی تعلیمات صحیح اور زندہ حالت میں ہوں گویا اس وقت تک وہ خود بھی زندہ ہے، محمد رسول اللہ کی تعلیم صحیح سلامت موجود ہے، حضور کی زندگی کے حالات، اقوال آپ کے اعمال سب کے سب محفوظ ہیں، قرآن اپنی اصلی حالت میں اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے، اس میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں آیا، دنیا کے کسی پیغمبر کی زندگی اتنی محفوظ نہیں جتنی حضور کی زندگی محفوظ ہے، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضور کے بعد کسی دوسرے پیغمبر کی ضرورت اب باقی نہیں، لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات بھی دنیا میں چل رہی ہیں لیکن یہ بھی کہنا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ کی نہ زندگی کے حالات محفوظ ہیں اور نہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات محفوظ ہیں، ان کو اور ان کی تعلیمات کو بگاڑ کر کچھ سے کچھ کر دیا گیا، خالص تعلیمات اگر آج دنیا میں محفوظ ہیں تو وہ صرف محمد رسول اللہ کی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی امتیں آج دنیا میں موجود ہیں مگر انہوں نے ان کی تعلیمات کی اصل روح ہی ختم کر دی اور کتابوں کو پوری طرح بدل ڈالا، ایک روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

## ختم نبوت پر دھوکا دینے والوں کا طریقہ کار

نئی نبوت کی طرف بلانے والے لوگ عام طور پر بے شعور اور کم علم اور نادان مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے، اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ختم نبوت کا عقیدہ بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق، اس سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود سے مراد عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں، ان کا انتقال ہو چکا ہے، اب احادیث میں جس کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ مثل مسیح یعنی حضرت عیسیٰ کی مانند ایک مسیح ہے اور وہ غلام احمد قادیانی ہے جو آچکا ہے اس کو ظلی نبی ماننے یعنی (نبوت کا سایہ) ماننے سے ختم نبوت کا عقیدہ ختم نہیں ہوتا۔

لوگوں نے مسیح موعود کے آنے کی بات تو احادیث سے لے لی مگر حدیث میں آنے والے مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم ہوں گے نہ کہ کوئی دوسرا، احادیث میں یہ بات صاف بیان کر دی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دوبارہ نزول نئے نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا نہ اُن پر وحی نازل ہوگی نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لے کر آئیں گے، اور نہ وہ شریعتِ محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے، اور نہ وہ آکر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے۔ وہ خود محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھیں گے اور محمد رسول اللہ کی نبوت کی گواہی اور شہادت دیں گے، وہ دجال کے فتنے کو ختم کرنے آئیں گے۔ وہ دنیا میں آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے، جو بھی مسلمانوں کا امام ہوگا اس کے پیچھے خود نماز ادا کریں گے، جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا اُسی کو آگے رکھیں گے، تاکہ لوگوں کو کسی غلط فہمی کی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابقہ پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب بھی پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لیے واپس آئے ہیں ان کے آنے کے بعد سارے عیسائی مسلمان ہو جائیں گے۔



اسلام نے صاف طور پر کھلے کھلے طور پر یہ تعلیم دی کہ محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبوت ہی نہیں، دوسری طرف یہ بتلایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ نازل ہوں گے تو جس طرح ان کی سابقہ نبوت پر آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جاتا ہے، اُسی طرح وہ دوبارہ آنے کے بعد بھی ان کی سابقہ نبوت ہی کا اقرار کرنا ہوگا اور ماننا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ سے پہلے اللہ کے پیغمبر اور نبی تھے، یہ چیز نہ آج ختم نبوت کے خلاف ہے اور نہ اس وقت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیسے ہو گے تم جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا۔ (مسلم، بخاری: مسند احمد)

## نبوت اللہ کی عطاء ہے، محنت و مجاہدے سے نہیں ملتی

نبوت اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے، وہ کسی کو اس کی ذاتی محنتوں اور کوششوں اور مجاہدے سے نہیں ملتی، صرف خدا کے فضل و بخشش سے ملتی ہے، کوئی اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اور جو لوگ نبوت کے لئے منتخب کئے گئے وہ انسانیت میں سب سے اعلیٰ ترین اخلاق کردار فہم وعقل والے نیک لوگ تھے، پیغمبر کی زندگی کتاب الٰہی کا عملی نمونہ ہوتی ہے۔

## پیغمبر انسانوں کے لئے ویسی ہی رحمت و برکت رکھتے ہیں، جیسے بارش کی رحمتیں اور برکتیں ہوتی ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: ”اے محمد ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے“۔

بارش کا پانی جب زمین کے مختلف حصوں پر سے بہتا ہوا گذرتا ہے تو زمین کے وہ حصے

جونرم اورزرخیز ہوتے ہیں اس پانی کو حاصل کر کے اپنے اندر کے جوہر کو باہر ظاہر کرتے اور لہلہاتے کھیتیوں اور رنگین خوبصورت باغوں باغیچوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں مگر زمین کا وہ حصہ جو بنجر اور پتھریلا ہوتا ہے اس پر سے اس پانی کے گذرنے کے وہ بنجر کا بنجر ہی رہتا ہے الٹا اپنے اندر کے کانٹے اور خاردار جھاڑیوں کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح زمین پر کاشت نہ کی جائے اور اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے تو وہ آہستہ آہستہ خاردار جھاڑیوں کے اگنے اور زہریلی جانوروں کے آباد ہونے سے جنگل بن جاتا ہے اور اگر زمین پر محنت کی جائے اور اس کو صاف ستھرا رکھتے ہوئے دیکھ بھال کی جائے تو وہ صاف ستھرا میدان اور باغ کی شکل اختیار کرتی ہے۔

بالکل اسی طرح انسانوں پر پیغمبروں کے ذریعہ وحی ورسالت کا علم پیش کیا جائے اور ان کو سدھارنے کی محنت کی جائے تو انسانوں میں وہ انسان جو نرم اور حق کو پسند کرنے والے اور برائی سے نفرت کرنے والے اور سلیم الفطرت ہوتے ہیں، پیغمبروں کی دعوت اور ان کی تعلیمات سے لہلہاتے کھیتوں کی طرح خوشبودار اور فائدہ مند پودوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور جو انسان اندر سے خبیث اور برائی کو پسند کرنے والے حق سے دور بھاگنے والے اور اپنی فطرت کو بگاڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ پیغمبر کی تعلیمات پر بنجر زمین اور کانٹے دار جنگلی زمین کی مانند ہی رہتے ہیں اور وحی الٰہی کی تعلیمات کو وہ جذب اور قبول نہیں کرتے ، اور پیغمبر کی تعلیمات کے خلاف اپنے اندر کی خباثت اور برائی کو ظاہر کرتے ہوئے شجر خبیثہ کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ ایسے انسانوں کو نبوت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جیسے بارش سے بنجر زمین کو فائدہ نہیں ہوتا، چنانچہ ہر زمانے میں انسانوں میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں، ایک وہ جو نبی کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر جنتی مثالی اور فائدہ مند بنتے ہیں اور دوسرے وہ جو نبی کی تعلیمات کی مخالفت کر کے جہنمی، تکلیف دہ اور شیطانی کردار والے بنتے ہیں اُسی طرح مسلمانوں میں جو لوگ بھی وحی ورسالت کو مانتے ہوئے فائدہ اور فیض نہیں اٹھائے یا نہیں اٹھا رہے ہیں وہ بھی غیر مسلموں کی طرح ناپاکی اور اخلاق رذیلہ والی گندی ناپاک دوزخی زندگی گذار رہے ہیں۔



# ختم نبوت کے بعد امتِ مسلمہ پر پیغمبر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

ترجمہ: ’’تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے برپا کی گئی، تم نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو‘‘۔ (آل عمران:۱۱۰)

ختم نبوت کے بعد دنیا کے تمام انسانوں کو حق کی طرف دعوت دینے اور سدھارنے کی تمام تر ذمہ داری امتِ مسلمہ پر عائد ہوتی ہے اور وہ دوسری قوموں کی سدھار اور بگاڑ کے ذمہ دار ہیں، اس لئے کہ محمد رسول اللہ کے بعد اب قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، اگر مسلمان دعوت اِلی اللہ کا کام نہیں کریں گے اور محمد رسول اللہ کی تعلیمات سے دوسرے انسانوں کو واقف نہیں کرائیں گے تو دنیا کی دوسری قومیں اللہ کے سامنے اپنی گمراہی کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر ڈال دے گیں اور مسلمانوں کو الزام دے گیں کہ یہ پیغمبر کے چلے جانے کے بعد حق کو رکھتے ہوئے ہمیں حق سے واقف نہیں کروائے کیوں کہ ختم نبوت کے بعد امت مسلمہ ہی نبی کے قائم مقام ہے، اس لئے امت مسلمہ کو دنیا میں محمد رسول اللہ کے نمائندوں کی حیثیت سے دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ رہنا ہوگا اور زمین کی مثال بن کر دنیا میں فیض پہنچا کر اپنے فریضہ کو ادا کرنا ہوگا، جس طرح زمین پانی کو جذب کر کے اپنے اطراف کے تمام سوکھے حصوں تک پانی کو پہنچاتی ہے اُسی طرح مسلمان وحی الٰہی کو دنیا کے دوسرے تمام انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری ادا کریں، اگر امت مسلمہ یہ کام نہیں کرے گی تو دنیا شرک وکفر سے بھر جاسکتی ہے۔

امت مسلمہ اگر دعوت الی اللہ کا کام نہ کرے تو دوسرے انسانوں کو حق بات سمجھنے ماننے میں اچنبھا معلوم ہوتا ہے اور وہ نئی بات محسوس کرتے ہیں چنانچہ پیغمبروں کی دعوت کا انکار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مشرکان مکہ کا یہ خیال تھا کہ زمانۂ قریب میں بڑے بڑے بزرگ ہماری قوم میں گذرے اور ہمارے آس پاس کے علاقوں میں یہودی اور عیسائی بھی

رہتے ہیں ایران اور عراق بھی مجوسیوں سے بھرا پڑا ہے کسی نے بھی ہم سے توحید، رسالت اور آخرت کی بات نہ کی اور نہ ہم نے اپنے بڑوں بزرگوں سے یہ باتیں سنیں وہ محمد ﷺ کی دعوت پر تعجب کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کے درمیان توحید، رسالت اور آخرت کا خوب تذکرہ کرتے ہوئے زندگی گذارنا چاہئے۔ تاکہ وہ پیغمبر کی دعوت کو نئی اور اجنبی بات نہ سمجھیں اور ضمیر کی آواز اور فطرت کی پکار پر لبیک کہہ سکیں، مسلمانوں کو دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ خلط ملط کر کے رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ دوسری قوموں کے درمیان رہتے ہوئے قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذاریں اور نبی کی دعوت سے دوسری قوموں کے شرک کفر اور گمراہ اعمال کی اصلاح کریں، اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کے ساتھ ملا کر رکھنے کی حکمت کو سمجھتے ہوئے با مقصد زندگی گذارنا ہوگا، تب ہی وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو سکتے ہیں۔

مکہ فتح ہوا، صحابہ مکہ کی وادیوں میں پڑاؤ ڈالے ٹھہرے ہوئے تھے، کچھ صحابہ کے رشتے دار جو طائف میں رہتے تھے، انہیں معلوم ہوا کہ مدینے سے ان کے رشتہ دار صحابہ مکہ آئے ہوئے ہیں انہوں نے ملاقات کی اجازت مانگی تب مدینے کے صحابہ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی، حضور نے اجازت دی اور کہا کہ ان کو ایسی جگہ ٹھہراؤ جہاں سے وہ مسلمانوں کے نماز پڑھنے کو دیکھ سکیں اور قرآن کی آیتوں کو آسانی سے سن سکیں، وہ لوگ طائف سے آئے دو چار دن صحابہ کے ساتھ رہے، جاتے وقت اسلام سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر لیا، غرض مسلمانوں کو زندگی کے ہر قدم پر اسی انداز کی حکمت اور پالیسی سے داعی بن کر غیر مسلم ماحول میں اور غیر مسلم قوموں میں رہنا چاہئے، مگر مسلمان اس وقت دعوت الی اللہ کے کام کو بھولے ہوئے ہیں اور دوسری قوموں سے صبر اختیار نہ کر کے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے ہیں اور استاذ اور ڈاکٹر ہوتے ہوئے اپنے مریضوں اور شاگردوں سے لڑائی جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں، اس لئے وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔



## کلمہ طیبہ کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ ہی کو مالک کائنات مان رہا ہے

کلمہ طیبہ کے پہلے حصے لا الہ الا اللہ کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ ہی کو اکیلا مالک کائنات مان رہا ہے اور اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ عبادت و بندگی کے لائق کوئی دوسرا نہیں، یہ اقرار اور عہد ایک بندہ سچائی کو جان کر دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے، گویا وہ اس عہد کے ذریعہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں آپ ہی کا بندہ اور غلام ہوں آپ کے علاوہ میرا کوئی دوسرا مالک و معبود نہیں، میں عہد و اقرار کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ ہی کی اطاعت و غلامی کرونگا، آپ ہی کا بندہ بن کر رہونگا، آپ ہی کی عبادت کروں گا، آپ کے علاوہ کسی سے نہ مدد مانگوں گا اور نہ کسی کے سامنے سر جھکاؤنگا۔ اے اللہ! آپ میرے ہی نہیں، کائنات کے ذرہ ذرہ کے مالک، حاکم، اور رب ہیں آپ ہی اس پوری کائنات کے اصلی شہنشاہ و حاکم ہیں، ساری کائنات آپ کی ہی ہے، اس لئے ہر چیز آپ کی مرضی کے مطابق آپ کے حکم کے مطابق استعمال کرونگا جب ایک انسان اللہ کو مالک اور معبود مان رہا ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ اقرار کر رہا ہے کہ یہ جان بھی میری نہیں، یہ ہاتھ، پیر، آنکھیں اور کان اور دوسرے اعضاء بھی میرے نہیں یہ دولت، یہ جانور، یہ اہل و عیال سب کے مالک آپ ہیں اور مجھے امانت کے طور پر دیئے ہیں، اس خیال اور فکر کے بعد اب انسان کو میرا مال، میرے بچے میرا ہاتھ، میرا دل، میرا دماغ، میری زمین، میری دوکان غرض میرا، میرا کہنا چھوڑنا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ملک کو اپنی ملکیت بتانا درست نہیں ہے۔

جب انسان ہر چیز کو اللہ کی ملک سمجھے گا تو پھر اللہ کی امانت جان کر استعمال کرے گا اور اپنی سمجھے گا، تو امانت نہیں سمجھے گا، اللہ کی امانت سمجھنے سے اللہ کی مرضی پر استعمال کرے گا، اب اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نا مرضیات معلوم کرنے کے لیے پیغمبر محمد رسول اللہ پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اور غلامی کے طریقے سیکھنا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال معلوم کرنا ہوگا۔

جب ایک بندہ زبان سے یہ دعویٰ، یہ عہد اور یہ اقرار کرتا ہے تو اس دعویٰ کو زمین، آسمان، ہوا، درخت جانور اور خود اس کے جسم کے تمام اعضاء سنتے ہیں اور گواہ بن جاتے ہیں اور اگر انسان خود اپنے اس اقرار اور دعویٰ کے خلاف چلے اور عہد کو توڑے تو کل قیامت کے دن زمین اور دوسری چیزیں، خود اس کے جسمانی اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے، چیز جس کی ہے اُسی کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ایمانداری ہے دوسرے کی ملک کو اپنی کہنا اور اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا بے ایمانی ہے، اس لئے کلمہ کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کو اللہ کی کہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور حکم پر استعمال کرو، ورنہ بے ایمانی ہوگی۔

وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ کے مسائل یاد دلانے سے ایمان پیدا نہیں ہوتا، ایمان پیدا کرنے کے لئے ایمان ہی کی تعلیم دینا ہوگا اس لئے مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی اور عبداللہ صدیقی کی تیار کردہ کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے آج ہی پڑھئے۔



# محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کی پہلی شرط آپ کو سچا مان کر ایمان لایا جائے

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (الاحزاب: ۲۲)

ترجمہ: ’’اللہ اور اس کے رسول کی بات بالکل سچی ہے‘‘۔

انسان کو ایمان لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان چاہئے اس کے فرشتوں اور تقدیر کا صحیح علم چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین اطاعت و بندگی کے طریقوں کا علم چاہئے دنیا کی حقیقت اور دنیا کے بعد والی زندگی قیامت، حشر کا میدان، جنت و دوزخ یعنی آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر حساب و کتاب دینے اور جزا اور سزا پانے کا صحیح علم چاہئے اور ان تمام باتوں کا علم انسانوں کو نہ باپ دادا سے انکے تجربے اور معلومات کی بنیاد پر مل سکتا ہے نہ دنیا کے علوم کے ماہرین سے اور نہ فلاسفر سے اور نہ دانشوروں اور پنڈتوں اور پیشواؤں سے مل سکتا ہے، اور نہ انسانی عقل اس میں کوئی رہبری کر سکتی ہے، ان تمام باتوں کا علم انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہی سے مل سکتا ہے، اس لئے ایسی صورت میں انسان جب تک پیغمبر کو سچا مان کر ایمان نہ لائے اس وقت تک وہ ہدایت یافتہ نہیں بن سکتا۔

چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور محمد رسول اللہ کی رسالت قیامت تک کے لیے جاری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات اور اس کی مرضی کا علم اور اس کا صحیح تعارف سوائے محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے انسانوں کو کسی دوسری جگہ سے نہیں مل سکتا اور محمد رسول اللہ کے بغیر وحی الٰہی کو حاصل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں، اگر کوئی محمد رسول اللہ کی تعلیمات سے ہٹ کر خدا کا تعارف اور پہچان کرواتا ہے اور خدا کے احکام بتلاتا ہے تو وہ سوائے گمراہی اور جھوٹ کے اور کچھ نہیں۔

اگر کوئی محمد رسول اللہ کی سچائی، صداقت ہی کو قبول نہ کرے یا آپ پر شک کرے یا آپ کو جھٹلائے تو پھر معرفتِ الٰہی، پیغام ربانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی صداقت اور سچائی بھی مشکوک

ہوکر شک وشبہات کے حوالے ہوجائے گی اور انسانوں کے لئے صحیح طریقے سے حق و باطل کو سمجھنے کا راستہ ہی نہ رہے گا اور نہ عبدیت و بندگی کرنے کا کوئی عملی نمونہ اور طریقہ ہی موجود رہے گا۔

انسان محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا مان کر آپ پر ایمان لا کر وحی الٰہی قرآن مجید کے مستند اور صحیح ہونے کی سو فیصد شہادت اور گواہی دیتا ہے، اگر پیغمبر کا انکار کردے یا اُن پر شک کرے یا اُن کو سچا نہ مانے تو انسان کے نزدیک خدا کی کتابوں، صحیفوں کی سچائی کا سارا معاملہ مشکوک ہوجائے گا، پیغمبر کے بعد خدا کے احکام و ہدایت کو جاننے کا ذریعہ کتاب ہی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کتاب کی شکل میں محفوظ کئے گئے ہیں، محمد رسول اللہ کو سچا نہ مانے یا رسول پر شک کیا جائے تو پھر پیغمبر کے بعد خدا کے احکام اور ہدایتوں کو جاننے کا ذریعہ ہی مسدود ہوجائے گا، اور انسان حق و باطل کی تعلیم ہی حاصل کرنے سے محروم رہے گا۔

اسی طرح اگر کوئی محمد رسول اللہ کو تو مانے اور قرآن مجید کو بھی مانے مگر پیغمبر کے ارشادات واحادیث کو نہ مانے یا بعض کو مانے اور بعض کو مستند ہونے کے باوجود نہ مانے یا وحی کے بعض احکام کا انکار کردے یا اسلام کے فرائض اور واجبات میں سے کسی کا انکار کردے تو یہ ماننا بھی ایمان نہیں کہلاتا، اس طرح ماننے کو پیغمبر کو سچا مان کر ایمان لانا نہیں کہا جائے گا۔ بعض لوگ قرآن مجید کی آیات میں اثر نہیں مانتے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن مجید کی بہت ساری سورتوں میں بہت ساری احادیث میں اثر بتلایا ہے مثلاً سورہ یٰسین کو پڑھنے سے روح آسانی سے نکلتی ہے، سورہ کہف کو پڑھنے سے دوسرے جمعہ تک فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، سورہ فاتحہ میں سوائے موت کے ہر چیز سے شفا ہے مگر بعض لوگ آیات میں اثر نہیں مانتے اس طرح کا نہ ماننا بھی محمد رسول اللہ کو جھٹلانا ہے، اس لئے کہ محمد رسول اللہ کا اقرار اور پھر آپ کی لائی ہوئی کچھ تعلیمات کا انکار اور کچھ کا اقرار بھی کفر ہے اور انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، اللہ پر ایمان اور رسول پر ایمان دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں ایمان بالرسالت اور ایمان بالکتب دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کا اقرار ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں قیامت تک وہی عقیدہ اور بندگی کا طریقہ صحیح ہے جو محمد رسول اللہ نے بتلایا۔



## پیغمبر کی تعلیمات پر آنکھ بند کر کے ایمان لایا جائے

اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کا نظام ہی کچھ اس طرح بنایا ہے کہ ہر چیز کا ایک ماہر اور استاد ہوتا ہے اُسی کو سچا جان کر اس پر اعتماد کر کے اُسی کی مدد سے اس شعبے اور لائن کی تعلیم حاصل کی جاتی ہے، مثلاً جس طرح ڈاکٹر پر مکمل بھروسہ واعتماد کر کے جسم کا علاج کرایا جاتا ہے اگر کوئی ڈاکٹر مریض سے یہ کہدے کہ تمہارے گردے فیل ہوگئے ہیں اس پر مریض نہیں پوچھتا کہ ثبوت کیا ہے؟ بلکہ فوراً وہ جس طرح ترغیب اور تاکید کرتا ہے اُسی طرح دوا کا استعمال کر کے پرہیز شروع کر دیتا ہے، اُسی میں اپنا فائدہ سمجھتا ہے، کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے فلاں فلاں دوا کیوں دے رہے ہیں؟ فلاں پرہیز کیوں بتلا رہے ہیں؟ میرے گردے فیل ہونے کا ثبوت دو، میں یہ چیز کیوں استعمال نہ کروں؟ بلکہ ڈاکٹر پر اعتماد کر کے بغیر کسی چوں وچراں کے اس کی ہر بات پوری کرتا ہے اور ہر روز دوا پابندی سے استعمال کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر میرا خیر خواہ ہے، میرے فائدے کے لئے اور میری تندرستی کے لئے یہ دوائیں دے رہا ہے، چاہے اُسے نقصان ہی کیوں نہ ہوجائے مگر ڈاکٹر پر یقین رکھتا ہے، وکیل پر اعتماد کیا جاتا ہے اور وکیل جہاں دستخط کرنے کو کہے وہیں آنکھیں بند کر کے دستخط کرتا ہے، کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ ان کاغذات پر دستخط کیوں لے رہے ہیں؟ کوئی بھی انسان ہر شعبے کی صرف کتابیں پڑھ کر نہ اپنا علاج کرتا اور نہ علم حاصل کرتا بلکہ اس کے ماہر ہی سے علم حاصل کرتا ہے۔

تو ذرا غور کیجئے کہ روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے وہ روحانی ماہرین کی ضرورت کو کیوں محسوس نہیں کرتا؟ اور ان کو وہ کیوں سچا نہیں سمجھتا؟ کیوں اُن پر بھروسہ نہیں کرتا ہے؟ دنیا کی ناکامی آخرت کے مقابلہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی اگر آخرت برباد ہوجائے تو ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی ہے روحانی تربیت کا معاملہ دنیا کی زندگی کے بعد آخرت میں کامیاب ہونے کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس کی مرضیات پر زندگی گذارنے اور نافرمانیوں سے بچنے کا ہے، جو عقل وحواس کے حدود سے باہر کی چیز ہے، دنیا کے ڈاکٹر،

انجینئر، وکیل، سائنس داں اور دنیوی علوم کے ماہر واستاد انسان کو انسان نہیں بنا سکتے اور نہ آخرت کی کامیابی دلا سکتے ہیں، وہ تو صرف دنیا کی چیزوں کا علم دے سکتے یا دنیا کی چیزوں کو بنانے اور استعمال کرنے کا طریقہ سمجھا سکتے ہیں، وہ انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج اور اخلاقیات کو درست نہیں کر سکتے۔

## سچائی کو ماننے سے انسانوں کو فائدہ ہی فائدہ کیسے ہوتا ہے؟

محمد رسول اللہ کو سچا یقین کئے بغیر انسان وحی الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، گویا انسان کی زندگی کے سدھرنے کا پورا دار ومدار محمد رسول اللہ کو سچا ماننے میں ہے، انسان کی یہ فطرت اور عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی کو سچا مانتا ہے تو اس پر کامل یقین، کامل اعتماد اور مکمل بھروسہ کرتا ہے اور آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کا استعمال کئے بغیر اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے، ایسا کبھی نہیں کرتا کہ کسی انسان کو سچا تو مان لے اور اس پر کامل اور مکمل بھروسہ بھی کر لے اور پھر اس پر شک کرے یا اس کی باتوں کا یقین نہ کرے اور سنی ان سنی کر دے، انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس کو سچا مانتا ہے اس پر صد فی صد بھروسہ و اعتماد کرتا ہے، اِسی پر دنیا کے کاروبار چلتے ہیں، انسان کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی کام میں اُس شعبے کے ماہر کی تلاش کرتا ہے اور جب سچا ماہر مل جاتا ہے تو آنکھیں بند کر کے اُس پر مکمل بھروسہ و اعتماد کرتا ہے اس کو سچا یقین کر کے اس کی ہر بات پر سو فیصد بھروسہ کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جسمانی اور روحانی ماہرین کو دنیا میں رکھا ہے، مثلاً کوئی انسان بیمار ہو جائے تو عام آدمی سے یا اپنی عقل سے وہ اپنا علاج نہیں کراتا، بلکہ اچھے سے اچھا ماہر ڈاکٹر اور طبیب تلاش کر کے اس پر پورا اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے، اسی طرح عدالت کے معاملہ میں وکیل پر اعتماد کیا جاتا ہے، سائنس کی ایجادات میں سائنس دانوں پر اعتماد کیا جاتا ہے دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لیکچراروں اور پروفیسروں پر بھروسہ کیا جاتا ہے، بڑی بڑی بلڈنگیں بنانے کے لئے انجینئروں پر بھروسہ



کیا جاتا ہے، اِسی طرح روحانیت اور اخلاقیات کی تعلیم اور ترقی کے لئے پیغمبر پر بھروسہ کیا جائے، پیغمبر کو سچا مانا جائے اور کامل اعتماد کیا جائے۔ انسان دنیا کے ماہرین سے ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بنگلے اور مکانات اور مشینیں تو بنانا سیکھ سکتا ہے پرندوں کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر ہوائی جہاز تو بنا سکتا ہے، مچھلی کو پانی میں تیرتا ہوا دیکھ کر پانی کا جہاز تو بنا سکتا ہے، مگر انسان کو زمین پر اللہ کا عبد اور بندہ بن کر رہنا نہیں سیکھ سکتا، چنانچہ آج انسانوں کی اکثریت دنیا کی تعلیم میں، سائنسی علوم میں بے انتہاء ترقی کرنے کے باوجود انسانیت کے ساتھ زندگی گذارنا نہیں جانتی، انسان کو انسان کی طرح زندگی گذارنے اور خدا کا عبد اور غلام بن کر زندگی گذارنے کے لئے روحانی ماہر فن پیغمبر محمد رسول اللہ کی ضرورت ہے تب ہی وہ انسان بن سکتا ہے، اگر انسان پیغمبر سے اپنا علاج نہ کرائے اور پیغمبر کی تعلیمات سے تربیت حاصل نہ کرے تو وہ انسان ہوتے ہوئے شیطان بن جاتا ہے، جس طرح ڈاکٹر وکیل کا کام نہیں کرتا اور وکیل انجنیر کا کام نہیں کرتا اسی طرح دنیوی ماہرین روحانی علاج نہیں کرتے روحانی علاج اور روحانی تربیت کے لئے روحانی ماہرین چاہئیں جن کو اللہ تعالیٰ پیغمبر کی شکل میں ماہر فن بنا کر انسانوں کے بیچ میں رکھتا ہے انسان کو انسان بنانا یہ سب سے مشکل کام ہے جو صرف پیغمبر ہی کر سکتے ہیں جس طرح ہم عام انسان ہوتے ہوئے ڈاکٹر، وکیل یا انجینئر اور سائنس داں کی بات کو غلط نہیں کہہ سکتے، دلیل نہیں پوچھتے اُسی طرح پیغمبر کی بات کو غلط کہنا، بیوقوفی ہے، جسمانی ڈاکٹر کی بات کو جس طرح آنکھیں بند کر کے مان لیا جاتا ہے اُسی طرح پیغمبر کو سچا مان کر پیغمبر پر مکمل اعتماد کر کے پیغمبر کی بات کو فوراً مان لیا جانا عقلمندی ہے۔

آخر انسان دنیا کے ہر شعبے کے ماہرین کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو روحانی تربیت کے بارے میں پیغمبر کا انکار کیسے کر سکتا ہے؟ جبکہ انسان کو ڈاکٹر انجنئر اور وکیل سے زیادہ پیغمبر کی ضرورت ہے، اس کی رہنمائی کے بغیر دنیا کی یہ زندگی انسان کے لیے گھاٹے اور خسارے کا سامان بن جاتی ہے جس کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں کر سکتا۔

## ذرا جائزہ لیجئے کہ ہم اپنے پیغمبر کو کتنا سچا مانتے ہیں

ترجمہ: جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کردے اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

ہر ایمان والے کو اپنا جائزہ لینا ہوگا کہ وہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اپنے پیغمبر کی بات پر کتنا اعتماد اور بھروسہ رکھتا ہے، یہی اعتماد و بھروسہ ان کو سچا ماننے کی دلیل ہے، اس کو اس مثال سے سمجھئے اگر آپ کسی کمرہ میں رات گذارنا چاہتے ہوں اور کوئی آکر آپ کو یہ اطلاع دے کہ اس کمرے میں جو سوراخ ہے اس میں سانپ موجود ہے تو اب آپ اس کی اطلاع پر کامل یقین اور بھروسہ کر کے حق الیقین کی کیفیت میں سانپ کی موجودگی کا یقین کر لیں گے حالانکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے سانپ کو دیکھا ہی نہیں مگر یہ اطلاع آپ کو آنکھوں سے بھی ہزاروں گناہ زیادہ دیکھنے کی ہو جائے گی، اور آپ کا یقین اتنا زیادہ مضبوط اور قوی ہوگا کہ آپ کمرے میں رات گذارنا تو دور کی بات ہے اُس سوراخ کے قریب تو کیا کمرے ہی میں بیٹھنے، اٹھنے، لیٹنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے، اس کے برعکس اگر کسی انسان کو سانپ کے ہونے کا علم مل جانے کے باوجود اگر وہ کمرے میں بیٹھا، لیٹا ہوا رہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کو سانپ کے ہونے کا یقین نہیں، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، سانپ کی موجودگی کی اطلاع پر ہی لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں سانپ کی اطلاع کا اتنا مضبوط اور پختہ یقین کہ احتیاط اور بچنا شروع ہو جاتا ہے اور اس مقام سے دور رہا جاتا ہے اور ذہن و دماغ پر سانپ کی موجودگی کا احساس چھائے رہتا ہے۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیا جائے کہ محمد رسول اللہ نے وحی الٰہی کے ذریعہ اور احادیث کے ذریعہ کتنی خبریں دی ہیں کہ دوزخ کے اعمال پر ایسی ایسی سزائیں ملیں گی اور دوزخ ناکام انسانوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہوگی، دوزخ کی آگ، دوزخ کے سانپ اور بچھو کے زہر کی برداشت کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا، مگر پھر بھی انسان محمد رسول اللہ کی باتوں پر بھروسہ نہیں کر کے دوزخ کے راستوں پر دوڑتا، دوزخی اعمال پسند کرتا اور



دوزخی سوراخوں کے قریب رہنا چاہتا ہے گناہ کی لذتوں کی خاطر دوزخ ہی سے چمٹا رہتا ہے، قرآن نے جن جن چیزوں کو حرام کیا ان کی پروا کئے بغیر ان کو حاصل کرنے کے لیے تڑپتا ہے، گویا انسان کو پیغمبر کی باتوں کا یقین اور اعتماد نہیں، اور اس نے پیغمبر کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔

ریڈیو اور ٹی وی کی خبروں کا اتنا یقین ہوتا ہے کہ زلزلے کے آنے کی پیشگی خبروں پر اپنے گھروں کا آرام چھوڑ کر سڑکوں اور میدانوں میں تکلیف کے ساتھ وقت گذارتے ہیں مگر قرآن وحدیث کی بیان کردہ باتوں پر محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے باوجود جہنم سے پرہیز نہیں کرتے اور نہ جہنم والے اعمال سے نفرت کرتے اور نہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں۔

انسان جب محمد رسول اللہ کو تقلیدی طور پر یا نسلی اور خاندانی طور پر مانتا ہے تو وہ ایسی ہی بے شعوری والی زندگی گذار کر آخرت سے غافل رہتا ہے جب وہ محمد رسول اللہ کو شعوری اور حقیقی طور پر مانے گا تو رات دن جہنم سے بچنے کی فکر کرے گا اور جنت والے راستے پر چلے گا۔

اس لئے پیغمبر کو سچا ماننے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جن جن چیزوں سے روک دیا ہے اُن سے دور رہیں اور جن جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرتے رہیں۔

## پیغمبر کی سچائی کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے منافقت اور دہریت پیدا ہوتی ہے

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اسلام کے اور مسلمانوں کے دل سے مخالف تھے اور دشمن تھے، حضور ﷺ اور مسلمانوں سے جلن حسد رکھتے تھے، چنانچہ انہوں نے دنیوی فائدوں اور نقصان سے بچنے، ڈر اور خوف کی وجہ سے محمد رسول اللہ کا زبان سے اقرار کیا، مگر دل سے محمد رسول اللہ کو سچا نہیں مانتے تھے، صرف دکھاوے کے لیے کلمہ پڑھتے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سب کچھ کرتے، پیچھے سے مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں کی مدد کرتے تھے، انہوں نے نقصان پہنچانے کے لیے مسجد ضرار بھی بنائی جسے

بعد میں ڈھا دیا گیا، اسلام نے ایسے لوگوں کے ایمان لانے کو دھوکا اور فریب بتلایا، ان کا ٹھکانہ دوزخ میں سب سے نیچے رکھا۔

اس طرح ہر زمانے میں مسلمانوں میں منافقین رہے اور آج بھی بہت سارے بچے جو انگریزی اسکولس میں تعلیم پا کر ماڈرن ایجوکیشن حاصل کرتے ہیں دینی تعلیم شعوری انداز پر نہ ملنے کی وجہ سے بڑے ہو کر اسلام پر زبان درازی کرتے ہیں۔ اور منافق یا دہریہ بن جاتے ہیں چنانچہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین ان ہی لوگوں میں سے ہے جس نے پیغمبر کو سچا نہ مان کر حضور پر تنقیدی کلمات لکھے، نعوذ باللہ، شیطانی کلمات کا نام دیا اور یہ افراد غیر مسلموں میں رہ کر اسلام اور قرآن پر تنقیدیں کرتے ہیں اسی طرح دنیا کے مختلف علاقوں کے وہ مسلمان جنہوں نے دہریت اختیار کی آج یوروپ کے ممالک میں جمع ہو کر وہاں اپنی ایک یونین بنا رہے ہیں اور غیر مسلموں کے تعاون سے ٹی وی پر آ کر اسلام اور پیغمبر پر تنقیدیں اور اعتراضات کرتے ہیں اور مسلم ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ انہیں مرتد نہ کہا جائے انہیں مسلمانوں جیسے پورے حقوق اور فائدے دیئے جائیں انہیں اپنے خیالات کی ترجمانی کی آزادی دی جائے، انہیں مرتد یا منافق نہ کہا جائے، مسلمانوں میں اس طرح کی ایک بڑی تعداد ماڈرن تعلیم حاصل کرنے والی دینی تعلیم کے شعوری انداز پر نہ ملنے اور پیغمبر ﷺ کی سچائی کا یقین، بچپن ہی سے مضبوط طور پر نہ بٹھانے کی وجہ سے دہریت اور منافقت کا شکار ہو رہی ہے ان کو صرف مسائل دین بتلا کر اسلام سمجھایا جاتا ہے، بچپن کی تعلیم میں ماں باپ حضور ﷺ پر ایمان لانے کی مضبوط اور پختہ تعلیم نہیں دیتے اور حضور ﷺ کو سچا ماننے کا پختہ اور مضبوط عقیدہ پیدا نہیں کرتے، صرف حضور کے دادا، پردادا، ابا، امی اور اہل وعیال اور زیادہ سے زیادہ آپ کے چند واقعات بتلا دیتے ہیں، اسی وجہ سے بچہ بڑا ہو کر آپ کے مقام و مرتبے سے واقف نہیں رہتا، صرف دیکھا دیکھی سب کی طرح آپ کا ادب واحترام کر لیتا مگر اندر سے مطمئن نہیں رہتا، اس لئے بچپن میں پیغمبر کی ضرورت و اہمیت اور آپ ؐ پر ایمان لانے کے تقاضے اور حقوق خوب اچھی طرح بچے کو سمجھائے جائیں اور بار بار اللہ کے رسول کی حقانیت کو سمجھایا جائے، اس سے وہ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ بڑا ہو کر بھی چمٹا رہے گا، اور حضور پر تنقید کرنے کی ہمت و جسارت نہیں کرے گا۔



# پیغمبر کی عظمت کیسے کی جائے

## ایمان بالرسالت کے لئے پیغمبر کی عظمت کا اعتراف دل سے کرنا ہوگا

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے ان (نبی اکرم) پر اور جنہوں نے ان (نبی) کی توقیر و تعظیم کی اور جذبۂ احترام کے ساتھ جنہوں نے ان کی مدد اور حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو ان پر نازل کی گئی ہے وہی فلاح پانے والے ہیں''۔

ایک ایمان والے کو ایمان حقیقی لانے کے لئے پیغمبروں کی عظمت کا دل سے اعتراف کرنا ہوگا، اگر کوئی ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد اُن پر شک کرے یا ان کے کسی عمل پر تنقید کرے یا ان کو گنہگار سمجھے یا ان کو نفسانی خواہشات والا سمجھے یا ان کے کسی فرمان کو غلط سمجھے یا اُن پر تہمت لگائے تو وہ ایمان والا نہیں کہلائے گا، اور یہ انبیاء کی عظمت مقام اور مرتبے کو نہ ماننا ہوگا جو انبیاء کو اس طرح تنقید کے ساتھ مانے تو وہ پیغمبر کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اگر پیغمبر ہی گناہ کرنے والا ہو یا خواہشات نفسانی میں چلنے والا ہو یا نفس کو قابو میں رکھنے والا نہ ہو یا غلطیاں کرنے والا ہو تو وہ کیسے لوگوں کی اصلاح کر سکے گا؟ وہ لوگوں کے لیے مثال اور نمونہ نہیں بن سکتا، اسرائیلی روایات میں حضرت یوسفؑ پر بھی دوطرفہ محبت کا الزام لگایا گیا داؤد اور سلیمان علیہ السلام پر بھی الزام تراشیاں کی گئیں، حضرت ابراہیمؑ کو چاند ستاروں اور سورج پر سمجھانے کے لیے لوگوں نے اعتراض کیا، یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا اور کذاب کہتے اور تہمتیں لگاتے ہیں موجودہ انجیلوں میں نہ خدا کے پیغمبروں کی تعریف ہے نہ

ان کی سچائی و پاکدامنی وصداقت کی گواہی ہے، بنی اسرائیل نے جسارت کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی طرف ہر قسم کے گناہ منسوب کیے، اس سے پیغمبروں کی شخصیت اور عظمت متاثر ہوجاتی ہے اور لوگ ان کی زندگی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اُسی طرح بہت سے لوگوں نے حضور ﷺ پر ازدواج کی کثرت اور بی بی عائشہؓ سے کم عمری میں باکرہ لڑکی سے نکاح کرنے، اور بی بی عائشہؓ پر برائی کی تہمت لگانے کی جسارت کی اور زید بن حارثہؓ کا حضرت زینبؓ سے طلاق اور حضور ﷺ سے نکاح پر زبان درازی کی، سلمان رشدی نے اور تسلیمہ نسرین نے تنقید کرنے کی جسارت کی، ان کی طرح سیکڑوں انگریزی اسکولس میں پڑھنے والے بچے دہریت کی طرف جارہے ہیں، یہ تمام باتیں بچپن سے بچوں کو انبیاء کی عظمت کا اعتراف اور یقین نہ کروانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ایک ایمان والے کو ایمان بالرسالت کے تحت یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ تمام پیغمبر اور رسول جو دنیا میں بھیجے گئے وہ انسانوں میں سب سے بلند اخلاق، بلند خیالات اور بلند اوصاف کے تھے اور خاص طور پر منتخب کرکے بھیجے گئے تھے، سب کے سب معصوم تھے، اُن میں نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کوئی گمراہی نہیں تھی، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے نفس پر مکمل کنٹرول عطا کرتا ہے، اس لیے وہ کوئی کام خواہش اور نفس کی اطاعت میں نہیں کرتے، وہ نبوت سے پہلے شرک اور کفر اور ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں، البتہ اجتہاداً کبھی گمان کی بنیاد پر بھول چوک ہوجاتی ہے جسے وہ بڑا گناہ اور نافرمانی سمجھتے ہیں اور فوراً اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوکر توبہ واستغفار کرتے ہیں، وہ کوئی کام عیش اور مستی کے تحت نہیں کرتے، ان کی کسی بات پر یا کسی عمل پر اعتراض یا تنقید کرنے کا کسی کو حق نہیں، وہ ہر کام اللہ کے حکم اور اس کی نگرانی میں کرتے ہیں اور اللہ ان کی پوری حفاظت کرتا رہتا ہے، ان کا ظاہر و باطن گناہ سے پاک ہوتا ہے، وہ حسد، کبر، ریا، جھوٹ سے کوسوں دور ہوتے ہیں، وہ تمام انسانوں سے افضل اور منفرد ہوتے ہیں، ان کی زندگی مثالی اور نمونہ ہوتی ہے، اس لیے پیغمبروں کے بارے میں گفتگو ادب واحترام، توقیر وتعظیم کے ساتھ کرنی ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ سے غیر معمولی تعلق رکھتے اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انبیاء کے بارے میں تنقید کرے تو اس سے اس کے دل و دماغ میں ان کی عظمت باقی نہیں



رہتی اور ان کے اعمال پر الزامات لگائے جائیں تو پھر انسان پیغمبر سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سب سے اونچا مقام عطا فرمایا ہے آپ کو سردار ان انبیاء بنایا ہے آپ کو چن کر منتخب کرکے پسند کرکے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اپنے بندوں کو عبدیت وبندگی سکھانے، رہبری وہدایت دینے اور اپنی مرضیات و نامرضیات سے واقف کرانے کے لئے رہبر عالم بنا کر بھیجا ہے، آپ قیامت تک کے لئے رسول اور پیغمبر ہیں ماڈل اور نمونہ ہیں، معلم، بشیر ونذیر ہیں، آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کرکے خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا ہے، محمد رسول اللہ شہنشائے کائنات کے شاہی نمائندہ ہیں، محمد کے معنی تعریف کیا ہوا، آپ کی تعریف کتنی ہو؟ اور کون بیان کرسکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے دنیا کا کوئی بھی انسان کسی بھی پہلو سے کسی بھی شعبے میں محمد رسول اللہ کو دیکھے گا، جانے گا، سمجھے گا، تو تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اِسی وجہ سے آپ کا نام محمد ہے جو حمد سے نکلا ہے (تعریف کیا گیا) احمد کے معنی بہت زیادہ حمد کرنے والا۔ یا بہت زیادہ تعریف کرنے والا، رسول کے معنی بھیجا ہوا، کس کا بھیجا ہوا؟ احکم الحاکمین کا بھیجا ہوا، محمد رسول اللہ کے معنی ہوئے آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور قیامت تک کے لیے ساری دنیا کے انسانوں کے لیے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی بنا کر بھیجے گئے ہیں، گویا خدا کی مرضیات کا نام محمد رسول اللہ ہے، آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کئے گئے، دنیا میں سب سے زیادہ چرچا آپ کے نام گرامی کا ہوتا ہے یعنی اللہ نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، آپ جنات کے بھی رسول بنا کر بھیجے گئے، اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے حضور ﷺ کو چنا، آپ حضرت ابراہیم ﷺ کی دعا ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم دیئے، دشمن پر ایک ماہ کی مسافت سے آپ کا رعب طاری ہوجاتا تھا، مال غنیمت کو آپ کے لیے حلال کیا، ساری زمین نماز کی جگہ بنادی گئی اور تمام قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم کیا، آپ چلتا پھرتا قرآن تھے، قیامت کے روز حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور تمام امتوں میں سب سے زیادہ

آپ کی امت ہوگی، حضرت عیسیٰ کو آپ کی امت میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا گیا۔

ان تمام باتوں کے باوجود اگر کوئی محمد رسول اللہ پر تنقید کرے تو وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر تنقید کر رہا ہے اور آپ کی عظمت کو نہ مانے تو وہ اللہ کے فیصلے کو نہ مان رہا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو عظمت و خصوصیات دی ہیں اس کو ذہن میں رکھ کر ایمان لایا جائے تب ہی ایمان درست ہوگا۔

## لا الہ الا اللہ کا اقرار محمد رسول اللہ کی رہنمائی کرتا ہے

ایک انسان لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور اقرار کرتا ہے تو گویا وہ یہ اقرار کر رہا ہے کہ مجھے اپنی نہیں کرنی ہے کائنات کا ایک اکیلا مالک ہے دوسری مخلوقات کی طرح مجھے بھی صرف اُسی کی غلامی کرنی ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کی غلامی بحیثیت انسان کیسے کروں؟

☆ جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار و اعلان کرتا ہے تو گویا یوں کہتا ہے کہ پوری کائنات کا ایک اور اکیلا حاکم اللہ ہے، مجھے اس کا حکم پورا کرنا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ اس کا حکم پورا کیسے کیا جائے؟

☆ جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار و عہد کرتا ہے تو گویا یوں کہتا ہے کہ اس کائنات کا ایک اور اکیلا خالق اللہ ہے، مگر مجھے نہیں معلوم کہ میں اس کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے کیسے رہوں؟

☆ جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار و عہد کرتا ہے تو گویا یوں کہتا ہے کہ اس کائنات کا ایک اور اکیلا رب اللہ ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میں اسکا ضرورت مند و محتاج ہونے کے ناطے اپنے رب کیساتھ کیسا تعلق اور کنکشن قائم کروں؟

☆ جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے تو یوں کہتا ہے کہ اس کائنات کا ایک اور اکیلا معبود اللہ ہے، مجھے نہیں معلوم کے اس کی عبادت و بندگی کیسے کروں؟

☆ جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے تو گویا یوں کہتا ہے کہ اس کائنات کا حقیقی اور واحد توبہ قبول کرنے والا، علم و ہدایت کا دینے والا، رحم کرنے والا اللہ اکیلا ہے مجھے نہیں معلوم کہ میں اس سے کیسے معافی مانگوں؟ کونسا علم مانگو، کس طرح کا رحم مانگوں؟۔



مگر جیسے ہی وہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے تو گویا وہ ان تمام سوالات کے جوابات محمد رسول اللہ میں پاتا ہے کہ مخلوق ہونے کے ناطے ایسے بن کر رہو جیسے محمد رسول اللہ ہیں، غلام ہونے کے ناطے ایسے بن کر رہو جیسے محمد رسول اللہ بن کر رہے، محکوم بن کر رہنے کے ناطے ایسے حکم پورا کرو جیسے محمد رسول اللہ پورا کیئے اور کر کے بتلائے، محتاج اور ضرورت مند ہونے کے ناطے اپنے آپ کو ایسا بنا کر رکھو جیسے محمد رسول اللہ نے اپنے آپ کو بنا کر رکھا اور عبد اور بندہ ہونے کے ناطے اس کی عبادت و اطاعت اور غلامی ایسے کرو جیسے محمد رسول اللہ نے کیا اور بتلائی، ہدایت و رہنمائی توبہ و استغفار اور رحم مانگنا ہو تو ایسے مانگو جیسے محمد رسول اللہ نے توبہ کی، ہدایت مانگی اور رحمت کے طلب گار رہے، اور سیدھے راستے کی ہدایت کا علم مانگے۔

☆ محمد رسول اللہ نے بتلایا کہ جسم اور اعضاء کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ محمد رسول اللہ نے بتلایا کہ جان کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ محمد رسول اللہ نے بتلایا کہ مال کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ محمد رسول اللہ نے بتلایا کہ تجارت کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ بیوی کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ اولاد کی پرورش کرتے ہوئے اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ حکومت کی کرسی اور اقتدار پر اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ آقا اور سردار بن کر اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ رشتے داروں، پڑوسیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ کی عبدیت و بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی چیزوں کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کی عبدیت اور بندگی کیسے کی جائے؟

☆ آپ ﷺ نے بتلایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کیسے کی جائے؟

# پیغمبر کی اطاعت واتباع لازمی ہے

## پیغمبر ہی سب سے پہلے اللہ کی اطاعت کے پابند ہوتے ہیں

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُون. (البقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: ''سواس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہے''۔

ترجمہ: ''اور اے نبی کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں''۔(الشوریٰ:۱۵)

تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد واقرار لیا جاتا ہے کہ وہ خود پہلے وحی الٰہی کے ہر حکم کی اطاعت کریں گے اور دوسروں کو بھی اطاعت کی دعوت دیں گے، یعنی خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی عمل کروائیں گے اور وحی کی کسی بات کو نہیں چھپائیں گے، پھر ان کے اس عہد کے بارے میں سوال بھی کیا جائے گا کہ انہوں نے اس کی کہاں تک پابندی کی، چنانچہ کتاب الٰہی پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے جس کا ذکر ہوا ہے وہ خود رسول کی ذات ہے، اس سے پیغمبر کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ جو کچھ تعلیمات پیش کرتے ہیں اس پر وہ خود پہلے عمل کرتے ہیں اگر وہ حرام کا مال کھانے سے روکتے، جھوٹ بولنے سے روکتے، سچ بولنے کی تلقین کرتے، امانت میں خیانت نہ کرنے کی تلقین کرتے، وعدہ کی پابندی کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تو خود بھی اس پر عمل کر کے بتلاتے ہیں اور ایسا نہیں کرتے کہ اپنا مال فروخت کرنے کے لئے دوسروں کے مال کو بُرا کہیں اور ایمانداری کا ڈھنڈورا پیٹ کر ذاتی فائدہ اور مفاد حاصل کریں، وہ خود اللہ کی نافرمانیوں سے پہلے بچتے ہیں اور اعمال رذیلہ سے دور رہتے ہیں جن سے دوسروں کو منع کرتے ہیں، یہ تمام صفات اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ وہ اپنی دعوت میں سچے ہوتے ہیں۔

اس تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے معاملے میں



پیغمبر اور عام انسان برابر ہیں الٹا پیغمبر کے مقام پر رہنے کی وجہ سے عام انسانوں سے کچھ زیادہ ہی اللہ کی عبدیت وبندگی میں تکالیف پیغمبر کو اٹھانی پڑتی ہے، دنیوی بادشاہ اور حاکم اپنی رعایا کو جو قانون دیتے ہیں وہ خود اس قانون سے بالاتر ہوتے ہیں لیکن خدا کے قانون میں خود اس قانون کا لانے والا نہ صرف یہ کہ اس کے تحت ہوتا ہے بلکہ اُسے سب سے آگے بڑھ کر سب سے زیادہ پابند ہونا پڑتا ہے، یہ صاف صاف پیغمبروں کی سچائی کی دلیل ہے، جس کو صرف ہٹ دھرم انسان ہی جھٹلا سکتا ہے۔

## نبیوں کی اولاد اور اہل وعیال کو بھی نبی کی اتباع لازمی اور ضروری ہے

اسلام نے اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کو ہر ہر مسلمان پر لازمی اور ضروری رکھا، حتی کہ نبیوں کی اولاد اور اہل وعیال کو بھی کسی قسم کی چھوٹ اور ڈھیل نہیں دی اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہی انسان قابل قدر باعزت ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہو اس لئے پیغمبروں، صحابہ، ولیوں، بزرگوں، پیروں، مرشدوں کے خاندان اور قبیلے والوں کو کوئی امتیاز ومراعات نہیں ہے، چاہے انسان نبی اور غیر نبی کے خاندان کا ہو، ادنیٰ معمولی غلام ہو سب کو ایمان لا کر اطاعت وبندگی کرنا ہوگا، کسی کو چھوٹ نہیں قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی بیوی کی مثال کو پیش کیا اور بتلایا کہ شوہر اور باپ پیغمبر ہونے کے باوجود بیوی اور بیٹے کی مدد نہیں کر سکے، حضرت ابراہیم کے والد کی مثال کو پیش کیا اور بتلایا کہ نبی کے خاندان سے ہونے کے باوجود نبی کی اطاعت نہ کرنے پر ناکام رہو گے، بیٹا پیغمبر ہونے کے باوجود باپ کو نہیں بچا سکتا ابو طالب حضور کی مدد کرنے کے باوجود اطاعت نہ کرنے پر ناکام ہوئے، فرعون کی بیوی بی بی آسیہ کی مثال پیش کر کے بتلایا کہ وہ نافرمان اور باغی انسان کی بیوی ہونے کے باوجود ایمان واطاعت کی وجہ سے کامیاب ہوگئی، اس لئے

نبیوں کے اہل وعیال اور اولاد کو بھی کھلے طور پر یہ تعلیم دی گئی کہ وہ کسی کی اولاد یا خاندان ہی میں سے کیوں نہ ہوں جھوٹے بھروسوں اور امیدوں پر زندگی نہ گذاریں جس طرح بنی اسرائیل یہودی غلط امیدوں اور بھروسوں پر زندگی گذار رہے ہیں، قیامت کے دن کسی کا بھی واسطہ اور رشتہ کام نہیں آئے گا، اور نہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کی مدد کر سکے گا، جو چیز زہر ہے ہر ایک کے لیے زہر ہی ہے چاہے اس کو عام انسان کھائے یا خاص پیغمبروں کو حکم دیا گیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگوں کو توحید اور اطاعت کی دعوت دیں اور آخرت میں جواب دہی کا احساس دلائیں، اگر کوئی نبی کا قریبی رشتہ دار ہے تو وہ بھی شرک اور کفر پر اور نافرمانی پر اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور پیغمبروں کو باغی نافرمان کافر اور مشرک انسانوں کو اپنے اہل وعیال میں نہ سمجھنے کا حکم دیا گیا۔

موجودہ زمانے میں بہت سے پیروں مرشدوں اور ولیوں کے خاندان والے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی اطاعت واتباع سے دور رکھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم کو بڑے خاندان کی وجہ سے یا ہمارے بزرگ کے اللہ کے ولی ہونے کی وجہ سے دوزخ سے برات ملے گی وہ اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے دور کر لیتے ہیں یہ شیطان کا دھوکا اور فریب ہے۔

## ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد محمد رسول اللہ کی اطاعت لازمی ہے

**وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ .** (النساء : ۶۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اذن خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے''۔

ترجمہ: ''جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور اللہ کے حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے''۔(انساء:۱۴)

**مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ .** (النساء: ۸۰)

ترجمہ: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''



پیغمبر کو صرف مان لینے کا نام ایمان بالرسالت نہیں، بلکہ ایمان بالرسالت کا لازمی اور ضروری تقاضا ہے کہ پیغمبر ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، کیونکہ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا واحد راستہ صرف پیغمبر ہی کی اطاعت وغلامی کرنا ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی اطاعت وفرمانبرداری کو انسانوں پر لازم اور ضروری قرار دیا ہے اور کھلے طور پر یہ تعلیم دی کہ پیغمبر کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے، پیغمبر کو اللہ تعالیٰ اس لئے نہیں بھیجتا کہ لوگ اس کو صرف زبان سے اللہ کا پیغمبر مان لیں اور پھر خواہشات کی، باپ دادی کی، گمراہ لیڈروں کی اور سوسائٹی کے جاہلانہ رسم و رواج اور طریقوں کی غلامی کرتے رہیں، نام تو رسول کا لیں اور اپنے آپ کو پیغمبر کا امتی بتلائیں اور اطاعت وغلامی دوسروں کی کریں، بلکہ رسول جو تعلیم، طریقہ اور زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون بتلائیں اس کے مقابل دنیا کے تمام طور طریقوں اور ضابطوں اور قانون کو چھوڑ کر رسول کی پیروی کریں اور زندگی کے ہر شعبے میں رسول کی اتباع کریں، اِسی کو رسول پر ایمان لانا کہا جائے گا۔

اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو پھر اس کا محض رسول پر ایمان لانا یا رسول کو مان لینا کوئی معنی اور مطلب نہیں رکھتا، حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جیسے میں لے کر آیا ہوں۔

کوئی انسان جب کسی کو اپنا رہبر مان لیتا ہے تو اُسی کی فکر اور خیالات کے مطابق سوچے گا اسی کا عقیدہ اختیار کرے گا اور اسی کے عمل کو صحیح جان کر اس کی نقل کرے گا، چنانچہ جب انسان اللہ کے پیغمبر کو اپنا رہبر اور استاد مان لیتا ہے تو رسول ہی کی تعلیمات پر اپنا عقیدہ بناتا ہے اور وہ اللہ کی عبدیت وبندگی کے طریقے خود ایجاد نہیں کرے گا بلکہ رسول پر پورا اعتماد کر کے اُسی کی پیروی کرتا ہے، وہ پیغمبر کے ہر عمل کو اللہ کی اطاعت وغلامی سمجھتا ہے، اور رسول کی اطاعت ہی کو اسلام مانتا ہے اور پیغمبر کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی مانتا ہے۔

اس لئے محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد مسلمان میں اور کافر میں فرق یہ ہوجاتا ہے کہ کافر ہر کام اپنے یا لوگوں کے بتائے ہوئے طور طریقے اور قانون یا سوسائٹی کے رسم ورواج

کے تحت کرتا ہے، اس کے برعکس مسلمان ہر کام اللہ کے حکم اور رسول کے طریقے پر کرتا ہے اس لیے کہ پیغمبر ہی ایک مستند ذریعہ ہے جس سے انسان خدا کی غلامی کرسکتا ہے۔

مسلمان ہونے کا دعویٰ اور پھر پیغمبر کی اطاعت سے انحراف یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں، دوسری تمام اطاعتیں اور وفاداریاں صرف اُسی صورت میں قبول کی جائیں گی جو خدا کی اطاعت و وفاداری کے مدمقابل نہ ہوں، بلکہ اس کے تحت و تابع ہوں ایمان بالرسالت ہی وہ نعمت خداوندی ہے جس سے تمام انسانوں کو ایک فکر و خیال اور عقیدہ ہی پر نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر بھی جمع کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کے ہر ملک کی ایک فوج ہوتی ہے ان کی پہچان کا ایک خاص یونیفارم اور علامت ہوتی ہے، جو جس فوج کا فرد ہوتا ہے وہ اسی علامت کا یونیفارم پہنتا ہے اور اُسی کی غلامی اور اشاروں پر کام کرتا ہے، اُسی کے جھنڈے تلے جمع ہوتا ہے اُسی کا اپنے آپ کو فرد قرار دیتا ہے اور اسی کے گن گاتا ہے اسی کے ساتھ وفاداری کرتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک فوج میں شریک ہو اور دوسری فوج کی علامت اور یونیفارم کو وہ پسند کرتا ہو، یا ایسا بھی نہیں ہوتا کہ تنخواہ اور فائدہ تو اپنی فوج سے اٹھائے مگر جب میدان جنگ کا یعنی عمل کرنے کا وقت آئے تو دشمن کا ساتھ دے، دشمن کو پسند کرے، دشمن کی فوج سے دوستی کرے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ غداری اور بغاوت ہوگی۔

ایک میڈیکل نمائندہ جس کمپنی کا ہوتا ہے اُسی کی دوائیاں عام کرتا اور اُسی کا نمائندہ بن کر پھرتا ہے وہ دوسری کمپنی کا پرچار نہیں کرتا اور نہ دوسری کمپنی کا ساتھ دیتا ہے۔

اسی طرح اگر ایک انسان حضور ﷺ کی امت کا نمائندہ بننے کا اعلان کرے اور امتی جیسا نام رکھے اور امتی کی حیثیت سے پورے فائدے اٹھائے مگر عمل کرنے، اطاعت کرنے، اتباع کرنے کا وقت آئے اور دنیا کے میدان میں مقابلہ کرنے کا وقت آئے یعنی عملی زندگی کے میدان میں اسلام کے خلاف اپنے پیغمبر ﷺ کے خلاف مسلمان ہوتے ہوئے جان بوجھ کر علانیہ شیطان کا، یا نفس کا دوست بن جائے اور انہی کے اشاروں پر حضور ﷺ کے اعمال اور طریقۂ زندگی چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے کلچر اور طریقوں کو پسند کرے اور ان ہی اعمال کے



ساتھ اپنی زندگی کا مظاہرہ کرے تو ہم ایسے انسانوں کو کیا کہیں گے؟ ایسے انسانوں کو وفادار کہیں گے یا باغی کہیں گے؟ ایسے انسانوں کی محبت کا دعویٰ سچا مانیں گے یا جھوٹا؟ بہت سے لوگ زبان سے نام تو محمد رسول اللہ کا لیتے ہیں اور آپ سے بہت زیادہ محبت کا دعویٰ بھی زبان سے کرتے ہیں مگر محمد رسول اللہ کے کام ان کو پسند نہیں ہوتے ان کو رسول اللہ کے طور طریقوں میں دنیا کی عزت نظر نہیں آتی، وہ حضورؐ کے طریقوں پر چلنا ایک قسم کی غیر مہذب بات سمجھتے ہیں اور حضورؐ کی سنتوں پر چلنے والوں کو بے شعور غیر مہذب جنگلی سمجھتے ہیں۔ نبی کی اطاعت میں مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہر حال اطاعت لازم ہے، نبی نے جو کچھ کہا یا کیا ایمان والوں پر لازم ہے کہ اس کی اتباع کریں اور یہ تصور رکھیں کہ نبی کی اطاعت ہر صورت میں اس کے لئے بہتر اور ضروری ہے سورہ النساء میں **''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی''۔**

پھر رسول کی اطاعت کامل ہو، ادھوری نہیں، غیر مشروط ہو، خوشی خوشی کی ہو، پسند کے ساتھ ہو، نبی کو ڈاکیہ اور خطوط رساں کہنا توہین ہے دنیا میں کوئی بھی ڈاکیہ اور خطوط رساں کی اطاعت و اتباع نہیں کرتا، جس طرح عقیدہ اور فکر کے اعتبار سے توحید دین کی اصل ہے اُسی طرح اطاعت و فرمانبرداری کے اعتبار سے رسالت دین کی اصل ہے۔

قرآن مجید میں تاکید کی گئی ہے کہ **''وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ''** (النساء:٦٤) ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور نمائندہ کو اس لئے دنیا میں نہیں بھیجتا کہ لوگ اس کے نام کی، اس کے ذات کی، اس کے اخلاق کی، اس کے اعمال کی اس کے ارشادات کی صرف تعریف ہی تعریف کرتے بیٹھے رہیں اور اطاعت اس کے خلاف کریں، جان بوجھ کر پیغمبر کی نافرمانی کریں، اسلام کی نگاہ میں یہ محبت ہی نہیں محبت دراصل اطاعت و اتباع کے ساتھ ہے، اطاعت نہیں تو محبت نہیں، بہترین عاشق تو وہ ہے جو اپنے محبوب کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو، قرآن مجید نے یہ بھی تاکید کی ہے۔ **''مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ''** ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:٨٠)

اللہ کی اطاعت اصل مقصود ہے اور وہ حاصل ہوتی ہے رسول کی اطاعت سے ارشاد خداوندی ہے

**وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا۔ "** (الحشر:۷)

ترجمہ: "جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ

## محمد رسول اللہ کی اتباع کے بغیر توحید نہیں

جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں اُسی طرح حضور ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر کوئی طریقہ اللہ کی عبدیت و بندگی کا نہیں، حضور سے صرف محبت کرنا مگر حضور کی اتباع نہ کرنا اللہ کی عبدیت و بندگی کے خلاف ہے، پیغمبر کو اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ لوگ صرف ان کو مان لیں یا صرف ان سے محبت رکھیں، بلکہ ماننا بھی ہے، محبت رکھنا بھی ہے، اور اتباع بھی کرنا ہے۔

اگر صرف لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہی انسان کی نجات کے لئے کافی ہوتا تو پھر حضور ﷺ امت کو کبھی عمل کرنے کی تلقین نہ کرتے، اور خود بھی ساری عمر قرآن مجید کے احکام وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لئے اتنی محنت ومشقت نہ کرتے، آپ نے خود بھی عمل فرمایا اور صحابہ کو بھی تعلیم دی کہ وہ دین میں پورے پورے داخل ہوں اور اسلام کے ہر حکم کو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں عملی جامعہ پہنایا، انسان کو آپ کی زندگی ہی کی روشنی میں کلمہ اور اسلام کی تشریح اور مفہوم کو سمجھنا ہوگا، ایمان صرف قول اور اعتقاد ہی کا نام نہیں بلکہ عمل بھی لازمی اور ضروری ہے عمل کیا ہے؟ ایمان کا حاصل، ایمان کا سایہ، ایمان کا پروڈکشن ہے، آگ ہے اس میں گرمی نہیں، برف ہے اس میں سردی نہیں تو وہ آگ آگ نہیں فوٹو ہے برف برف نہیں فوٹو ہے، اسی طرح ایمان ہے عمل نہیں تو پھر ہم کو اپنا جائزہ لینا ہوگا، رسول صرف عبادت ہی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ پوری اور مکمل اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

فرعون حضرت موسیٰ کو اگر جادوگر سمجھتا تو ہرگز ان سے کسی انقلاب کا اندیشہ نہ کرتا



کیوں کہ جادوگر کے بل بوتے پر کبھی دنیا میں کوئی سیاسی انقلاب برپا نہیں ہوا وہ جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ خود ایک مضبوط پاکیزہ سیرت والے انسان ہیں اللہ کی مکمل اطاعت کی دعوت عبادت کے الفاظ میں دے رہے ہیں انبیاء صرف عبادت کی نہیں پورے نظام زندگی کی دعوت دیتے ہیں (الانفال:۲۱) ترجمہ: اسے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جب رسول تم کو بلائے تو سن کر ان سنی نہ کرو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ سنا، پر سنتے نہیں یعنی حکم خدا اور رسول سن کر ان کو بجا نہیں لاتے (النور: ۴۷۔۴۸) ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے، ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔

ایمان نام ہے پختہ یقین کا، جب دلی یقین ہوگیا کہ یہی سچے رسول ہیں تو اسی یقین کا نتیجہ اطاعت واتباع ہوتی ہے، اگر اطاعت واتباع میں کمی ہے تو اسکا صاف مطلب ہے کہ یقین میں کمی ہے، اسی لیے قرآن بار بار انسانوں کو اطاعت واتباع کی تاکید کرتا ہے۔

## لا الٰہ الّا اللہ دعویٰ ہے اور مُحمّدٌ رّسُولُ اللہ دلیل ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں: ''بیشک تو زبان سے کہتا ہے کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں مگر جان لے کہ اس سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، یاد رکھو ایمان کے دو جز ہیں ایک قول اور دوسرا عمل قول اس وقت تک نفع نہ دے گا جب تک کہ دوسرا جز یعنی عمل بھی نہ ہو، اگر تو گناہ کرتا چلا جائے خدا کی مخالفت پر اڑا رہے اور برائیوں پر اصرار کرتا رہے نماز روزہ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خیرات سے غافل رہے تو تیری یہ زبانی شہادت دلیل کی طالب ہے تو معبود کسی کو کہہ رہا ہے اطاعت کسی کی کر رہا ہے۔ (خطبات غوث الاعظم: ۴۶۔۴۷)

جب ایک انسان لا الہ الا اللہ کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ اقرار وعہد کرتا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کو سمجھا اور اس کی معرفت و پہچان حاصل کر لی، سچائی اور

حقیقت کو جان لیا، اب وہ لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد شرکیہ عقائد و اعمال پر زندگی نہیں گذار سکتا، نہ دشمنانِ اسلام کے طریقوں پر زندگی گذار سکتا اور نہ من چاہی زندگی گذار سکتا ہے اگر کوئی لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد بھی شرکیہ عقائد و اعمال پر زندگی گذارے اور من چاہی یا دشمنانِ اسلام کے طریقوں پر زندگی گذارے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کو لا الہ الا اللہ صحیح معنی میں سمجھ میں نہیں آیا اور وہ رسمی اور قانونی یا تقلیدی یا روایتی انداز پر اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں کلمہ پڑھا اس لئے بے شعور زندگی گذار رہا ہے۔

جب ایک انسان لا الہ الا اللہ کے ذریعہ دعویٰ توحید کر رہا ہے تو اس کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل بھی دینا ہوگا، کیونکہ جس دعویٰ کی دلیل نہیں ہوگی وہ دعویٰ حقیقت میں دعویٰ نہیں کہلاتا، اس لئے ایک انسان لا الہ الا اللہ کے بعد فوراً محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ ہی کی وفاداری اور غلامی عبدیت و بندگی کا اقرار و اعلان کر رہا ہے، دنیا کا اصول اور ضابطہ بھی یہی ہے کہ جو کوئی انسان جب کسی چیز کا عہد و اقرار کرتا ہے یا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو اپنے عہد و اقرار کے مطابق عمل کر کے بتلانا پڑتا ہے، تب ہی اس کا عہد و اقرار سچا مانا جاتا ہے، جس دعویٰ کی دلیل نہ پیش کی جائے وہ دعویٰ حقیقت میں کاغذی، زبانی اور جھوٹا ہوگا، بے روح اور بے جان اور مردہ ہوگا، حقیقی نہیں ہوگا، کلمہ طیبہ میں تو بندہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ سچائی کو مان کر دعویٰ اور عہد کر رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور فرمانبرداری کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی مرضیات پر چلے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کے احکام و قانون کی پابندی کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبدیت و بندگی کرے گا۔

انسان کے پاس اللہ تعالیٰ خود بہ نفس نفیس آ کر احکام نہیں دیتا اور نہ انسان کو اپنے پاس بلا کر عبدیت و بندگی کا طریقہ سکھاتا ہے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایت معلوم کرنے اور اس کی صحیح معرفت حاصل کرنے اور اس کی صحیح طریقے سے عبدیت و بندگی کرنے کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول محمد ﷺ ہی ہیں، اس لئے محمد رسول اللہ کا اقرار اس بات کی دلیل اور عہد ہے کہ میں آپ کے پیغمبر پر ایمان لایا ہوں اور انہی کی وفاداری میں آپ کی اطاعت و غلامی کرونگا، انہی کے طریقوں پر آپ کی عبدیت و بندگی کرونگا، اور انہی کی نقل



میں آپ کے احکام و قانون کی پابندی کرونگا، ان کو چھوڑ کر اُن سے منہ موڑ کر کسی دوسرے کی اتباع و اطاعت نہیں کرونگا اور نہ کسی دوسرے کے طریقوں سے محبت کرونگا، انہی کی اطاعت کو آپ کی اطاعت، انکی نافرمانی کو آپ کی نافرمانی تصور کروں گا۔ اس لئے کلمہ طیبہ دعویٰ توحید ہے اور ایک اقرار ہے عبدیت و بندگی کا، ایک عہد ہے اطاعت اور وفاداری کا۔

اگر اس اقرار کے بعد محمد رسول اللہ کی بات اور حکم سے منہ موڑا گیا یا آپ کو چھوڑ کر دوسروں کے طریقے اور کلچر کو پسند کیا گیا اور محمد رسول اللہ کی اتباع کے خلاف جان بوجھ کر دوسروں کی پیروی اور نقشِ قدم پر چلا گیا تو اس انسان کو جھوٹا کہا جائے گا، بے ایمان کہا جائے گا، فاسق و فاجر کہا جائے گا، ایسا انسان منافق تو ضرور ہوگا مومن نہیں ہو سکتا۔

گویا ایک انسان محمد رسول اللہ کو پیغمبر مان کر پھر جان بوجھ کر آپ کی لائی ہوئی وحی کے خلاف دشمنوں اور شیطان کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام جان بوجھ کر توڑے تو وہ گویا خود اپنے اقرار اور عہد کو توڑ رہا ہے اور اس سے منحرف ہو رہا ہے ایسا انسان حکومت کی پولس، سی آئی ڈی اور قانون و عدالت اور جیل اور سزاؤں سے تو ڈرتا ہے یا لوگوں کو حاضر و ناظر جان کر لوگوں کے درمیان ذلّت سے بچنے اور لوگوں سے خوف کھانے اور لوگوں کو خوش کرنے اور لوگوں میں عزت حاصل کرنے کے لئے خدا کی پرواہ نہیں کرتا، اس نے خدا کے مقابلے حکومت کو بڑا مانا خدا کے مقابلے حکومت سے ڈرا اور خدا کے مقابلے لوگوں کو حاضر و ناظر جانا۔

☆☆☆

دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر بنیاد کے ٹھہر نہیں سکتی بغیر جڑ کے پتے، ڈالیاں، پھل، پھول نہیں آتے، اُسی طرح ایمان بنیاد ہے اور اعمال پتے، ڈالیاں، پھل، پھول، بس بغیر ایمان کے اعمال صالحہ پیدا نہیں ہو سکتے۔

## یہود و نصاریٰ اور مکہ کے مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانتے تھے مگر اطاعت نہیں کرتے تھے

الَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَهُ کَمَا یَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ ھُمْ (الانعام: ۲۰)

ترجمہ: ''جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو پہچان جاتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

فَإِنَّھُمْ لاَ یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظَّالِمِیْنَ بِآیَاتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْن

ترجمہ: ''وہ تم کو تو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم آیات الٰہی سے انکار کرتے ہیں'' (الانعام: ۳۳)

یہود و نصاریٰ محمد ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے تھے ان کے پاس آخری پیغمبر کے آنے کی تمام پیشنگوئیاں اور علامتیں موجود تھیں وہ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر پھر بھی انہوں نے نہیں مانا اور محمد رسول اللہ کا انکار کر کے اپنی کتاب کا بھی انکار کیا، مدینے میں یہودیوں کا ایک بہت بڑا مدرسہ تھا اس مدرسے میں انکا ایک بہت بڑا عالم بھی رہتا تھا ایک روز حضور ﷺ خود مدرسہ میں چلے گئے وہاں یہودیوں کو آپکے آنے پر بڑا تعجب ہوا حضور ﷺ نے اس بڑے عالم سے ملاقات کی اور کہا کہ میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں، اس نے لوگوں کو ہٹا دیا آپ نے اس عالم کو خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی نہیں ہوں؟ اس عالم نے کہا محمد تم نے بہت بڑا واسطہ دے دیا بیشک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں مگر میں نہیں مان سکتا، اس لئے کہ اگر میں تم کو مان لوں تو اس مقام اور مرتبہ اور اس عزت وغیرہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور میری سرداری چلی جائے گی، دوسرے یہودیوں نے بھی تعصب، ضد، ہٹ دھرمی کی وجہ سے حضور کو سچا جاننے کے باوجود نہیں مانا۔

نبوت سے قبل تمام مشرکین مکہ کے نزدیک محمد ﷺ کی شخصیت غیر متنازعہ تھی آپ کی صداقت، شرافت، دیانت اور امانت پر سارے مکہ نے الصادق والامین کا خطاب دیا تھا، بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت آپ کو قریشی سرداروں نے حکیم مانا اور آپ کی رائے کے مطابق بیت اللہ میں حجر اسود رکھا، نبوت کے اعلان کے بعد بھی قریش مکہ آپ ﷺ کی ذاتی شرافت سچائی و صداقت دیانت اور عظمت کے اُسی طرح قائل تھے جس طرح نبوت سے پہلے تھے، چنانچہ اِسی صداقت اور سچائی اور امانت دار ہونے کے احساس کی وجہ سے مخالفت کے باوجود اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے جس کا کھلا ثبوت ہجرت کے وقت حضرت علی کو حضور نے ان امانتوں کو واپس کرنے کا ذمہ دار بنا کر ہجرت کی مشرکوں نے یہ نہیں سمجھا کہ ایک انسان دنیا کے معمولات میں جھوٹ، دھوکا اور فریب نہیں دے رہا ہے تو وہ خدا کے معاملے میں کیوں جھوٹ بولے گا۔



حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کی پرورش کی آپ کی بے انتہاء مدد کرتے تھے اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے، لیکن شعب ابی طالب میں تین سال آپ کے ساتھ رہنے کے باوجود آپ کی اطاعت نہیں کی یہاں تک کہ جب بائیکاٹ کی تحریر کو دیمک کھا چکی تو حضور نے ابو طالب کو بتلایا تو ابو طالب نے سرداران قریش کو اطلاع دی اور اس بات کی گواہی بھی دی کہ میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولتا، جو بات وہ کہتا ہے ہمیشہ سچ ثابت ہوتی ہے۔

ابوسفیان نے قیصر روم ہرقل کے سامنے بھرے دربار میں گواہی دی کہ محمد جھوٹ نہیں بولتے، بدعہدی نہیں کرتے، سچائی و پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔

کعب بن اسد نے غزوہ احزاب کے موقع پر یہودیوں کو یہ جواب دیا کہ ''تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، واللہ! میں نے محمد ﷺ کے ہاں سچائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

نبوت سے قبل ابولہب محمد ﷺ کی شرافت اخلاق و عظمت کا اتنا دیوانہ تھا کہ اپنے دونوں بیٹوں کا نکاح حضور ﷺ کی دو بیٹیوں سے کر رکھا تھا، لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی، حضور ﷺ کی پیدائش کی اطلاع پر ابولہب نے ایک باندی کو آزاد کیا تھا، مگر نبوت ظاہر ہوتے ہی دشمن بن گیا اطاعت سے انکار کیا، صفا پہاڑی کے واعظ میں حضور ﷺ نے قریش کے لوگوں کو جمع کر کے دریافت فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کے کہ پہاڑ کی اس طرف دشمن کی ایک زبردست فوج موجود ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو تم مانو گے سب ہی نے یک زبان ہو کر کہا آپ سچے ہیں آپ کو ہم نے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ اکیلا ہے پھر آپ ﷺ نے آخرت کے عذاب کی اطلاع دی

اور اللہ کے پاس پکڑ کا احساس دلایا اور ایمان کی دعوت دی تو لوگ غصہ ہو گئے، اطاعت سے انکار کر دیا۔ ابولہب نے سب سے پہلے آپ کی طرف تھوکا اور پتھر پھینکے، ولید بن مغیرہ نے ایک مجلس میں سب کے سامنے اعتراف کیا، واللہ محمد شاعر ہے نہ کاہن، ساحر ہے نہ دیوانہ اس کی بات بڑی میٹھی اور دلوں میں اترنے والی ہے۔

مشرکانِ مکہ کے یقین کا یہ عالم تھا کہ جو بات حضورؐ کے منہ سے نکل جاتی اس پر بہت زیادہ یقین کرتے ایک مرتبہ حضورؐ نے ابولہب کے بیٹے کے تعلق سے یہ بد دعا دی کہ اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو ابولہب کے بیٹے پر مقرر کر دے، اس بد دعاء پر وہ اپنے بیٹے کی اتنی حفاظت کرتا کہ جہاں بھی وہ جاتا اس کو اکیلا نہیں چھوڑتا، سب کے درمیان رکھتا ایک مرتبہ ایک سفر میں وہ سب کے بیچ میں سو رہا تھا اور ایک شیر آیا اور اسی کو چیر پھاڑ کر چلا گیا۔

حضور کو شدید تکلیف پہنچانے والے قریشی سردار نصر بن حارث نے قریشی سرداروں کو مخاطب کر کہ کہا ''محمد جب جوان تھے تب وہ تمہارے درمیان سب سے زیادہ ہر دلعزیز شخصیت تھے سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ امانت دار تھے، وہ ادھیڑ عمر میں تمہارے پاس نیا دین لے کر آئے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ ساحر ہیں واللہ وہ ساحر نہیں ہیں تم کہتے ہو وہ کاہن ہیں واللہ وہ کاہن بھی نہیں ہیں تم کہتے ہو وہ شاعر ہیں واللہ وہ شاعر بھی نہیں ہیں، تم کہتے ہو وہ دیوانے ہیں واللہ وہ دیوانے بھی نہیں ہیں۔

ابوجہل سے کسی نے پوچھا ''تم محمد ﷺ کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ ابوجہل نے جواب دیا'' اللہ کی قسم! محمد بالکل سچے ہیں آج تک محمد کی زبان سے جھوٹ نہیں نکلا، لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ اگر حجاج کو پانی پلانے کی خدمت، بیت اللہ کی حفاظت، اور نبوت سب کچھ بنو قصی کے گھرانے میں چلا جائے تو پھر قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔

اِسی طرح چودہ سو سال سے آج تک دنیا کے بہت سے غیر مسلموں نے حضور ﷺ کی شخصیت، ذاتی زندگی کے اوصافِ حمیدہ شرافت، دیانت، امانت، صداقت، تدبر، فہم و فراست اور حکمت کا اعتراف کیا اور کر رہے ہیں یہاں تک کہ ایک عیسائی مائیکل ہارٹ نے ایک کتاب لکھی دی ہنڈیڈ اس میں اپنے پیغمبر کو تیسرا مقام دیا اور محمد ﷺ کو پہلا مقام دیا، مگر



پھر بھی آپ کی نبوت کی سچائی کا اعتراف نہیں کیا، مسئلہ دراصل یہی ہے کہ آپ کو اگر سچا مانا جا رہا ہے تو پھر آپ کی نبوت کو کیوں نہیں مانا جا رہا ہے اور آپ کی اطاعت و اتباع کیوں نہیں کی جا رہی ہے، اصل مسئلہ تو نبوت کو سچا مان کر آپ کی اطاعت و اتباع کرنے کا ہے، مشرکانِ مکہ صادق و امین کہہ کر بھی قتل کرنے پر اڑے ہوئے تھے، چنانچہ جو لوگ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی اطاعت و اتباع کریں گے دراصل وہی لوگ آپ کو دل سے سچا مان رہے ہیں اور آپ کے سچا ہونے کا ثبوت ایمان اور عمل سے پیش کر رہے ہیں۔

دوسری طرف صحابہ کے یقین کا عالم یہ تھا کہ آپ کو معراج ہوئی ابوجہل نے یہ خبر سن کر تعجب کیا اور مذاق اڑانے کی غرض سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اس کو خیال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ انکار کر دیں گے، اس لئے جلدی سے آکر ان کو اس بات کی اطلاع دی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس میں تعجب اور انکار کی کیا بات ہے؟ اگر محمدؐ یہ بات کہہ رہے ہیں تو بالکل صحیح ہے اس لئے کہ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پاس آسمان سے جبرئیل آتے جاتے ہیں، وہ اگر معراج میں گئے ہیں تو تعجب کیا ہے؟

جب کوئی غزوہ ہوتا تو حضور ﷺ اس سے پہلے آپ ﷺ نام بنام یکے بعد دیگرے امیر مقرر کر دیتے تو صحابہ کو اس بات کا یقین ہو جاتا کہ شروع کے نام والوں کی شہادت ہونے والی ہے، اس لئے حضورؐ نے تین چار لوگوں کو مقرر فرمادیا ہے، اور ہوتا بھی ایسا ہی تھا۔

ہجرت کے وقت سراقہ نے امان مانگی حضور ﷺ نے امان دیتے ہوئے قیصر و کسریٰ کے کنگن پہنانے کی بشارت بھی دے دی، حالانکہ اس وقت سراقہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آپ کی بات کا پورا یقین کئے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ خود مکہ سے جان بچا کر جا رہے ہیں مجھے قیصر و کسریٰ کے کنگن کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضرت علیؓ کو حضورؐ ہجرت کے وقت امانتیں حوالے کر کے یہ فرمایا کہ یہ سب تم واپس کر کے مدینہ آنا لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کو اس رات نیند آئی تو آپ نے فرمایا بہت اچھی نیند آئی اس لئے کہ حضورؐ نے یہ فرمایا کہ امانتیں واپس کر کے مدینہ آنا تو پھر قتل کا خوف ہی نہیں تھا۔ اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں، لیکن طوالت کے اندیشہ سے نظر انداز کئے جا رہے ہیں۔

# کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی فاداری کرنا ہوگا

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ. (الشعراء:۱۳۱)

ترجمہ: ''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

انسانوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے احسانات وانعامات اور مہربانیوں پر انکا احسان مند، فرمانبردار، شکر گذار ہو جاتا ہے، احسانات کو یاد رکھ کر اُن احسانات کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر کوئی انسان احسانات اور انعامات سے فائدہ اٹھا کر احسانات کو یاد نہ رکھے اور احسان کرنے والے کے ساتھ جان بوجھ کر انجان بنا رہے یا اپنے محسن کے بجائے غیر محسن سے محبت کرے اور غیر محسن کا اطاعت گذار اور شکر گذار بنا رہے تو یہ احسان فراموشی، ناشکری اور نمک حرامی ہے۔

کائنات میں انسانوں کا سب سے بڑا محسن، خیر خواہ، رحم کرنے والا، انعامات وفضل و کرم سے نوازنے والا انکا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس کے احسانات وانعامات فضل و رحمتوں میں انسان سر سے لے کر پیر تک ڈھکا ہوا ہے اور چوبیس گھنٹے اس پر احسانات کی بارش ہوتی رہتی ہے، اس لئے انسان کو چاہیئے کہ سب سے زیادہ اپنے مالک حقیقی ہی کا احسان مند، شکر گذار اور فرمانبردار بنا رہے، اور یہ انسان کی اپنے مالک حقیقی کے ساتھ غداری ہے کہ وہ جان بوجھ کر اس کی نافرمانی کرے اور اس کے آگے تعظیم اور شکر بجانہ لائے۔

دنیا میں انسانوں کے لیے دین اسلام اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اور انسان جب دل کی گہرائیوں کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہزاروں لاکھوں اپنے بندوں میں سے کائنات کی عظیم نعمت اور سب سے بڑی نعمت سے اُسے سرفراز کیا ہے، اس لئے اس کو اس نعمت کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی کرنا چاہیئے یہی شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے، چنانچہ وہ اس نعمت کے ملنے کے بعد کلمہ کا حق ادا کرتا ہے۔



# کلمہ طیبہ کے حقوق کیا کیا ہیں؟

☆ کلمہ کا حق ادا کرنے کے لے محمد رسول اللہ کی اطاعت واتباع کی جائے۔

☆ کلمہ کا حق ادا کرنے کے لئے ایمان والے پر یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا داخل ہو جائے اور اپنے آپ کو مکمل مسلمان بنائے۔

☆ کلمہ کا حق ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہی ایک ایمان والے کی زندگی اور غیر ایمان والے کی زندگی میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ کا فرق ہو جائے، دونوں کی زندگی بالکل الگ الگ ہو جانی چاہیئے۔

☆ جس طرح رات اور دن برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ جس طرح خوشبو اور بدبو برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ جس طرح میٹھا اور کڑوا برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ جس طرح ٹھنڈا اور گرم برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ جس طرح زندہ اور مردہ برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ جس طرح آنکھ والا اور اندھا برابر نہیں ہوتے کھلا فرق رکھتے ہیں

☆ اسی طرح ایمان والے اور غیر ایمان والے کی زندگی میں کھلا فرق ظاہر ہو جاتا ہے، دونوں کی فکر، عقیدہ اور عمل ایک جیسے نہیں ہوتے کھلا فرق ہوتا ہے۔

☆ کلمہ کا اقرار کرتے ہی ایمان والا رب چاہی زندگی اختیار کرتا ہے اور غیر ایمان والا من چاہی زندگی گذارتا ہے۔

☆ کلمہ کا اقرار کرتے ہی ایمان والا آخرت اور جنت کی تیاری کرتا ہے غیر ایمان والا دوزخ ہی کے راستے پر چلتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے ان دونوں انسانوں کی زندگی میں کھلا کھلا فرق نظر آتا ہے اور کلمہ والے کو دیکھتے ہی اللہ یاد آجاتا ہے۔

☆ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی انسان کی زندگی میں جان آجاتی ہے اور وہ حقیقی معنی میں زندہ انسان ہوتا ہے اور کلمہ کے خلاف یا کلمہ کا انکار کرنے والے زندہ رہ کر بھی چلتی پھرتی

لاش کی مانند ہی رہتے ہیں، اس لئے ایمان والے اور غیر ایمان والے کی مثال قرآن نے زندہ اور مردے کی دی ہے، ایمان والے کو بینا اور غیر ایمان والے کو اندھا بتلایا ہے، غرض دونوں برابر نہیں ہو سکتے، مگر دونوں کا فرق کس اعتبار سے ظاہر ہوگا؟ جسم اور جسمانی تقاضوں کے اعتبار سے تو دونوں برابر ہوں گے دونوں کو آنکھ، دونوں کو کان، دونوں کو زبان، دونوں کو دل و دماغ ہاتھ پیر سب کے سب ہوں گے، مگر ان کے جسموں سے نکلنے والے اعمال اور حرکتوں کی وجہ سے یہ فرق کھلا ظاہر ہوگا۔

☆ جس طرح آنکھ والا آنکھیں رکھ کر سانپ نہیں پکڑتا، آنکھ والا آنکھیں رکھ کر آگ کو نہیں پکڑتا اور نہ آگ میں کودتا ہے، آنکھ والا آنکھیں رکھ کر غلاظت اور گندگی نہ پکڑتا اور نہ کھاتا ہے، اُسی طرح ایمان والا ایمان رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت نہیں کرتا، جہنم کے راستوں پر نہیں بھاگتا، گناہوں سے محبت نہیں کرتا۔

☆ اگر کوئی آنکھ والا آنکھیں رکھ کر سانپ کو پکڑ لے، آگ کو پکڑ لے یا اس میں ہاتھ ڈال دے، گندگی کو کھائے تو ایسا انسان ہماری نظر میں بینا ہوتے ہوئے نابینا ہی کہلائے گا، اس لئے کہ اندھا انسان آنکھیں نہ ہونے اور روشنی نہ ہونے کی وجہ سے سانپ کو بھی پکڑ سکتا ہے، آگ میں بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے، غلاظت بھی کھا سکتا ہے، مگر آنکھ والا بینا ہرگز ہرگز یہ تمام کام جان بوجھ کر نہیں کرتا اور اگر ایسا کرے تو وہ بھی آنکھ والا نہیں بلکہ اندھا ہے آنکھ والے کی تمام حرکتیں الگ ہوتی ہیں اور بغیر آنکھ والے کی تمام حرکتیں الگ ہوتی ہیں اس لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے، قرآن مجید نے کلمہ والوں اور ایمان والوں کو آنکھ والا زندہ انسان بتلایا اور کلمہ سے دور، انکار کرنے والوں کو اندھا اور مردہ بتلایا ہے۔

اس تشریح کی روشنی میں ایمان والے اور غیر ایمان والے کے اعمال میں زمین آسمان کی طرح کھلا فرق کا ہونا ضروری ہے اور یہ فرق عمل کی وجہ سے ظاہر ہوگا، دونوں کی زندگی ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہوگی اور ہونا بھی ضروری ہے۔

ایمان والے کے عقائد، عبادات، معمولات، اخلاقیات، معاشرت، تمدن سب کچھ غیر ایمان والے کے عقائد، عبادات، معمولات اخلاقیات اور معاشرت وتمدن میں کھلا کھلا



ویسا ہی فرق ہوگا جیسا زندہ اور مردے میں، جیسا اندھے اور بینا میں جیسا خوشبو اور بدبو میں فرق ہوتا ہے، ایمان والا اپنی زندگی کو من چاہی انداز پر نہیں بلکہ رب چاہی انداز پر گذارتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان والے کو کلمہ سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے امانت کے طور پر دی ہیں، اس لئے ان تمام چیزوں کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ایمانداری اور ایمان کا تقاضا ہے۔

☆ کلمہ کا مطالبہ اور کلمہ کا حق یہ ہے کہ انسان دنیا کو رب چاہی انداز پر برتنے کا طریقہ سیکھے۔

☆ کلمہ کے ذریعہ ایمان والے کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہوں اور نہ اللہ کے علاوہ میرا کوئی مالک ہے، اس لئے مجھے اللہ ہی کی عبدیت و بندگی کرنا ہے۔

اور وہ یہ عبدیت و بندگی محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے اللہ کے پیغمبر کی اطاعت واتباع کر کے کرتا ہے اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور محمد رسول اللہ کی نافرمانی کو اللہ کی نافرمانی تصور کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں محمد رسول اللہ کی اطاعت نہ کروں تو اندھا ہوں، مردہ ہوں، بدبودار ہوں، اس لئے مجھے زندہ، آنکھ والا، خوشبودار بننے کے لئے محمد رسول اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔

## کلمے کے تقاضوں کی مختصر تفصیل

جس طرح دنیا کی زندگی میں ایک انسان کسی کے پاس نوکری کرتا ہے، نوکری کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اگر وہ اُن تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو تنخواہ کا مستحق بنتا ہے مثلاً وقت پر آنا اور وقت پر جانا، دیر سے آنا اور پہلے جلد چلا جانا نوکری کے تقاضے کے خلاف ہے، جو ذمہ داریاں دی گئی ہیں انہیں پوری کرنا، ذمہ داریوں کو پورا نہ کر کے کھیل، کود، ناچ گانے دیکھتے بیٹھے رہنا تقاضے کے خلاف ہے، نوکر کو اپنے مالک ہی کی فرمانبرداری کرنا ہے، مالک کو چھوڑ کر دوسروں کی اطاعت کرنا نوکری کے تقاضے کے خلاف ہے، کام کے اوقات میں سوتے پڑے رہنا تقاضے کے خلاف ہے، یا پھر نوکری سے غیر حاضر رہنا بھی نوکری کے تقاضوں کے خلاف ہے،

اسی طرح کلمے کا اقرار کرنے کے بعد کلمے کے تقاضوں کو پورا کرنے ہی سے کلمہ کا اقرار کرنا صحیح ہوگا، کلمے کے تقاضے یہ ہیں کہ جب نماز کے لیے پکارا جائے نماز ادا کرنا، جب روزے رکھنے کا حکم ہو روزہ رکھنا، جن جن سے پردہ کرنے کا حکم ہو پردہ کرنا، جسم کو جتنا چھپانے کا حکم ہو چھپانا، جن جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اُن سے دور رہنا، نبی کی سنتوں سے محبت کرنا اور اختیار کرنا فضول خرچی نہ کرنا یہود ونصاریٰ کی اتباع سے نفرت کرنا، فحش کلامی اور گالی گلوج سے دور رہنا، ناجائز طریقے سے مال نہ کھانا، جاہلانہ غیر اسلامی طور طریقے رسم و رواج چھوڑنا، شرکیہ عقائد شرکیہ اعمال، منافقت اور فسق و فجور سے دور رہنا، یہ سب کلمے کے تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا ہوگا تب ہی صحیح معنی میں ایک مسلمان مسلمان بنتا ہے۔

## پیغمبر کسی بھی انسان کو رہبانیت سکھانے نہیں آئے

پیغمبروں کی جب رہنمائی انسانوں کو نہیں ملتی تو انسان اپنے جی اور خواہش سے اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی الگ الگ طریقوں سے کرنا شروع کر دیتا ہے کوئی تو سنیاس لے کر یا کوئی نن سسٹر اور برادر بن کر یا کوئی جنگلوں اور پہاڑوں اور ویرانوں میں رہنے لگتا ہے، بستیوں اور شہروں سے الگ ہو کر انسانوں سے دور رہتا ہے، نہ تو شادی بیاہ کرتا ہے نہ تجارت و محنت و مزدوری کر کے روزی کماتا ہے اور اس چیز کو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سمجھتا ہے اور اپنے جسم و جان کو تکالیف اور مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے، اپنے اہل وعیال کو تکالیف میں ڈال دیتا ہے، انسانوں سے دور رہ کر خدا کی عبادت کرنے کا تصور پیدا کر کے زندگی گذارتا ہے۔ انسان اپنی فطرت سے ہٹ کر دو قدم بھی نہیں چل سکتا، اگر اسے ایک ہی رنگ کے کپڑے ایک ہی قسم کا کھانا کھا کر یا ہمیشہ برہنہ رہ کر یا شہوت سے دور رہ کر زندگی گذارنے کے لئے کہا جائے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے اور چوری چھپے مختلف کام اور نفسانی خواہشات پوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ جو تعلیم دی ہے وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور انسان ان کو اپنی چوبیس گھنٹوں کی زندگی میں آسانی سے کر سکتا ہے، پیغمبر انسانوں کو سنیاس لینے یا رہبانیت



سکھانے نہیں آئے تھے بلکہ ان کو زندگی کے تمام شعبوں میں اعتدال کے ساتھ زندگی گذارنے کی تعلیم دینے آئے تھے، ان کی یہ تعلیم ہے کہ وہ انسانوں کے ساتھ رہیں اور انسانوں کی بستی میں رہیں، شادی کریں بیوی بچوں کو پالیں، تجارت کریں اور معاشرے اور سماج کی کڑوی کسیلی باتوں کو خوشی خوشی برداشت کریں، لوگوں کو اچھائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں، ان کے حقوق ادا کریں اور لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کریں اور تکالیف پریشانیوں کو جھیل کر اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کریں، نہ کہ شہر اور بستیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں بیٹھ کر نفس کشی کریں اور جسم وجان کو مصیبت میں ڈالیں، قرآن مجید کہتا ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنی طرف سے رہبانیت کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، اللہ نے اسکا حکم نہیں دیا اور پھر وہ اس پر برقرار نہ رہ سکے رہبانیت دراصل فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

## محمد رسول اللہ کی اطاعت اور اتباع لازمی اور ضروری ہے

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: ”اے محمد آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا“۔

اس آیت میں دو باتیں بتائی گئی ہیں ایک یہ کہ اللہ سے محبت رکھنے والے رسول کی اتباع کرتے ہیں اور جو رسول کی اتباع کرے گا اللہ بھی ان سے محبت کرے گا، اتباع کے معنی پیچھے پیچھے چلنا، قدم بہ قدم چلنا، نقش قدم پر چلنا، محبت اور اتباع دونوں ایک دسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، محبت کی وجہ سے اتباع کا مزاج پیدا ہوتا ہے، اتباع کی وجہ سے محبت بڑھتی ہے جتنی اتباع بڑھے گی اتنی محبت میں اضافہ ہوگا، محبت میں محبوب کی ہر ادا عمدہ اور بھلی معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جس سے محبت ہو جاتی ہے وہ اس کی صورت، چال، ڈھال، انداز گفتگو، رفتار و گفتار، لباس، بناو سنگار، ملنے جلنے کے طریقے، کھانے پینے کے طریقے سب کچھ اختیار کر کے اس کی نقل اور اس کی کاپی بننا چاہتا ہے، اس لیے اگر انسان

پیغمبر سے محبت کرے تو پھر آپ کے کھانے پینے، سونے جاگنے، بات کرنے، ملاقات کرنے، نکاح، دوستی دشمنی، تجارت لین دین، گھریلو زندگی، خوشی کی زندگی، مصیبت کی زندگی، غرض ۲۴ گھنٹوں کی زندگی پیغمبر کی نقل واتباع میں گذار کر سکون حاصل کرے گا اور پیغمبر کی نافرمانی کو بغاوت سمجھے گا۔ اسی نقل اور پیروی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت آسانی سے کر سکے گا۔ غرض حضور سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی انسان آپؐ کی اتباع کے لیے تڑپے گا، اور جتنی زیادہ اتباع بڑھے گی اتنی محبت بھی بڑھتی جائے گی اس لئے اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا ہے اور محبت بڑھانا ہو، تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے رہنا چاہیے۔

محبت ایک ایسی چیز ہے جب وہ کسی سے ہو جاتی ہے تو چھپائے نہیں چھپ سکتی اس کا اظہار زبان سے کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی جو چیز دل میں آجاتی ہے اس کا اظہار جسم اور اس کے اعضاء سے ہو جاتا ہے انسان کے افکار، خیالات اور حرکات ومیلانات سے اس کا اظہار ہوتا رہتا ہے، جس طرح ہر چیز کا عکس اور سایہ ہوتا ہے اُسی طرح محبت کا عکس اور سایہ اطاعت واتباع ہے جو اطاعت محبت کے بغیر کی جاتی ہے وہ اطاعت حقیقی اطاعت نہیں بلکہ اطاعت کی جھوٹی شکل وفوٹو ہوتی ہے وہ اطاعت دنیوی اغراض کے لئے یا دکھاوے کے لئے یا نام ونمود کے لئے کی جاتی ہے اگر ایک انسان ایمان رکھتے ہوئے محبت کا صرف زبانی دعویٰ کرے اور پیغمبر کی اطاعت نہ کرے تو اس کا نام نہ محبت ہے اور نہ وفاداری، وہ اسلام کی نظر میں فاسق وفاجر ہوگا، پیغمبر اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ لوگ اس کو صرف زبان سے مان لیں اور اس سے صرف زبان سے خوب محبت کا اظہار کریں اور عمل میں اس کی نافرمانی کریں، جو محبت اطاعت سے خالی ہو وہ محبت نہیں، محبت کا ڈھونگ ہے اور یہ گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا مذاق ہوگا، اگر حقیقت میں محبت ہوگی تو اس کا تقاضا اطاعت وفرمانبرداری اور اتباع ہوگا، محبت کا پہلا اور آخری نتیجہ اطاعت واتباع ہے اس سے ثابت ہوا کہ محبت واتباع جسم وجان کی طرح لازم وملزوم ہیں۔

دنیا کی زندگی میں کوئی عورت اپنے شوہر سے محبت کا دعویٰ کر کے اطاعت سے منہ نہیں موڑتی، ہر معاملے، ہر بات ہر ادا اور ہر حکم پر فرمانبرداری واطاعت کرتی ہے



اشاروں پر ناچتی ہے، اسی محبت کی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کے لئے، اولاد اپنے ماں باپ کے لئے بڑی بڑی محنتوں، مجاہدوں کو برداشت کرتے اور تکالیف اٹھا کر خدمت کرتے ہیں، اگر اطاعت سے انکار کرے تو یہ حقیقی محبت نہیں۔

جب انسان کو پیغمبر سے سب سے زیادہ محبت ہوگی تو وہ ان کی اداؤں پر، اشاروں پر، ان کے حکموں پر، ان کے اخلاق وکردار پر مر مٹے گا، جان ومال قربان کرے گا، پیغمبر کی محبت واتباع میں دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان برداشت کرے گا۔

حضرت ابو طالب کو حضور ﷺ سے بے انتہا محبت تھی اور وہ آپؐ کا بڑا ادب واحترام بھی کرتے تھے اور دعوت دین میں وہ حضور ﷺ کے لئے مضبوط ڈھال کی طرح تھے، مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نہ حضور کو ستاتے اور نہ آپ کی مخالفت کرتے بلکہ آپ کی مدد کرتے اور آپ سے محبت بھی رکھتے تھے مگر ان کی وہ محبت ان کو حضورؐ کی اطاعت واتباع پر مجبور نہ کر سکی وہ ایمان نہیں لائے، وہ دنیا سے ناکام لوٹے چنانچہ ایسے لوگوں کا کوئی عمل اطاعت رسول میں شمار نہیں ہوگا اور نہ مرنے کے بعد ان کو اپنے اعمال پر اجر ملے گا۔

ثعلبہ نامی ایک شخص جو حضورؐ سے بہت قریب تھا حضور ﷺ سے دولت ملنے کی اور تجارت میں ترقی کی دعا کرائی، جب تجارت خوب پھیل گئی تو وہ مدینہ سے باہر رہنے لگا، زکوٰۃ کا حکم آیا حضورؐ نے ثعلبہ کے پاس سے زکوٰۃ لانے کے لیے اپنے نمائندہ کو بھیجا، اُس نے زکوٰۃ کو جزیہ کی شکل بتلا کر زکوٰۃ نہیں دی پھر جب وعید آگئی کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے اُن سے زکوٰۃ نہ لی جائے تو دوڑتے دوڑتے زکوٰۃ لے کر مدینہ آیا حضورؐ نے اس کی طرف چہرہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور زکوٰۃ نہیں لی اس نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی زکوٰۃ دینے کی کوشش کی تو اس کی زکوٰۃ نہیں لی گئی، اس نے حضورؐ پر ایمان رکھنے اور مسلمان ہونے کے باوجود اطاعت سے انکار کیا تو مردود بنا دیا گیا۔

اس کے برعکس منافق لوگ حضور ﷺ سے محبت نہیں رکھتے مگر اطاعت کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے زبان سے حضور ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کرتے، کلمہ پڑھتے، نماز پڑھتے دین کے بہت سارے کاموں میں ساتھ دیتے مگر دل میں حضور ﷺ سے اور اسلام سے بغض وعداوت تھی،

ان کو حضورؐ سے محبت نہیں تھی، بظاہر ڈر خوف دنیوی مصلحتوں کی وجہ سے محبت ظاہر کرتے وہ حضورؐ کا ادب احترام دکھاوے کے لیے کرتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے تھے، مگر دل سے اطاعت نہیں کرتے تھے، ان کی اطاعت مجبوری و ناچاری اور زبردستی کی تھی پسند اور چاہت کی نہیں تھی، چنانچہ ان کا ایمان نہ ایمان کہلایا اور نہ عمل عملِ صالح ہوا، ان کو آخرت میں دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ڈالا جائے گا۔

مدینے میں ایک منافق اور یہودی کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہوا یہودی حضورؐ کے پاس اپنے مقدمہ کی سماعت کروانے کے لئے تیار ہو گیا، اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ حضورؐ کسی کی طرفداری نہیں کرتے اور صحیح صحیح انصاف کرتے ہیں مگر منافق حضورؐ کے پاس انصاف کرانے کو تیار نہیں تھا اور کعب بن اشرف جو رشوت خور تھا جو رشوت دے اسی کے حق میں فیصلہ کرتا تھا اس کے پاس فیصلہ کرانا چاہتا تھا مگر یہودی اس پر راضی نہیں ہوا، حضورﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا مگر منافق اس فیصلے پر راضی نہ ہوا اور اپنے مقدمہ کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا یہودی نے حصرت عمرؓ کو حضورؐ کے فیصلے کی تفصیل بتلائی، حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار سے اس منافق کی گردن الگ کر دی اور کہا کہ جو حضورؐ کی بات اور فیصلے کو نہ مانے اس کا انجام ایسا ہی ہونا چاہئے۔اس پر منافقوں نے واویلہ مچایا۔

سورہ احزاب ۳۶ کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گا۔

یہ منافق لوگ جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے، جھوٹی قسمیں اور بہانے بنا کر جنگ میں شریک نہ ہونے کا عہد کیا، غرض ہمیشہ حضورﷺ کی اطاعت سے منہ موڑتے تھے،

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین محمد رسول اللہ پر دل سے ایمان رکھتے اور آپ سے دل و جان سے محبت کرتے اور اپنی جان و مال سے آپ کی اطاعت و اتباع میں دوڑتے تھے۔

حضرت حذیفہؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ سخت سردی کا زمانہ تھا آدھی رات کا وقت تھا حضورﷺ نے آپ کو دشمن کی خبریں لانے کے لئے بھیجا تو آپ خطرے میں رہتے ہوئے



دشمنوں کے بیچ میں گئے اور وہاں کی خبریں لائے انہوں نے حضور کی اطاعت میں سردی گرمی اور خطرہ کی پرواہ نہیں کی، وہ ایک مرتبہ غیر قوم کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ہاتھ سے نوالا چھوٹ گیا غلام نے کہا کہ اگر آپ یہ کھانا دستر خوان پر سے اٹھا کر کھا لیں گے تو یہ لوگ معیوب سمجھیں گے تو آپ نے فرمایا ”کیا میں ان بیوقوفوں کی خاطر اپنے آقا کی سنت و اتباع کو چھوڑ دوں“

حضرت خباب دشمنوں کے پاس قید ہیں، دشمن قتل کرنے والا ہے، آپ نے اپنا چہرہ بنانے کے لے استرہ مانگا اتفاق سے دشمن کا ایک چھوٹا، بچہ آیا آپ نے گود میں بیٹھا لیا اس کی ماں ڈر گئی مگر آپ نے فرمایا میں اپنے آقا کی اطاعت کے خلاف کسی معصوم بچے پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا حضورؐ کا حکم ہے کہ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، حالانکہ تم لوگ مجھے قتل کرنے والے ہو مگر میں حضورؐ کی اطاعت کروں گا اور بچے کو چھوڑ دیا۔ جب آپ کو شہید کیا جا رہا تھا تو آپ کی جگہ حضورؐ کا احساس دلایا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ تک گوارا نہیں کہ میرے آقا کو ایک کانٹا بھی چبھے آپ نے ذرا سی بھی حضور کی مخالفت سننا گوارا نہ کیا۔

بی بی عائشہؓ کے پاس ایک باندی تھی ان کا نکاح ایک صحابی سے ہو گیا وہ صحابی ان کو بہت چاہتے تھے مگر یہ نکاح سے خوش نہیں تھی حضورﷺ بار بار اس صحابی کے ساتھ نباہ کرنے اور اچھے تعلقات رکھنے کی تلقین کرتے تو وہ باندی حضورؐ سے یہ دریافت کرتی یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ حکم ہو تو میں اتباع کرنے تیار ہوں مشورہ ہو تو مجھے اختیار ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضورؐ نے بنی غطفان سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا، انصار کے سرداروں نے عرض کیا کہ اگر یہ ارادہ وحی کی بنا پر ہے تو قبول کرتے ہیں اور اگر حضورؐ اپنی رائے سے ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس تجویز سے اختلاف ہے حضورؐ نے انہی کی رائے قبول فرمائی اور اپنے ہاتھ سے صلحہ نامہ کا مسودہ چاک کر ڈالا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام مسلمانوں کو بظاہر دب کر صلح کرنا پسند نہ تھا حضرت عمرؓ نے اعلانیہ اس سے اختلاف کیا مگر جب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کام میں خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے کر رہا ہوں تو باوجود یہ کہ غیرت اسلامی کی بنا پر سب ملول تھے کسی نے دم مارنے کی جرات نہ

کی حضرت عمرؓ مرتے دم تک اس غلطی کے کفارے طرح طرح سے ادا کرتے رہے یہ سمجھ کر کہ وہ ایک ایسے امر میں اختلاف کر بیٹھے جو بحیثیت رسول کیا جا رہا تھا۔

بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں (مفہوم) تین صحابہ حضورؐ کے گھر تشریف لائے اور آپ کی عبادات کے بارے میں دریافت فرمایا اور وہ نبی کریم ﷺ کے عبادات کو سن کر نبی کریم کی عبادات کو کم سمجھا کہ نبی کریم کہاں اور ہم کہاں؟ نبی کریم کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہیں پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کرونگا، دوسرے نے کہا کہ میں زندگی بھر روزہ رکھونگا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہونگا کبھی نکاح نہ کرونگا، اس کے بعد جب حضور ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت رکھتا ہوں لیکن روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میرے نکاح میں عورتیں بھی ہیں جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

روزہ رکھنا اطاعت ہے اور روزہ چھوڑنا بھی اطاعت اور اتباع ہے، اسی طرح نماز پڑھنا اطاعت اور جسمانی حق ادا کرنا بھی یعنی نیند لینا بھی اطاعت اور اتباع ہے نکاح کرنا اور عورتوں کے ساتھ زندگی گذارنا بھی اطاعت واتباع ہے۔

اسلام نے کھلے طور پر یہ تعلیم دی کہ ہر وہ اطاعت وفرمانبرداری اور ہر وہ عمل اور عبادت مردود اور ناپسندیدہ اور نامقبول ہے جو محمد رسول اللہ کی نسبت اور سند سے نہ کی جائے وہ عمل اور وہ طریقہ اللہ کے دربار میں قابل قبول نہیں جو محمد رسول اللہ کی سند، طریقے اور اتباع سے ہٹا ہوا ہو، اس لئے قیامت تک آنے والے انسانوں کو اللہ کی عبدیت وبندگی کا صرف اور صرف اور واحد طریقہ محمد رسول اللہ کی اتباع ہی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ فَاِنۡ عَصَوۡکَ
فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ (الشعراء:۲۱۵)

ترجمہ: ''اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے



ساتھ تواضع سے پیش آؤ لیکن اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں''۔

صحابہ کا ایمان حقیقت میں ایمان بنا، ان کے اعمال اعمالِ صالحہ قرار پائے اور اللہ کے دربار میں مقبول ہوئے، وہ جنت میں سب سے اعلیٰ مقام پر رہیں گے، اس لئے نجات صرف ان لوگوں کی ہوگی جو حضورؐ پر ایمان لائے جان و مال سے بڑھ کر محبت کی اور آپ کی عظمت اور مقام کو سمجھا اور اطاعت واتباع کی۔ حقیقی محبت کرنے والا زبان سے محبت کا دعویٰ کرتا ہوا نہیں پھرتا، بلکہ اس محبت کا اظہار عمل سے ظاہر کرتا ہے، اس کو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ مجھے حضورؐ سے محبت ہے میں عاشق رسول ہوں، دنیا میں گذرے ہوئے تمام عاشق رسول، اللہ والوں نے اپنی زبان سے کم اور عمل سے حضور کی محبت کا ثبوت دیا حضرت کعبؓ پر جب مصیبت آئی اور مسلمانوں نے آپ کا بائیکاٹ کر دیا تو وہ مسلمانوں میں پکارا کرتے ہوئے نہیں پھرے کہ میں محمد رسول اللہ کا عاشق ہوں، میرا بائیکاٹ مت کرو۔

## محمد رسول اللہ کی اطاعت واتباع کا طریقہ کیا ہے؟

**(۱) ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق (۲) اللہ کی محبت اور خوشنودی کے لئے کرنا (۳) محمد رسول اللہ کی اتباع میں کرنا۔**

○ مسلمانوں پر دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں حضور ﷺ نے اس کی ساری تفصیل بیان کر دی ہے اب کچھ لوگ ثواب کی خاطر فجر اور ظہر کے درمیان ایک اور فرض نماز کی ایجاد کرے تو یہ نماز نہ عبادت کہلائے گی اور نہ دربارِ الٰہی میں قبولیت کا درجہ پائے گی، کیونکہ اس نماز کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے نہیں دی ہے۔

○ اُسی طرح حج کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کے مہینے میں فرض کیا ہے اور حضورؐ نے اس کو اُسی مہینے میں ادا کیا، اگر کوئی انسان اپنی مرضی سے حج کے مہینے کو چھوڑ کر کسی دوسرے مہینے میں ادا کرے تو وہ حج حج نہیں کہلائے گا اور نہ قبولیت کا درجہ پائے گا۔

O اسی طرح روزہ رمضان کے مہینے میں فرض کیے گئے ہیں اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑنا ہے، حضورﷺ نے رمضان ہی کے مہینے میں فرض روزے رکھے اور ان کے پورے اوقات بتلا دیئے اب اگر ایک انسان رمضان کو چھوڑ کر کسی دوسرے مہینے میں اپنی سہولت سے فرض روزے رکھ لے تو وہ حضور ﷺ کی اتباع نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے یہی حال دوسرے تمام احکام کا ہے زکوٰۃ کا جو نصاب بتلایا گیا اُسی حساب سے زکوٰۃ نکالنا ہوگا اگر کوئی نصاب سے کم نکالے تو وہ زکوٰۃ صحیح نہیں۔

O اسلام نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے اگر کوئی ایک ہی وقت میں پانچ بیویاں رکھتا ہے تو یہ حضور ﷺ کی اتباع نہیں۔

O حضور ﷺ نے امت کو یہ تعلیم دی کہ اگر سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے مگر وہ بھی جائز نہیں اب اگر ایک مسلمان حضورﷺ کی اس تاکید کے باوجود اور منع کرنے کے باوجود درگاہوں پر جا کر قبروں کو یا بزرگوں کو سجدہ کرے تو یہ گناہ ہے حضورﷺ کی اتباع نہیں۔

O حضور ﷺ نے امت کو یہ تعلیم دی کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے اور نمک کی ڈلی کی بھی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، اب اگر ایک انسان اپنی ضرورتوں میں اولاد، نوکری، صحت اور کامیابی قبروں پر جا کر مانگے یا جھنڈوں، الموں اور چلوں سے مانگے تو یہ حضور ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور یہ حضور ﷺ کی اتباع نہیں۔

O حضور ﷺ نے خاص طور پر ایمان والوں کو یہ تعلیم دی کہ میرے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا، آپ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا، اب اگر اس کے باوجود کوئی مسلمان قبروں کے پاس جا کر یا اپنے پیروں اور مرشدوں کو سجدہ کرے تو یہ حضور ﷺ کی اتباع نہیں۔

O اذان میں حضور ﷺ نے جتنے کلمات سکھائے اتنے ہی ادا کرنا حضور ﷺ کی اتباع ہے اگر کوئی ثواب کی خاطر آخری کلمات میں لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ جوڑ دے تو یہ حضور کی نافرمانی ہے۔



O فجر کی نماز جو دو رکعت فرض ہے اب اگر ثواب کی خاطر اور عبادت کے شوق میں چار رکعت فرض پڑھے تو یہ حضورﷺ کی اتباع نہیں اور نہ اللہ کی اطاعت ہے۔

O حضورﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اب اگر کوئی مسلمان ثواب اور عبادت کے جذبے سے عید کے دن بھی روزہ رکھے تو یہ حضورﷺ کی اتباع نہیں اور نہ اللہ کی اطاعت ہوگی۔

O حضورﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق نکاح میں مہر ادا کیا اب اگر کوئی مہر ادا کرنے کے بجائے عورت ہی سے الٹا گھوڑے جوڑے کے نام پر روپئے وصول کرلے تو یہ حضورﷺ کا طریقہ نہیں اور نہ یہ اسلام ہے، نکاح کرنا اطاعت ہے مگر بیوی کے لوگوں سے خاطر، تواضع اور تحفے اور سامان کا لالچ رکھنا اور اپنے مسائل ان پر ڈالنا اتباع سے خالی ہے۔

O اگر کوئی زنا سے بچ کر نکاح کر رہا ہے مگر نکاح میں ناچ گانا فضول خرچی بے پردگی فضول رسوم و رواج کر رہا ہے تو نکاح کرنا اطاعت ہے مگر نکاح اتباع سے خالی ہوگا۔

O اگر کوئی حلال رزق کمانے کے لئے تجارت یا نوکری کر رہا ہے مگر تجارت میں جھوٹ بولے اور دھوکا دے اور نوکری کے اوقات ضائع کرے تو تجارت اور نوکری کرنا اطاعت ہے مگر وہ اتباع سے خالی ہے۔

O اگر کوئی فرض نماز ادا کر رہا ہے مگر بلا عذر مسجد میں نہیں اسکے اوقات میں نہیں یا جماعت کے ساتھ نہیں اپنی سہولت سے پڑھ لیتا ہے تو نماز ادا کرنا اطاعت ہے مگر اتباع نہیں

O اگر کوئی اللہ کے حکم کے مطابق غریبوں کی مدد کرتا ہے یا لوگوں کی مصیبت کے وقت مدد کرتا ہے مگر وقت آنے پر اس احسان کو یاد دلاتا اور احسان جتاتا ہے تو مدد کرنا اطاعت ہے مگر وہ اتباع سے خالی ہوگا۔

O نماز پڑھنا حج کرنا زکوۃ دینا اطاعت ہے مگر ان کا بار بار تذکرہ کرکے لوگوں کو احساس دلانا ریا کاری ہے نبی کی اتباع نہیں ہے۔

O عورتوں کے لئے زیور سے آراستہ ہونا اور کپڑے پہن کر جسم کی حفاظت کرنا اور شرم وحیا کا پابند رہنا اطاعت ہے مگر دکھاوا، غرور اور جھوٹی شان بتانا اور اترانا اتباع سے خالی ہے۔

- O حلال رزق کھانا، پورے آداب کے ساتھ کھانا یہ اطاعت ہے مگر رزق کو ضائع کرنا اور اس میں اسراف کرنا اتباع نہیں یا غریبوں کو علیحدہ کھلانا اتباع نہیں۔
- O ایصال ثواب کے لیے کھانا کھلانا، اطاعت ہے مگر لوگوں کو جمع کر کے اکٹھا کر کے شور شرابہ کرنا اور خاص دن پکا کر کے کھلانا اتباع نہیں۔
- O وعظ و نصیحت کرنا اطاعت ہے مگر واعظ و نصیحت کے لیے پیسے لینا، موٹر گاڑی کا انتظام کرانا، اچھے ہوٹل میں ٹھہرانے کی شرط لگانا، اخبارات میں اعلان کے لئے اصرار کرنا، وقت پر نہ آنا یہ اتباع سے خالی ہے۔
- O پردہ کرنا اطاعت ہے مگر بعض لوگوں کے سامنے بے پردہ ہونا اور بعض کے سامنے پردہ کرنا اتباع نہیں، لباس کا استعمال کر کے جسم کو چھپانا اطاعت ہے مگر غیر مسلموں کے جیسا لباس حلیہ اور وضع قطع اختیار کرنا اتباع نہیں۔
- O دین کی تبلیغ کرنا اطاعت ہے مگر داعی بن کر مسلمانوں سے اور دوسرے انسانوں کو گمراہ جہنمی اور قابل عزت نہ سمجھ کر ان سے نہ ملنا جلنا یا ان کو سلام نہ کرنا اتباع سے خالی عمل ہے۔
- O مدد کرنے والوں کی مدد کرنا اطاعت ہے اور مدد نہ کرنے والوں کے ساتھ احسان نہ کرنا اتباع نہیں، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اطاعت ہے مگر بُرے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا اتباع نہیں۔

## اللہ کے محبوب بننا ہو تو حضور ﷺ کی اتباع کرنا شرط ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ شرط رکھی ہے کہ اگر ایمان والے محمد رسول اللہ کی اتباع کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو محمد رسول اللہ کی اتباع سے وابستہ کر دیا، اس لیے اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پیارا بننا چاہتا ہے تو اُسے محمد رسول اللہ کی اتباع کرنی ہوگی تب ہی وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب بن سکتا ہے، اس لیے زندگی کے تمام کاموں میں محمد رسول اللہ کی اطاعت و اتباع کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بنئے۔



## اللہ تعالیٰ کا رنگ محمد رسول اللہ کی اتباع سے چڑھتا ہے

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ (البقرة:۱۳۸)

ترجمہ: ”کہو! اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں“۔

جب انسانوں کو پیغمبر کی رہنمائی نہیں ملتی یا وہ پیغمبر سے دور رہ کر اور انکار کر کے زندگی گذارتے ہیں تو عبادات اور بندگی کے طور طریقوں میں جہالت اور گمراہی کا رنگ ان پر چڑھتا ہے اور وہ رسوم و رواج باپ دادا کی اندھی تقلید یا جی کی خواہشات اور سوسائٹی اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، قرآن نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ رسم و رواج اور باپ دادا کی اندھی تقلید کی ڈھکوسلے بازیوں سے دور رہ کر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کریں، چنانچہ جب انسان ایمان سے واقف نہیں ہوتا اور کلمہ کی حقیقت نہیں سمجھتا تو مختلف جاہلانہ طور طریقے اور غلط خیالات اختیار کرتے اور باپ دادا کی نقل کر کے یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کی بندگی اور غلامی کر رہا ہے، چنانچہ اسی گمراہی کی وجہ سے کوئی آدمی خاص رنگ کے کپڑے پہننے کو یا خاص قسم کی شکل و صورت اختیار کرنے کو یا خاص اوقات میں چند خاص قسم کے اعمال کرنے کو خدا کی عبادت تصور کرتا ہے۔

یہودیوں میں یہ طریقہ عام تھا کہ جو کوئی یہودی بنتا اس کو وہ خاص طریقہ سے غسل دیتے اور اس غسل سے یہ تصور رکھتے تھے کہ اس کے گناہ دھل گئے، بعد میں یہی طریقہ عیسائیوں میں Baptisum کے نام سے آج تک رائج ہے۔ اور وہ ہر ایک کو اس کے گناہ سے پاکی دلانے کے لئے غوطہ دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ دھل گئے، اب اس نے ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، اس پر خدا کا رنگ چڑھ گیا، مشرک قومیں آج بھی یہ تصور رکھتی ہیں کہ کسی خاص مقام پر جا کر عورت اور مرد سر کے بال نکالیں، اور کسی ندی اور اس کے سنگم کو مقدس جان کر اس کے پانی میں غوطہ لگائیں تو اس سے ان کے پاپ دھل جاتے ہیں اور اُن پر نیا رنگ چڑھ جاتا ہے۔

قرآن نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کا رنگ کسی پانی سے نہیں چڑھتا اور نہ کسی طرح کی شکل وصورت یا خاص رنگ کا لباس اختیار کرنے سے چڑھتا ہے، دنیا میں مختلف لوگ یہی تصور رکھ کر مختلف لباسوں اور شکلوں کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پرہیزگار بتلا کر انسانوں کو دھوکا بھی دیتے ہیں، دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں نے اسی تصور کا شکار ہو کر اپنے اپنے گروپ کا علیحدہ لباس، علیحدہ ٹوپی اور علیحدہ پہچان بنا لیتے اور ہر کوئی ایک مخصوص لباس شکل وصورت بنا کر اپنے آپ کو اللہ والا، روحانی طاقت والا بڑے سلسلے والا صاحب نسبت ظاہر کرتے مگر حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ اللہ کی عبدیت وبندگی کا رنگ تو صرف حضرت محمد رسول اللہ کی اطاعت واتباع سے ہی چڑھ سکتا ہے چاہے تمہارے لباس شکل وصورت خاندان، قبیلے، مختلف ہی کیوں نہ ہوں اور تم کسی رنگ ونسل کے کیوں نہ ہوں، تمام رنگوں میں سب سے بہتر اور خوبصورت رنگ محمد رسول اللہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے، لا الہ الا اللہ عبدیت وغلامی کا اقرار اور عہد ہے اور محمد رسول اللہ عبدیت وبندگی کا رنگ، اس لئے اسلام نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اگر کسی انسان کے پاس ایمان بالرسالت موجود نہ ہو تو مجرد ایمان باللہ اس کی زندگی کو اللہ کے رنگ میں نہیں رنگ سکتا، انسانی زندگی پر اللہ کا رنگ اُسی وقت چڑھتا ہے جب ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسالت کا بھی رنگ ہو اسی لئے لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا اقرار کرایا جا رہا ہے ایمان بالرسالت پیدا ایمان باللہ ہی سے ہوتا ہے ایمان باللہ کی وجہ سے بندہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے لیے ایک پیاس اور تڑپ پیدا ہوتی ہے اسی پیاس اور تڑپ کا اظہار سورہ فاتحہ میں ہوتا ہے اور بندہ کو اللہ کی اطاعت وبندگی کے لیے بے چین کر دیتا ہے۔

مسلمان ایمان لاتا ہے حضرت محمد ﷺ پر اور وہ صرف اس اسلام کو جانتا اور مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ پر نازل فرمایا، اس کے علاوہ اس کے پاس دین کا کوئی دوسرا رنگ نہیں ہوتا، اگر کوئی دین کے نام پر دوسرا رنگ اختیار کرے تو وہ اسلام نہیں۔

# دوسرے پیغمبروں کے مقابلے صرف محمد رسول اللہ کی اطاعت و اتباع کیوں کی جائے؟

دارمی (مفہوم) حضورﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

حضورﷺ پر ایمان لانے کی لازمی اور ضروری شرط یہ ہے کہ تمام انبیا علیہ السلام کو اللہ کے سچے نبی مانا جائے مگر اطاعت و اتباع صرف محمد رسول اللہ کی کی جائے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام انبیا سچے اور اللہ کے پیغمبر تھے تو سب کو چھوڑ کر صرف محمد رسول اللہ کی اطاعت و اتباع کیوں کی جائے؟ یہ شرط کیوں ہے؟

بیشک اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ تک بے شمار رسول اور نبیوں کو دنیا کے مختلف علاقوں اور قوموں میں بھیجا، مگر آج دنیا میں صرف چند پیغمبروں کے سوا کسی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا، ہم یہ نہیں جان سکتے کہ کونسا پیغمبر کس ملک کس قوم اور کس وقت اور کس علاقے میں آیا تھا؟ اور ان کی اصل تعلیمات کا کوئی نشان بھی باقی نہیں، وہ اور ان کی تعلیمات دنیا سے گم ہو چکی ہیں اور بے شمار پیغمبروں کا نام و نشان مٹ چکا ہے، یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاص زمانے اور خاص خاص قوموں کے لئے ہی بھیجا تھا، اُن کی ساری تعلیمات نہ ساری دنیا کے لیے تھیں اور نہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، وہ انبیاء کرام جن کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں ان کے ماننے والوں میں صرف حضرت موسیٰ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی قومیں ہی باقی ہیں، مصر کی تاریخ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا تک ذکر غائب ہو چکا تھا، حضورﷺ کے علاوہ جن دو پیغمبروں کے نام آج دنیا میں مشہور ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے علاوہ دوسرے پیغمبروں سے دوسری قومیں واقف ہی نہیں، حضرت موسیٰ اور



حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں نے بھی ان کی تعلیمات کو کچھ سے کچھ کر ڈالا، ان کی تعلیمات کی اصل روح ختم کر دی اور اس کی اصل شکل و صورت ہی باقی نہیں رکھی، ان کی زندگیوں کو کہانیوں اور افسانوں کی شکل میں گھٹا بڑھا کر تبدیل کر دیا گیا اور ان کی تعلیمات میں ایسی ایسی باتیں ملا دی گئیں جو کھلے طور پر شرک اور کفر کی باتیں ہیں عقل و فہم میں بھی نہیں آتیں، اگر کوئی اُن تعلیمات پر عمل کرے تو اُسے نہ کوئی راہِ حق مل سکتی ہے اور نہ اس کے اعمال صالح بن سکتے ہیں اور نہ اس پر اللہ کا رنگ چڑھ سکتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبے اور تمام پہلو تو ایک طرف دین کے ایک بنیادی ستون توحید کی تعلیم میں انہوں نے زمین آسمان کا تغیر پیدا کر دیا، اور توحید کے ساتھ شرک کو ملا کر دین کی روح ہی ختم کر دی، جبکہ توحید کے تعلق سے تمام نبیوں نے خالص اللہ واحد کو ماننے کی دعوت دی، اور ان کی دعوت ایک ہی رہی، ان پیغمبروں پر جو کتابیں تورات و انجیل نازل ہوئیں ان کی اصلی زبان ہی غائب کر دی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے آئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لیے آئے تھے، کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ وہ ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے آئے ہیں، غرض یہ کہ سوائے اسلام کے دوسرے تمام مذاہب میں دین کی اصل روح ہی موجود نہیں اسی وجہ سے یہ کہنا پڑے گا اور ماننا پڑے گا کہ ان رسولوں کی رسالت عملاً ختم ہو چکی ہے اور ان کی تعلیمات بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں تھیں پچھلی آسمانی کتابیں تورات و انجیل اور زبور بھی محفوظ نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو منسوخ بھی کر دیا ہے، اگر کوئی انسان حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو اپنا رہنما بنانا چاہے اور موجودہ ان کی بگڑی ہوئی تعلیمات میں زندگی گذارنا چاہے تو وہ ان ہستیوں کی زندگی کے کسی ایک شعبے کی حد تک بھی صحیح معلومات اور علم حاصل نہیں کر سکتا وہ ان کو بھی خدا کے ساتھ شریک کریگا، اور شرک میں گرفتار ہو جائے گا۔

تمام نبیوں اور پیغمبروں کے سوائے حضرت محمدﷺ کے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، یہ صرف محمد رسول اللہ ہیں جو تمام دنیا اور قیامت تک کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں، اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لیے بہت سے راستے ہیں انسان جس راستے سے چاہے چلا

جائے سب راستے خدا تک جاتے ہیں مگر یہ غلط خیال ہے حضورؐ کے آجانے کے بعد اللہ کی مرضی پر چلنے کے لیے دنیا میں امن وسکون کی زندگی گذارنے اور آخرت میں نجات حاصل کرنے اور کامیاب ہونے کے لئے صرف اور صرف حضور ﷺ ہی کا راستہ ہے۔

آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لیے اور قیامت تک کے لیے رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، حضرت عیسیٰ نے خود کہا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے آئیں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی تک آپ کے پیروکاروں نے آپ کی دعوت کو دنیا کے دوسرے حصوں میں نہیں پھیلایا تھا، مگر آپ کے بہت بعد آپ کی دعوت کو تحریف کر کے پوری تبدیلی کر کے عیسائیت کے نام سے دنیا کے دوسرے ملکوں کے انسانوں کو گمراہ کیا گیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرائی جارہی ہے اور خالق اور مخلوق کے تصور کو مٹا دیا گیا۔

تمام پیغمبروں اور رسولوں میں کسی پیغمبر کو خاتم الانبیاء نہیں کہا گیا سوائے حضرت محمد ﷺ کے، حضرت آدمؑ سے پیغمبروں اور نبیوں اور رسولوں کا جو سلسلہ چلا تھا اور دنیا کے گوشے گوشے میں پیغمبر آئے وہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا اور آپ کو خاتم الانبیاء کا خطاب ملا، حضرت محمد ﷺ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں جس طرح وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے آپ بھی بھیجے گئے ہیں، آپ کو بھی کتاب دی گئی آپ بھی وہی دین اسلام لے کر آئے ہیں جو تمام دوسرے انبیاء لے کر آئے تھے، اس اعتبار سے آپ بھی پچھلے انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں، لیکن اوپر بیان کردہ تشریح سے چند باتیں ایسی ہیں جن میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلے مین خصوصیت اور امتیاز عطا فرمایا، ایمان بالرسالت کے لیے ان خصوصیات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے پیغمبر آئے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ ساری دنیا کے لیے پیغام لے کر آئے ہیں ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے سوائے حضور ﷺ کے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت اور تعلیم ساری دنیا اور قیامت تک کے لئے ہے، آپ نے خود اپنی زندگی میں عرب سے باہر بھی اسلام کے



پیغام کو پہنچایا اور آپ کے بعد آپ کے امتیوں نے دنیا کے کونے کونے میں آپ کے پیغام کو پہنچایا اور پہنچا رہے ہیں۔

حضور ﷺ کے سوائے کسی پیغمبر کی زندگی اور تعلیم محفوظ نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیغام اور زندگی کے ایک ایک گوشے کو محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک حفاظت کرتا رہے گا، یہ خصوصیت خاص حضورؐ کے ساتھ ہی ہے۔ غرض حضور ﷺ کی تعلیم اور زندگی کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی نبی کی تعلیم اور زندگی اتنی محفوظ اور باقی نہیں ہے جتنی آپؐ کی باقی ہے، آپؐ کی سیرت اور ارشادات اتنے روشن اور عقل وفہم کو متأثر کرنے والے ہیں کہ انہیں پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے ہی زمانے کے کسی موجودہ شخصیت کے حالات پڑھ رہے ہیں زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کی رہنمائی نہ ملتی ہو، انسانوں کے لیے زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کا مکمل نمونہ آپ کی زندگی سے ملتا ہے، آپ کی ہر تعلیم اور عمل محفوظ ہے، اور قیامت تک محفوظ رہے گا، آج چودہ سو برس سے ہر روز دنیا کے مختلف علاقوں میں ہزاروں مدرسوں میں پڑھائی اور سکھائی جاتی ہے، جس میں رتی برابر کی تبدیلی اور تغیر نہیں کر سکتے، سینکڑوں حفاظ آپ پر نازل کی گئی وحی کو اپنے سینوں میں محفوظ کیئے ہوئے ہر زمانے میں تھے اور ہیں اور ہر زمانے میں آپ کی تعلیمات پر لاکھوں عالم دنیا میں گذرے ہیں، اس اعتبار سے آپؐ زندہ نبی ہیں اور آپؐ کی نبوت جاری ہے اسی لیے یہ کہنا پڑے گا کہ آج اگر کسی نبی اور رسول کی صحیح اور مکمل پیروی کی جاسکتی ہے تو وہ صرف حضور ﷺ کی ذات مبارک ہے، کیونکہ اللہ نے پچھلے تمام انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے صرف حضور ﷺ کی نبوت کو جاری رکھا ہے آپؐ کی تعلیمات میں نہ کوئی فضول بات ہے اور نہ بے کار بات اور نہ کوئی ایسی گنجائش نظر آتی ہے کہ آپ کی تعلیمات میں کچھ اضافہ کیا جائے یا کمی کی جائے، اسی لیے آپؐ کے سوا کسی کی پیروی کی ضرورت ہی نہیں ہے، قیامت تک جتنے انسان آئیں گے ان سب کو آپؐ کی ہی اتباع اور پیروی کرنے میں کامیابی ملے گی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو آپؐ ہی کی اتباع کرتے اور آئندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو وہ بھی آپؐ کی امت کا ایک فرد بن کر آپ ہی کی اتباع کریں گے۔

# حضور ﷺ کی مکمل اطاعت نہ کرنے سے دین کی شکل بگڑتی چلی جارہی ہے

محمد رسول اللہ کا لایا ہوا دین اصلی اور حقیقی حالت میں قرآن وحدیث میں محفوظ ہے اور آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت قرآن وحدیث کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنے کی تلقین کی ہے مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی زندگی کا حال کچھ اور ہی ہے وہ ایمان تو قرآن و حدیث پر رکھتے ہیں بظاہر قرآن وحدیث کو پڑھتے مگر سماج وسوسائٹی سے متاثر ہوکر سماج اور سوسائٹی کی رسم ورواج اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کی زندگی میں وہ اصل دین نظر نہیں آتا جو صحابۂ کرام کی زندگی میں تھا چنانچہ کلمہ پڑھ کر گندے عقائد اور ناقص عقائد، بگڑے ہوئے مشرکانہ عقائد کے ساتھ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر غیر مسلموں کی طرح شرکیہ عقائد و شرکیہ اعمال کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، محمد رسول اللہ سے بے انتہاء محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپ کے طریقوں اور سنتوں کے مقابل بدعتوں کو پسند کرتے ہیں، اسلامی احکام ان کو سخت معلوم ہوتے ہیں، غیروں کے احکام وقانون کو نافذ کرکے زندگی گذارتے ہیں اور خوشی خوشی اسلامی قانون کے خلاف دوسروں کے قانون سے دنیوی فائدے اٹھاتے اور وقتی کامیابی اور مادی فائدوں کی خاطر دوسروں کے قانون کا سہارا لیتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں منافقین تھے ان کو جب اسلامی قانون سے نقصان کا اندیشہ ہوتا تو وہ اپنے مقدمات محمد رسول اللہ کے پاس لے جانے کے بجائے دنیوی فائدوں کی خاطر یہودیوں کی عدالتوں میں لے جاتے تھے، بالکل اسی طرح آج مسلمان کی ایک تعداد طلاق اور جائیداد کے مسائل میں خاص طور پر ڈوری کیس کے ذریعہ جھوٹے مقدمات غیر مسلموں کی عدالت میں ڈال کر اسلام کا مذاق اڑا رہی ہے اور مسلمانوں کو بدنام کررہی ہے وہ صرف اپنے نفس کا غصہ یا کچھ مادی فائدوں کی خاطر یہ کام کرتے ہیں، جائیداد کے مسائل میں بھی جھوٹے مقدمات کے ذریعہ مادی فائدہ حاصل کرنے کے لئے شریعت کے مطابق فیصلہ کرانے کے



بجائے غیروں کی عدالت سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ آج مسلم معاشرے میں جاہلانہ رسم و رواج، باپ دادا کی اندھی تقلید اور بدعات کی دھوم ہے۔

مشرکوں اور کافروں کی طاقت سے ڈرتے ہیں مگر خدا سے نہیں ڈرتے انسانوں کی پکڑ اور سزا کا خیال رہتا ہے مگر خدا کی پکڑ اور سزا کو بھولے ہوئے ہیں، دنیوی قانون کی خلاف ورزی سے تو ڈرتے ہیں مگر خدا کے قانون کی خلاف ورزی سے نہیں ڈرتے اور نہ آخرت میں جواب دینے کا احساس ہے۔

چنانچہ مسلم معاشرے میں زیادہ تر قوالی، جھنڈا، عروس، صندل، باجا تاشا، جھوم جھوم کر گانوں کی شکل میں بس نعتیں پڑھتے رہنا اور نعتوں میں شرکیہ کلام جو بالکل قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف ہوتا ہے، عورتوں کا بن سنور کر ٹی وی پر نعتیہ کلام پیش کرنا، ماتم، علم، گیارہویں، برسی، چہلم، زیارت، محرم، ربیع الاول کو چندے مانگ کر سڑکوں پر جھنڈے لگانا، قوالیاں لگانا، کھانے کھلانا، جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا، مسجدوں میں زور زور سے سلام پڑھنا، المدد یا غوثِ اعظم کے نعرے والے گھروں پر جھنڈے لگانا، المدد یا علی، یا حسن، یا حسین کی تختیاں لگانا ماتم اور محرم کے جلوس نکالنا، مسجدوں میں سلام اور فاتحہ پر دنگا فساد کرنا، محلے کے پورے جھنڈے ایک جگہ لگا کر چھلّہ بنانا، بڑے دھوم سے عرس کرنا، درگاہوں کو روشنی لگانا، درگاہوں پر سجدے کرنا، منتیں مانگنا، درگاہوں کا طواف کرنا، قبروں کو بوسہ دینا وہاں تیل بتی جلانا، پھولوں کی چادریں چڑھانا، بڑی بڑی چادریں اور صندل جلوس کی شکل میں لے جانا، قبر کو صندل اور عطر ڈال کر دھونا، اور اس پانی کو کپڑوں میں سوکھا کر گھروں میں رکھنا یا پی لینا، قبروں پر بکرے قربان کرنا، بال کی قربانی دینا یا پیر صوفی کے اطراف عورتوں کا جم غفیر ہونا، ان کے پیر ہاتھ چومنا، ان کے سامنے بے پردہ رہنا وغیرہ وغیرہ یہ سب غیر اسلامی کام جو حضور ﷺ سے نسبت نہیں رکھتے اختیار کرلیئے گئے ہیں۔

اسلام نے منافقوں، اہلِ کتاب اور مشرکوں کے لئے جن چیزوں کو شرک بتلایا ہے، اگر مسلمان بھی توحید کا، رسالت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ایسی بیماریوں میں مبتلا رہیں گے تو مسلمان ہونے کے باوجود خالص ایمان والے نہیں کہلائیں گے، اسلام خالص ایمان لانے

کی دعوت دیتا ہے نقص اور عیب والا ایمان ہو تو اس کو ایمان نہیں مانتا، جو چیزیں شرک ہیں وہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے شرک ہی رہیں گی، توحید نہیں کہلائینگی، گندگی اگر لکڑی کاغذ اور ٹھیکری پر ہو یا کپڑوں اور زیور پر ہو نجاست ہی کہلائے گی، دودھ کی بوتل میں غلاظت ہو تو جگہ بدل جانے سے نجاست پاک نہیں کہلاتی، غیر مسلموں کے شرک کی تمام قسمیں مسلمانوں میں بھی آ چکی ہیں، شکلیں بدلنے اور جگہ بدلنے سے وہ توحید نہیں کہلائے گی، غیر مسلم بت لے کر ناچتے ہیں، مسلمان جھنڈا اور علم لے کر ناچتے ہیں، غیر مسلم بتوں دیوی دیوتاؤں کے واسطے سے دعائیں مانگتے، مسلمان جھنڈا علم اور اس کے واسطے سے دعا مانگتے ہیں، غیر مسلم بتوں کے سامنے جھکتے اور انہیں سجدہ کرتے اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں مسلمان بزرگوں اور ولیوں کی قبروں کے سامنے سجدہ کرتے دعائیں کرتے ہیں، وہ بتوں کے سامنے چڑھاوے چڑھاتے ہیں تو یہ درگاہوں پر بکرے مرغ ذبح کر کے یا بال نکال کر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، وہ بتوں کی جے جے پکارتے ہیں تو یہ بزرگوں کی دہائی پکارتے ہیں وہ مشرکانہ اعمال اختیار کر کے اپنے علماء کو رب بنا بیٹھے تو یہ نبی کی سنتوں کو چھوڑ کر اپنے علماء کی بدعات پر عمل کر کے ان کو رب بنا بیٹھے ہیں، وہ بتوں کو سفارش کرنے والا مانتے ہیں تو یہ بزرگوں اور ولیوں کو سفارش کرنے والا مانتے ہیں، خوب اچھی طرح یاد رکھئے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں بے پردہ پھرنا، ناچنا، گانا، نماز کی پابندی نہ کرنا، وعدہ کی پابندی نہ کرنا، حرام مال کھانا، پڑوسیوں کو ستانا، فضول خرچی کرنا، نیم برہنہ بے حیا بے شرم رہنا، شراب پینا، زنا کرنا، سود کھانا، رشوت کھانا، حقوق ادا نہ کرنا یہ ایسے گناہ ہیں جن کے کرنے سے انسان مسلمان تو باقی رہتا ہے مگر فاسق و فاجر کہلاتا ہے، جن کو اللہ سزا کے ذریعہ یا بغیر سزا کے بھی معاف کر سکتا ہے، مگر مخلوق کے سامنے سجدہ کرنا رکوع کرنا، مخلوق سے دعائیں مانگنا، منتیں مرادیں مانگنا، کعبۃ اللہ کے علاوہ دوسری جگہ کا طواف کرنا، مخلوق کی بڑائی پکارنا، چڑھاوے چڑھانا، مخلوق کو رزق دینے والا، اولاد دینے والا، نوکری دینے والا صحت دینے والا ماننا، یہ وہ اعمال ہیں جن کو شرکیہ اعمال کہا جاتا ہے، ان کے ارتکاب سے انسان مسلمان باقی نہیں رہتا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور ایسے انسانوں کی آخرت میں نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔



# تزکیہ نفس سوائے حضور ﷺ کی تعلیمات کے کہیں نہیں ہوسکتا

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں عطا فرمائی ہیں ایک جسم اور دوسری روح ان دونوں میں جو طاقتور، تندرست اور قوی ہوتا ہے وہ دوسرے پر حاوی رہتا ہے، جسم کی نگہداشت کا انتظام غذاؤں کے ذریعہ کیا گیا، جس کی وجہ سے وہ نفسانی خواہشات اور عیش و آرام طلبی کا عادی ہوتا رہتا ہے، روح کی پرورش کا انتظام آسمان سے اترنے والی وحی کے ذریعہ کیا گیا ہے اگر روح کو وحی الٰہی سے غذا نہ ملے تو وہ کمزور، بیمار اور ناتواں ہو جاتی ہے اور اس پر جسم غالب رہتا ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک ہے گاڑی اور دوسرا ہے ڈرائیور، گاڑی ہمیشہ اگر ڈرائیور کے کنٹرول میں رہے تو ٹھیک ٹھیک اپنی منزل کی طرف چلتی ہے اور اگر ڈرائیور کے کنٹرول سے نکل جائے تو ایکسیڈینٹ کا شکار ہو جاتی ہے، اسی طرح انسانی جسم ایک گاڑی ہے اور اس کی روح ڈرائیور ہے، اب اگر روح کمزور ہو، بیمار ہو تو جسم روح پر حاوی رہتا ہے اور روح کی چلنے نہیں دیتا جو انسان پیغمبر کی تعلیمات سے دور ہوتے ہیں اور روح کو تندرست و توانا نہیں بناتے وہ جسم ہی کے کنٹرول میں غلط زندگی گذارتے ہیں چنانچہ انسانوں کی کثیر آبادی جسم کے ماتحت ہو کر زندگی گذار رہی ہے، اس لئے روح کی تندرستی اور پاکی اور اس کو توانا بنانے کے لئے تزکیہ نفس کرتے رہنا ضروری ہوگا اور روح کو روحانی غذا کھلانا ہوگا، روح کا تزکیہ صرف پیغمبر ہی کی تعلیمات اور پیغمبر ہی کے طریقوں پر عمل کرنے سے ہوسکتا ہے، تزکیہ نفس کا انتظام سوائے پیغمبر کی تعلیمات یعنی آسمانی وحی کے کہیں پر نہیں ہوتا، وحی الٰہی سے انسان خیالات، فکر اور عقیدے کو درست کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر اور عبدیت و بندگی کے ذریعہ روح کو پاک صاف رکھ سکتا ہے، اس سے روح طاقتور اور تندرست رہتی ہے، جو انسان شرک، کفر، زنا، شراب، سود، ناچ گانا گالی گلوج میں مبتلا ہوتا ہے اور حرام مال کھاتا ہے اس کی روح مردہ اور جسم توانا و تندرست ہو جاتا ہے، جب تک روح طاقتور اور تندرست نہ ہو انسان اپنے جسم اور نفس پر قابو حاصل نہیں کر سکتا اور

جب تک جسم روح کے کنٹرول میں نہ رہے اس وقت تک انسان اعمال حسنہ اختیار نہیں کرسکتا، چنانچہ پیغمبر ہی کی تعلیمات اور طریقوں سے انسان شرک کفر، زنا، سود، حرام مال، ناچ، گانوں، شراب، قتل، چوری، دھوکہ بازی، جھوٹ، غیبت، بے ایمانی سے دور رہ کر نفس کا تزکیہ کرتا اور اعمال کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ کی یاد کے ذریعہ روح کو غذا پہونچاتا ہے۔

دنیا کی دوسری قوموں نے پیغمبر کی تعلیمات سے دور ہونے یا انکار کرنے کی وجہ سے تزکیہ کے خود ساختہ طریقے ایجاد کر لیے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے آراستہ نہیں کر پاتیں، جب انسان کے سامنے نمونہ اور ماڈل نہ ہو تو وہ گمراہ انسانوں کے بہکاوے میں آ کر سکون حاصل کرنے کے لیے جسم و جان کو تکالیف میں مبتلا کر لیتا ہے، چنانچہ آج دنیا میں شادی نہ کرنا، رہبانیت اختیار کرنا، گندے اور ناپاک رہنا، ننگے پھرنا اور برہنہ رہنا، گوشت نہ کھانا، سیناس لینا، نن سٹر برادر بننا، یعنی نفسانی خواہشات کو کچل کر نفس کشی کرنے کو تزکیۂ نفس سمجھتے ہیں، یا پھر نفس کو بالکل آزاد اور آوارہ بنا کر اس کو خوب موٹا کر دیتے ہیں، پیغمبر کی تعلیمات میں نہ نفس کو بالکل کچلا جاتا ہے اور نہ آوارہ بنا دیا جاتا ہے بلکہ نفس کو اعتدال میں رکھ کر اس کی جائز خواہشات کو پورا کرنے کی اسلام تعلیم دیتا ہے، پیغمبر کو نمونہ تقلید بنا کر بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صرف زبان سے وحی کی تشریح ہی نہ کرے بلکہ اپنے عمل سے لوگوں کو عملی نمونہ بتلائے اور تزکیۂ نفس کا طریقہ سکھائے وحی کے ساتھ وحی کی چلتی پھرتی عملی مثال کے لئے نبی کو رکھا گیا، آج مسلمان بھی نبی کی تعلیمات سے منہ موڑنے کی وجہ سے کسی نہ کسی پہلو سے شرک کی سرحدوں کو چھو رہے ہیں اور اعمال کے اعتبار سے دو رسالت کے منافقوں کی یا مشرکوں کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔



# محمد رسول اللہ قیامت تک کے لئے ماڈل اور نمونہ تقلید ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: ''تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے''۔

انسان کی یہ عادت اور فطرت ہے کہ وہ ہر چیز کو صرف کتاب پڑھ کر نہیں بلکہ مثال ماڈل اور نمونے سے جلد اور اچھی طرح سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے علوم میں تھیوری کے ساتھ ساتھ اس کا پریکٹیکل بھی تعلیم و تربیت کا حصہ رکھا ہے، اس لئے کہ ہر انسان کی عقل و فہم ایک جیسی نہیں ہوتی، ہر علم کا عملی نمونہ اور ماڈل پیش کرنے سے ہر عام و خاص دونوں کو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے، اس کی آسان مثال یہ ہے کہ ایک انسان کو جسمانی ڈاکٹر صرف کتاب پڑھا کر نہیں بنایا جاتا بلکہ مردہ لاشوں کو چیر پھاڑ کرا کر اور دواخانوں میں مریضوں کا علاج کراتے ہوئے علم سکھایا جاتا ہے، دنیا کی تمام لیبارٹریز میں علم حاصل کرنے والوں کو پریکٹیکل کروایا جاتا ہے اور ہر چیز کو ماڈل نمونوں اور مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کی عملی اور پریکٹیکل مثال یعنی ماڈل اور نمونہ پیغمبر کو رکھا، پیغمبر کی زندگی میں وحی الٰہی کی عملی مثال دیکھ کر دوسرے انسان آسانی سے وحی کا علم سیکھتے اور اُسی طرح عمل کرتے ہیں، اس لئے محمد رسول اللہ گویا چلتا پھرتا قرآن مجید کی مثال ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے مطابق عمل کروا کر لوگوں کے سامنے ماڈل، نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت سے پیش کیا، اور تعلیم دی کہ انسانوں کے لئے محمد ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ تقلید ہے دنیا کی زندگی میں انسان نے بہت سارے کام جانوروں کو دیکھ کر اپنے علم کو آگے بڑھایا اس نے چڑیا کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر ہوائی جہاز بنایا اور مچھلی کو پانی میں تیرتا دیکھ کر تیرنا اور جہاز چلانا سیکھا، جس طرح وہ دنیا کی زندگی گذارنے میں مختلف چیزوں سے نقل کر کے اپنے لیے سامان تیار کرتا ہے، اُسی طرح روحانی اور اخلاقی زندگی میں وہ ماڈل اور نمونہ تقلید کا محتاج ہے تا کہ وہ اس ماڈل اور نمونہ تقلید کو سامنے رکھ کر اپنے مالک کی عبدیت

وبندگی کرے اور آسمانی علم کو آسانی سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکے۔

انسانوں کی یہ بھی عادت ہے کہ جب ان کے سامنے ماڈل، مثال اور نمونہ تقلید نہیں ہوتا تو وہ کسی کی بھی نقل میں زندگی گذارتے ہیں، جنگلی، جاہل، بیوقوف، ان پڑھ نادان لوگوں کے ساتھ رہیں تو ویسے ہی اعمال واخلاق اختیار کر لیتے ہیں، جنگلوں میں رہیں گے تو جنگلی اور جانوروں جیسی عادات کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جن جن قوموں میں پیغمبر کا تصور نہیں یا جو قومیں اپنے پیغمبروں کی زندگیوں کو سرے سے مٹا چکی ہیں وہ نفسانی خواہشات کی، یا جانوروں کی یا شیطانوں کی، یا باپ دادا کی، یا گمراہ انسانوں کی یا فلم ایکٹروں کی یا فیشن زدہ لوگوں کی یا سیاسی لیڈروں یا گمراہ مرشدوں، پنڈتوں، پیشواؤں کی نقل اور تقلید میں زندگی گذارتی ہیں، ان کو اپنا ماڈل اور نمونہ سمجھتی ہیں، ان کی زندگی میں خدا کی اطاعت وعبادت کے طور طریقے الگ الگ رنگ اور عجیب عجیب حرکتوں والے ہوتے ہیں، مغربی دنیا میں آج لوگ پیغمبر کو مانتے تو ہیں لیکن ان کی زندگی کو گم کرنے سے حیوانوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں اور شیطانی اخلاق کو زندگی سمجھے ہوئے ہیں جو مسلمان حقیقی طور پر پیغمبر کو نمونہ تقلید مانتے اور انہی کو اپنے لئے ماڈل اور نمونہ سمجھتے ہیں، ان کی خلوت اور جلوت کی زندگی محمد رسول اللہ کی نقل اور اتباع میں چلتی ہے اور پورے عالم میں ایسے انسانوں کی زندگی کے اعمال ایک جیسے ہوتے ہیں، جیسے کسی فوج میں ڈسپلین اور یکسانیت ہوتی ہے، مسلمان محمد رسول اللہ کو نمونہ تقلید سمجھنے کی وجہ سے چودہ سو برس سے پورے عالم میں دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں کا عقیدہ ایک، عبادت کا طریقہ ایک، تہذیب تمدن اور کلچر ایک ہی ایک ہے، چنانچہ ساری دنیا کے مسلمان ہر جگہ نماز ایک ہی طرح ادا کرتے، روزہ ایک ہی طرح رکھتے، حج ایک ہی طرح کرتے، سلام ایک ہی طرح کرتے، وضو، غسل، طہارت ایک ہی طرح کرتے ہیں، نکاح اور طلاق کا طریقہ ایک، پردہ کا طریقہ ایک، جائیداد کی تقسیم مہر اور نان نفقہ کا اصول ایک، اذان کا طریقہ ایک یہاں تک کہ دفن کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے، اس کے برعکس جو قومیں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتی ہیں ان کی زندگیوں کے اعمال میں کوئی یکسانیت ہی نہیں ان کی زندگیوں میں پیغمبروں کی زندگی کا رنگ نظر ہی نہیں آتا، اور



نہ خدا پرستی کا رنگ نظر آتا ہے، مشرک قوموں میں تو ایک ہی ملک، ایک ہی برادری اور ایک ہی علاقہ میں الگ الگ کلچر، تہذیب، تمدن اور حرکات واعمال نظر آتے ہیں اس لئے کہ انکے سامنے کوئی نمونہ تقلید ہی نہیں، اگر امتِ مسلمہ کے پاس بھی پیغمبر نمونہ تقلید اور مثال نہ ہوتے اور حضورؐ کی زندگی محفوظ نہ ہوتی تو پوری دنیا میں وحی الٰہی پر مختلف طریقوں سے عمل کیا جاتا کہیں نمازیں الگ الگ اوقات میں اختلاف کے ساتھ پڑھی جاتیں روزے الگ الگ مہینوں میں اختلاف کے ساتھ رکھے جاتے، کسی کے پاس دس گھنٹے کسی کے پاس آدھے دن اور کسی کے پاس پورے دن اور کسی کے پاس دن رات کا روزہ ہو جاتا، حج کوئی کسی مہینے میں کر لیتا کوئی کسی مہینے میں کرتا کوئی نماز میں رکوع نہ کرتا یا کوئی رکوع اور سجدہ کرتا اور کوئی سجدہ ہی نہ کرتا، کوئی وضو ایک طرح کا کرتا اور کوئی دوسری طرح سے وضو کرتا، کوئی اذان ایک طرح سے دیتا اور کوئی دوسری طرح سے دیتا مگر چونکہ پیغمبر نمونہ تقلید ہیں اس لئے پوری دنیا میں مسلمانوں کے عبدیت و بندگی کے طریقے آج چودہ سو سال سے ایک اور یکساں ہیں، مسلمانوں میں وہ لوگ جو پیغمبر کو برائے نام مانتے ہیں وہ یہود ونصاریٰ اور فلم ایکٹروں کی نقل یا گمراہ پیر اور مرشدوں کی نقل میں جاہلانہ طور طریقے اختیار کر کے زندگی گذارتے ہیں اور ان کو نبی کی ظاہری اطاعت کی تھوڑی شکلیں ہی نظر آتی ہیں، انہوں نے چند ظاہری شکل وصورت کو لے لیا ہے اور حقیقی اُسوہ کو چھوڑ دیا ہے، چنانچہ کسی کو یہ بات نظر آئی کہ ہمارے آقا سات گز لمبا کپڑے کا عمامہ باندھتے تھے، کسی نے سفید، کسی نے ہرے اور کسی نے کالے رنگ کا اعمامہ باندھا، کسی نے تہبند باندھنے کی تحقیق کی اور کسی نے داڑھی رکھنے اور مونچھ منڈانے اور ٹخنے سے اوپر پاجامہ پہنے اور کسی نے کھانا کھانے سے پہلے میٹھا چکھنے کی سنت پر سختی سے عمل کیا، کسی کو انگوٹھی ہاتھ میں پہننے کی سنت نظر آئی کسی نے خادم رکھنے کا طریقہ اختیار کیا، کسی نے لکڑی ہاتھ میں پکڑنے کی سنت اختیار کی، کسی نے پیوند لگے کپڑے پہنے، کسی نے زلف رکھنے کا طریقہ اختیار کیا، غرض ظاہر میں عاشق رسول بنانے کی جتنی چیزیں نظر آئیں انہیں اختیار کیا اور انہی پر زور دیتے رہے اور اُسی کو دین کا معیار بنالیا گیا، اگر ہم اسلام کی تعلیمات میں غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حضورﷺ نے امت کو پیوند لگایا ہوا کپڑا یا تہبند باندھنے یا خاص رنگ کا

عمامہ پہنے یا انگوٹھی پہننے کی ترغیب نہیں دی یا میٹھا کھانے پر زور دیا، اور بہت سے مسلمان تو ایسے ہیں کہ انہوں نے حضورؐ کے اسوہ کے خلاف محبت اور غلو میں عرس، زیارت، چہلم، صندل، برسی، قوالی، جلوس، جلسے، ہنگامے، ماتم، جھنڈا، علم، جیسی چیزوں کی ایجاد کر دی، آج اکثر مسلمانوں کو حضورؐ کے اندر کی تڑپ اور آپ کا حقیقی اسوہ نظر نہیں آتا، اور نہ اس پر نظر ہے، جس چیز کو دین کی اصل اور روح بتلایا گیا اس کی فکر نہیں ہم کاغذ اور کتاب اور اخبارات اور تقاریر میں تو اعلان کرتے ہیں کہ حضورؐ کی زندگی ہی ہمارے لیے مثال اور نمونہ ہے، مگر عملی زندگی میں حضورؐ کے اسوہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں، لوگ داڑھی رکھ کر جھوٹ بولتے، حرام کھاتے، گھوڑے جوڑے کی رقمیں لیتے اور نماز نہیں پڑھتے، عمامہ باندھ کر وعدہ خلافی کرتے، فحش اور گالیاں بکتے، دھوکا دیتے ہیں، زلفیں رکھ کر عمامہ باندھ کر دینداری کا ڈھونگ رچاتے، عورتوں میں بیٹھے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو حضورؐ کا وہ اسوہ نظر نہیں آتا کہ آپ انسانوں کی گمراہی پر تڑپتے فکرمند رہتے تھے، ان کی ہدایت کے لیے روتے اور دعائیں کرتے تھے، کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے، امانت داری اختیار کرتے، پڑوسیوں کی بڑی فکر کرتے، عورتوں، غلاموں اور نوکروں سے نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے، پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دیتے تھے، رسول کے اسوہ میں نکاح تو نظر آتا ہے مگر جاہلانہ رسم و رواج اور فضول خرچی نظر نہیں آتی رسول کے اسوہ میں حلال راستے سے رزق کمانے کے لئے تجارت نظر آتی ہے مگر تجارت میں دھوکا اور جھوٹ گانے بجانے، سیلس گرلس کی خرابی نظر نہیں آتی بچوں کو تعلیم دینے میں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، لباس پہننے میں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، لوگوں کے گھر اور دوکانیں کرایے سے لے کر خالی کرنے میں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، وعدوں کی پابندی میں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، مسجدوں میں شور شرابا لڑائی جھگڑے میں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، دوسری قوموں کی طرح ہم بھی گروہوں اور فرقوں میں بٹ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو مسلمانیت سے خارج کر رہے ہیں، یہاں ہمیں حضورؐ کا اسوہ نظر نہیں آتا، بس صرف زبان سے باآواز بلند اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے لیے حضورؐ کی زندگی میں بہترین اسوہ موجود ہے ہمیں کسی کی ضرورت نہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں      یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



# ایمان کیلئے پیغمبروں سے محبت ضروری ہے

## عشق رسول کے بغیر ایمان واطاعت معتبر نہیں

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنی میں مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، ایک اور حدیث میں ہے کہ میں تمہاری جان و مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبتِ رسول ایمان کی روح ہے اس کے بغیر ایمان ناقص ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے نبی اور رسول کو اس لئے نہیں بھیجتا کہ لوگ اُسے صرف زبان سے مان لیں اور اس کے ساتھ اپنی زبانی محبت کا دعویٰ کرتے رہیں، نبی اور رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ لوگ رسول کو مان کر رسول کی اطاعت و اتباع میں زندگی گذاریں پھر اس اتباع و اطاعت میں شرط لازم یہ بھی ہے کہ یہ اتباع و اطاعت زبردستی یا تنگ دلی یا بے دلی کے ساتھ نہ کی جائے بلکہ خوشی خوشی، چاہت، پسند کے ساتھ کی جائے، دل میں شکوہ، شکایت، ناراضگی ذرہ برابر بھی نہ ہو، ظاہر بات ہے کہ اس کے لیے رسول سے محبت کا ہونا بہت ضروری ہے ایک انسان پسندیدگی کے ساتھ، چاہت کے ساتھ، دلی لگاؤ کے ساتھ کسی کی اطاعت و اتباع اُسی وقت کر سکتا ہے جبکہ اس کو دلی محبت اور لگاؤ ہو، جو کسی کو دل و جان سے چاہتا ہو، ایک مسلمان کو اپنے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے انتہا محبت ہونی چاہئے آپ کی ذات سے جتنی محبت ہو اُتنی آپ کی صفات سے بھی محبت ہونی چاہئے، یہ ایمان کی لازمی شرط اور جز ہے اسی محبت کی وجہ سے وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع کر سکتا ہے:

دنیا میں جب کوئی حاکم اور گونر یا وائسرائے مقرر ہوتا ہے تو لوگ محکوم ہو کر اس کی اطاعت، ڈر خوف، زبردستی یا مجبوراً کرتے ہیں یا ضابطہ کی خانہ پوری کے لیے کرتے یا مخالفت رکھتے ہوئے بھی کرتے ہیں، مگر اسلام انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ پیغمبر کی اطاعت محبت اور خوشی کے ساتھ دل کے لگاؤ اور چاہت کے ساتھ کی جائے تب ہی وہ اطاعت اطاعت کہلائے گی، زبردستی بے دلی، ناراضگی اور مجبوراً نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ کے پاس ایسی اطاعت اطاعت نہیں کہلاتی۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس انسان میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ یاب ہوگا، اللہ اور اس کے رسول اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں، جس سے محبت کرے صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے، کفر کی طرف پلٹنے کو اُسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں میرے ماں باپ ہیں یا بیوی یہ کہے کہ یہ میرے شوہر ہیں مگر مجھے ان سے محبت نہیں تو پھر یہ ماننا کوئی ماننا نہیں کہلاتا، یہ تو بے جان اور بے روح رشتہ ہوگا، اس ماننے میں کھلے طور پر مجبوری لاچاری، زبردستی معلوم ہوگی اور کوئی شوق، جذبہ اور جوش اور دل کی لگاؤ کی اطاعت نہ ہوگی۔

اسلام اس قسم کی مجبوری اور زبردستی کی اطاعت نہیں چاہتا، جس طرح دنیا کی زندگی میں میاں بیوی کے درمیان محبت کے بغیر ازدواجی زندگی بیکار ہے اور اولاد اور ماں باپ کے درمیان محبت کے بغیر پرورش، اطاعت وخدمت گذاری بیکار اور بدمزہ اور بے روح ہے، اُسی طرح پیغمبر اور اس کے ماننے والوں کے درمیان محبت کے بغیر اطاعت بیکار، بدمزہ اور بے روح ہے۔

ظاہر بات ہے کہ کسی کی بھی اطاعت واتباع محبت کے بغیر صحیح معنی میں اطاعت نہیں، اس لئے اسلام پیغمبر پر ایمان لانے والوں کو پیغمبر کے ساتھ دل وجان، اہل وعیال سے بڑھ کر والہانہ محبت رکھنے کی تاکید کرتا ہے تاکہ انسان پیغمبر کی اطاعت واتباع زبردستی، کڑھن اور مجبوری، بے دلی کے ساتھ نہ کرے بلکہ پورے شوق اور دلی لگاؤ کے ساتھ کرے، اگر محبت



رکھے بغیر زبردستی اور بے دلی اور کڑھن کے ساتھ اطاعت کی جائے تو یہ منافقت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے پاس وہ ایمان یا وہ اطاعت معتبر نہیں جو رسول کی محبت سے خالی ہو۔

دنیا کی زندگی میں حکومت کے نمائندہ اور عوام کے درمیان زور زبردستی کی فرمانبرداری تو چل سکتی ہے اور عوام زبردستی اور مجبوری کے ساتھ حکومت کے نمائندہ کو مان سکتے ہیں مگر خدا اور بندوں کے درمیان اس کے نمائندہ کی اطاعت زور زبردستی کی نہیں ہوتی بلکہ یہ اطاعت، محبت، الفت، ادب واحترام، شوق، چاہت اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ ہوتی ہے، ایسی محبت کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی میں بڑے بڑے مجاہدے کرتا اور بڑی بڑی قربانیاں دیتا اور مصیبت اور ظلم و زیادتی کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے صبر وشکر کا راستہ اختیار کرتا ہے، اور دنیا کی ہر تکلیف کو سہتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جبری اور زبردستی کی اطاعت کے بجائے دلی، خواہش، پسند اور چاہت والی اطاعت چاہتا ہے اور اسی وجہ سے اس نے اپنے بندوں کو دنیا کی زندگی میں پوری آزادی واختیار دے رکھا ہے اور اسی لیے ایمان کے لیے پیغمبر سے محبت کرنے کو لازمی رکھا ہے تاکہ اطاعت میں شوق ہو آسانی پیدا ہو جائے، اس کے برعکس وہ اطاعت جو زبردستی، بے دلی اور مجبوری کے تحت ہو اسلام اس اطاعت کو اطاعت نہیں مانتا اور نہ انسان کی اس غلامی کو عبدیت و بندگی کا درجہ دیتا ہے۔

## پیغمبر سے محبت کروانے کی اصلی وجہ کیا ہے اس کو سمجھئے

اللہ تعالیٰ دنیا کو دارالاسباب بنایا اور انسانوں کو اسباب کے درمیان رکھ کر اس کی تقریباً ضرورتیں اسباب سے پوری فرماتا ہے، ایسی صورت میں انسان کو دنیا کی بہت ساری چیزوں سے محبت ہو جاتی ہے مثلاً ماں باپ سے، اولاد سے، بیوی بچوں سے، مال و دولت سے، وطن سے خاندان سے قبیلے سے، مدد کرنے والے انسانوں سے، ضرورت پوری کرنے والی چیزوں سے نفس سے۔ اب ایسی صورت میں انسان پر ان چیزوں کی محبت کا جنون اور

غلبہ بھی پیدا ہوسکتا ہے اور انسان کی فطرت یہ ہے کہ اس کے پاس جس چیز کی محبت زیادہ ہوگی وہ تمام محبتوں پر اُسی چیز کی محبت کو غلبہ دے گا، اور اُسی کی اطاعت و غلامی کرے گا۔ اُسی کی خاطر اپنی پوری توانائی لگا دے گا، اُسی کے لیے جیئے گا، اُسی کے لئے مرے گا، ایسی صورت میں انسان کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے میں دنیا کی چیزوں کی محبت روکاوٹ بن سکتی ہے یا دنیا کی چیزوں کی محبت نافرمانی کرواسکتی ہے، لہٰذا اگر اُسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت زیادہ ہوگی تو وہ تمام چیزوں پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو غلبہ دے کر اللہ کی اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری آسانی سے کر سکے گا۔

مثلاً پیغمبر اور ماں باپ کے درمیان اگر ماں باپ اس کو گناہ کا حکم دیں اور اللہ کے احکام کے خلاف چلا کر برائی کرانا چاہیں، مثلاً شادی میں گھوڑے جوڑے کی رقم لین دین ناچ، گانا، بجانا، جاہلانہ رسم ورواج کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں اگر انسان کے پاس سب سے زیادہ پیغمبر کی محبت ہوگی تو وہ ماں باپ کے حکم کے خلاف پیغمبر کی محبت کو ماں باپ کی محبت پر غلبہ دے گا اور پیغمبر کی اطاعت کرے گا، اور ماں باپ کی بات نہیں مانے گا، چنانچہ اسی غلبے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت آسانی سے کر سکے گا،

اسی طرح پیغمبر اور بیوی کی محبت کے درمیان اگر بیوی بے پردہ اور نیم برہنہ رہنا چاہتی ہے تو اگر بیوی کی محبت پیغمبر کی محبت سے زیادہ ہے تو وہ پیغمبر کی محبت پر بیوی کی محبت کو غلبہ دے گا اور پیغمبر کے بجائے بیوی کی اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، ایسی صورت میں بیوی کی محبت زیادہ ہونے کی وجہ سے اسلام پر چلنا اس کے لئے مشکل رہے گا۔

اسی طرح پیغمبر اور مال کی محبت کے درمیان مال سے زیادہ محبت ہو تو وہ پیغمبر کی محبت پر مال کی محبت کو غلبہ دے گا اور حرام ناجائز طریقوں سے مال حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا مال کو حاصل کرنے کے لئے ہر بُرے کام کرے گا، یہاں مال کے مقابلے پیغمبر کی محبت دب جائے گی غرض یہ کہ دنیوی اعتبار سے محبت کے پیمانے کو جانچنے کا یہ ایک آسان طریقہ ہے، اسی طرح ہم تمام چیزوں کی محبت کو جانچ سکتے ہیں کہ ہمیں کس سے زیادہ محبت ہے۔



اسلام دنیا کی چیزوں سے محبت کرنے سے انسان کو نہیں روکتا، مگر جب چیزوں سے محبت بڑھ جاتی ہے تو اس کو اعتدال میں لاتا ہے اور ہوش کے ساتھ محبت کرنا سکھاتا ہے۔ اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی تمام اچھی چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی محبت کے تحت مخلوقات سے محبت کی جائے قرآن نے ایمان والوں کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے ”وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ“ (البقرۃ: ۱۶۵) اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی گہری اور شدید محبت رکھتے ہیں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص دین سے پھر جائے اللہ تو اس پر قادر ہے کہ وہ اس کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ (المائدہ:۵۴)۔

چنانچہ محمد ﷺ سے بھی اللہ ہی کے واسطے اور اللہ ہی کی خاطر محبت کی جائے اگر کوئی اللہ سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت کرے تو یہ ایمان نہیں، شرک ہے، اللہ کے بعد سب سے زیادہ محبت حضور ﷺ سے ہو، تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ حضورؐ سے محبت ہو، اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ سے بڑھ کر مخلوقات سے محبت کرنا گمراہی ہے یا اللہ کی محبت کے برعکس مخلوقات سے محبت کرنا شرک ہے۔

آج کل انسانوں کی حالت عجیب ہے وہ بیوی اور اولاد کی محبت میں اتنے گرفتار ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک نہ دین کی محبت ہے نہ رسول کی محبت نظر آتی ہے نہ اللہ کی محبت وہ اولاد اور عورت اور دنیوی خواہشات کی خاطر ہر قسم کے دینی احکام کو توڑتے ہیں اور اہل و عیال کی خاطر اللہ کی رسول کی کثرت سے نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ جو مدینہ میں بکریاں چرایا کرتے تھے جن کو اپنی بکریوں سے بہت محبت تھی انکا دل اس بات پر آمادہ نہیں ہوتا کہ وہ کسی دوسرے کو اپنی بکریاں سپرد کریں، ایک مرتبہ اپنے ساتھی سے جو آپ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے روز ایک شخص حضور ﷺ کی محفل میں جائے اور حضورؐ جو تعلیم دیں وہ آکر دوسرے ساتھی کو بتلائے تب تک دوسرا ساتھی اس کی بکریوں کی حفاظت کرے گا روز یہی معمول تھا، ایک دن سوچنے لگے کہ میں بکریوں کی محبت کی وجہ سے حضورؐ کی محفل سے محروم ہو رہا ہوں،

بکریوں کی محبت غلبہ پا رہی ہے حضورؐ کی محبت پر، جس کی وجہ سے میں حضورؐ کی تعلیمات سے محروم ہو رہا ہوں، افسوس میں نے حضورؐ کی محبت پر بکریوں کی محبت کو ترجیح دی، یہ سوچ کر آپ نے فوراً بکریاں دوسروں کے حوالے کر دیں اور حضورؐ کی محبت میں حضورؐ سے علم کا فیض حاصل کرنے چلے گئے، جو بعد میں چل کر بہت بڑے عالم، فاضل، فارغ، اسلامی سپہ سالار فاتح اور ایک کامیاب گورنر بنے، اگر عقبہ بن عامر صرف جنگل میں بکریاں چراتے بیٹھے رہتے اور وہیں بیٹھ کر حضورؐ کی محبت کے گیت گاتے رہتے تو حضورؐ کی صحبت سے فیض یاب نہ ہوتے، اور نہ آپ کی تعلیمات حاصل کر سکتے تھے، جب آپ نے حضورؐ کی صحبت پائی تو ایک چرواہے سے اعلیٰ مقام پر آ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ بدر کے موقع کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کے یہ کہنے پر کہ ابا جنگ بدر میں آپ میرے تلوار کے وار میں تھے مگر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا، تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ اگر تو میرے سامنے آتا اور میرے وار میں ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا، تو شرک میں کچا تھا اور میں توحید میں پکا، میرے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

ہر حکومت اپنے اپنے ملکو میں سخت سے سخت قانون نافذ کرتی ہے کہ لوگ شراب نہ پئیں زنا نہ کریں چوری نہ کریں، مگر لوگ حکومت کی نگاہ سے بچ کر برابر سب برائیاں کرتے رہتے ہیں اور برائیوں کو نہیں چھوڑتے اور نہ اس کی خبر حکومت کو ہوتی ہے، مگر صحابہؓ کرام کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ کے رسول کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی فوراً اطاعت قبول کرتے اور احکام کو پورا کرنے میں رتی برابر تاخیر نہیں کرتے تھے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر آخرت میں جوابدہی اور سزا کا زبردست یقین رکھتے تھے، چنانچہ جیسے ہی شراب کے حرام ہونے کا حکم آیا برسوں سے رکھی شراب مدینے کی گلیوں میں نالوں کی شکل میں بہنے لگی، لوگوں نے شراب کا جام منہ تک لے جا کر آواز کے سنتے ہی پھینک ڈالا اِسی طرح سود کا بھی یہی عالم رہا، جیسے ہی سود حرام ہوا لوگوں نے فوراً سودی کاروبار بند کر دیا، یہ صرف اللہ اور اس کے رسول والی محبت کا اثر تھا حضورﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو لوگوں سے زکوٰۃ اصول کرنے



کے لئے بھیجا تو آپ ایک صحابیؓ کے پاس ان کے تمام اونٹوں کا حساب لگا کر مال میں سے ایک اونٹ کا بچہ زکوٰۃ ادا کرنے کو کہا صحابی نے کہا کہ اونٹ کا بچہ کیا کرو گے نہ وہ دودھ دے سکتا ہے نہ سواری کے قابل ہے اس کے بجائے موٹی تازی اونٹنی لے جایئے، آپ نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ حضورﷺ سے اجازت لیئے بغیر میں یہ نہیں لے سکتا، دونوں ملکر حضورؐ کے پاس گئے حضورؐ نے پوری بات سنی اور کہا کہ تمہارے ذمہ تو بچہ ہی زکوٰۃ میں ادا کرنا ہے، اگر تم زیادہ دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر تم کو اجر دے گا، ہم اسے قبول کرتے ہیں، پھر آپ نے اس صحابی کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ ذرا غور کیجئے صحابہ میں حضورؐ کی محبت و اطاعت کا کیسا جذبہ تھا کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے میں کتنی احتیاط اور شوق و ذوق اور چاہت کا اظہار کیا، اور اللہ کی اطاعت کتنے دلی لگاؤ اور پسند کے ساتھ کی، کیا دنیا کے کسی انسانی قانون کی اس درجہ پابندی کی جاتی ہے۔

اسی محبت رسول کی وجہ سے صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھا ہوا تھا وہ اللہ کے رسول کے ہر حکم کو پورا کرنے کے لئے دوڑ پڑتے تھے جان و مال لُٹا دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے وہ ہماری طرح دعویٰ محمد رسول اللہ کا کر کے یہود و نصاریٰ کا رنگ اختیار نہیں کرتے تھے، سونے کا پانی لوہے اور تانبے پر چڑھتا ہے، مگر لوہے تانبے کا پانی سونے پر نہیں چڑھتا، اسی طرح اسلام کا رنگ ہر چیز پر چڑھ سکتا ہے مگر جہالت شیطانیت شرک و کفر کا رنگ اسلام پر نہیں چڑھ سکتا یہ صرف اس وقت جبکہ سونا اصلی ہو۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ اور تمدن میں یہود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

صحابہ کے پاس حضورؐ کا مرتبہ اور مقام بہت بلند تھا، وہ آپ کی اطاعت و غلامی کو بے عزتی اور گرا ہوا نہیں سمجھتے تھے، آج مسلمانوں کے پاس حقیقی محبت کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے طور طریقے گفتگو کا انداز، رہنے سہنے، کمانے خرچ کرنے کا دوسروں کا انداز ہے جبکہ نبی کا طریقہ تمام دنیا کے طریقوں سے اچھا ہے، اس سے اعلیٰ اور عمدہ طریقہ نہ دنیا میں ہے نہ قیامت تک رہے گا۔

# عشقِ رسول میں غلو کرنے سے خالص ایمان باقی نہیں رہتا

حضور ﷺ کی محبت کا اظہار کرنے کے لئے جاہل لوگ آپ ﷺ کی شان میں تعریف میں ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو قرآن اور سنت میں نہیں، قرآن وسنت سے ہٹ کر آپ کی صفات بیان کرنا گمراہی ہے۔

ہر زمانے میں مختلف قوموں کے حالات گواہ ہیں کہ لوگ اپنے نبی کی محبت میں اندھے اور پاگل بن کر غلو کئے، چنانچہ نبی کا انکار کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ نئے نبی کے آنے کے بعد اپنے نبی کی محبت واحترام اور تعلق کی وجہ سے وہ نئے نبی کو ماننے سے انکار کرتے اور اللہ تعالیٰ کی جان بوجھ کر نافرمانی اور بغاوت کھلے طور پر کرتے تھے، وہ اپنے نبی کی محبت میں اتنے اندھے اور پاگل بن جاتے کہ یا تو پیغمبر کو خدا کے برابر کردیتے یا پھر پیغمبر کو بھی خدا کی طرح ہر جگہ حاضر وناظر یا غیب کا جاننے والا یا پھر ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد خدا سے دعا مانگنے کے بجائے پیغمبر سے راست دعا مانگتے یا پیغمبر کو خدا کی اولاد سمجھتے یا خدا کا اوتار سمجھتے یا فوق البشر بنا کر خدا اور بندے کے درمیان کا پوزیشن دے کر پیغمبر کی شخصیت کو مشکوک کردیتے تھے اور خدا سے بڑھ کر پیغمبر سے محبت کرتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے پچھلی امتوں کے اُن لوگوں پر لعنت فرمائی جو اپنے انبیاء کے گذرنے کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا، دوسری روایت میں ہے کہ پہلے کے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا، موجودہ زمانے کی دو پیغمبروں کو ماننے والے قوموں کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے، یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنادیا اور اپنے نبی حضرت موسیٰ کے غلو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب کا انکار کیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غلو کیا اور ان کو ان کے مقام سے آگے بڑھا کر خدا بنادیا یا خدا کا جز بنادیا اور خدا کا بیٹا بنادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کے غلو میں بہت سے عیسائی حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ موجودہ زمانے میں بھی بیوقوف اور گمراہ انسانوں میں محبت



کی غلط تشریح وبیانی کی وجہ سے اکثر مسلمان رسول کی محبت کا غلط تصور رکھ کر زندگی گذارتے ہیں اور اسی غلو کی وجہ سے اندھے اور پاگل بن جاتے ہیں، چنانچہ پیغمبر کو بشر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور فوق البشر بنا کر بشر سے اونچا پوزیشن دے کر پیغمبر کی شخصیت کو مشکوک کر دیتے ہیں اور رسول کو غیب کا جاننے والا سمجھتے ہیں اور اپنے رسول کے مقابلے دوسرے پیغمبروں کی حقیقت کو گرادیتے ہیں اور خدا سے بڑھ کر رسول سے محبت کرتے اور بار بار خدا کو پکارنے کے بجائے یارسول اللہ کہہ کر پیغمبر کو پکارتے ہیں اور بعض تو راست انہی کو پکار کر دعاء بھی کرتے ہیں جو شرک ہے، ان کی زندگی میں رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کوسوں دور ہوتی ہے وہ سنتوں کے مقابلے بدعتوں اور مشرکانہ طریقوں سے محبت کرتے اور یہود ونصاریٰ کے کلچر کو پسند کرتے ہیں، حضور ﷺ کی محبت کا زبانی دعویٰ کرکے مسلمانوں سے ملتے جلتے چند اعمال کرکے دین کی شکل کو بگاڑ دیا اور اپنے آپ کو سچے عاشق رسول کہتے ہیں اور جو لوگ محمد ﷺ کی حقیقت میں اطاعت واتباع کرتے ان کو مسلمان نہیں مانتے اور ان کو عشق نبوی سے خالی مانتے ہیں یہ دراصل شیطان کا بہکاوا ہے جو ان کو گمراہی کی طرف لے جارہا ہے۔

تمام مخلوقات میں محمد رسول اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہونی ضروری ہے مگر یہ محبت خدا کی محبت کے بعد اور خدا کی محبت سے کم، اور خدا کے احکام وہدایات کے تحت ہونی چاہئے، پیغمبر کی محبت میں جوش کے ساتھ ساتھ ہوش کو بھی قائم رکھنا ہوگا، جس طرح انسان ماں سے محبت کرتا ہے، مگر اس محبت میں ماں کے مقام مرتبے ادب وتعظیم کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے، ماں کی محبت میں غلو، اندھا ہوکر، پاگل پن اختیار کرکے ماں کے ساتھ بیوی جیسی اور بیوی کے ساتھ ماں جیسی محبت نہیں کرتا اور نہ ماں کو بیوی کا اور بیوی کو ماں کا درجہ اور مقام دیتا ہے۔

جب محبت ہوجاتی ہے تو اس کا زبان سے دعویٰ نہیں کیا جاتا بلکہ دل کے جذبات کے ساتھ عمل سے مظاہرہ کیا جاتا ہے مگر مسلمان اس زمانے میں عمل سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مظاہرہ کرکے محبت کا ثبوت دینے کے بجائے زبان سے خوب محبت کا اعلان و اظہار کرتے ہیں اور عمل سے غیروں کی اطاعت واتباع یا شیطان کی پیروی کرتے ہیں، حضور ﷺ کے صحابہ زبان کے ساتھ ساتھ عمل سے بھرپور اپنے پیغمبر کی وفاداری کا اظہار کرتے تھے۔

حضورﷺ نے صحابہ کو اپنے سے محبت کرنے کی تربیت فرمائی آپﷺ نے صحابہ کو یہ تلقین وتاکید فرمائی کہ وہ آپ کی فضیلت دوسرے انبیاء علیہ السلام پر اس انداز میں بیان نہ کریں جس سے دوسرے انبیاء کی تحقیر ہوتی ہو آپ نے خاص طور پر یہ بھی تاکید فرمائی کہ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ اور غلومت کرو جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں مبالغہ اور غلو کیا ہے اس لئے کہ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم لوگ یوں کہا کرو اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہوں۔

آپ نے اپنی وفات سے پہلے بار بار امت کو جو وصیت فرمائی اور تاکید کے ساتھ جس چیز سے منع فرمایا وہ یہ تھی کہ لوگ آپ کی قبر اطہر کو سجدہ گاہ نہ بنائیں اور اہلِ کتاب پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں اور ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا، حضورﷺ نے صحابہ کی محبت پر گہری نظر رکھی کہ کہیں امت محبت کے جوش میں راہ حق واعتدال کی روش سے نہ ہٹ جائے اور غلو کا شکار ہو کر پاگل و بیوقوف نہ بن جائے۔

ایک موقع پر جب صحابہ آپﷺ کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے آپ کے گرتے ہوئے پانی کو جسم پر مل رہے تھے تو حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارے اس عمل کی وجہ کیا ہے؟ تو صحابہ نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو حضورﷺ نے اس وقت صحابہ کا رخ زبانی جمع خرچ اور ظاہری نمود سے ہٹا کر حقیقی کردار سازی اور اطاعت کی طرف موڑ دیا اور تربیت فرمائی اور تعلیم دی کہ (مشکوٰۃ 424/2 شعب الایمان 201/2) جسے یہ پسند خاطر ہو کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرے یا وہ خدا اور اس کے رسول کا محبوب بن جائے تو وہ **(۱) جب بات کرے تو سچ بولے (۲) جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کو ادا کرے (۳) اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے**، غور کیجئے کہ آپ نے کس طرح بہترین طریقے سے جذبات کو صحیح رخ عطا فرمایا اور اعمال کرنے کی تاکید کر کے اصل محبت کا طریقہ سمجھایا، مگر موجودہ زمانے میں اکثر مسلمانوں کے پاس محبت کا اظہار وقتی شور شرابہ، بلند آواز سے سلام کا اہتمام کرنا، پورے بازار اور محلے میں سڑکوں پر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نعتیں، قوالیاں لگانا، چوری کی لائٹ سے



مسجدوں کو روشن کرنا حرام وحلال کی تمیز کئے بغیر راستوں پر چندہ وصول کر کے پکوان کرنا اور کھانے کھلانا، اور رسول کا نام آتے ہی انگلیاں ہونٹوں کو لگا کر آنکھوں سے بوسہ لینا، میلاد کے جلوس اور جلسے منعقد کرنا دکھاوا بن گیا ہے۔

سورہ اعراب آیت 157 سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت کرتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

صحابہ کی محبت میں ادب واحترام اطاعت وفرمانبرداری کا یہ حال تھا کہ عروہ بن مسعود جو صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی طرف سے آئے تھے، انہوں نے اس وقت حضورﷺ کی مجلس کا جو نظارہ دیکھا اس کو مشرکان مکہ کے سامنے جا کر اس طرح بیان کیا ''اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہوا ہوں مگر بخدا میں نے کبھی کسی بھی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی قدر اور عزت کرتے ہوں جتنی محمد کے صحابہ محمد کی عظمت وتعظیم کرتے ہیں، قسم بخدا آپ کے دہن مبارک سے نکال ہوا بلغم اور تھوک کسی کے ہاتھ پر گرتا ہے تو وہ اپنے بدن پر مل لیتا ہے اور وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں پاتا وہ جسم پر مل لیتے ہیں، جب محمد ان کو کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ اس کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں اور جب آپ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ آپ کی انتہائی عظمت کی بنا پر وہ آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں ہیں، یہ ایک دو دن کی بات نہیں بلکہ صحابہ کا ہر روز کا معمول ہی تھا، واقعی یہ محبت اور اطاعت وغلامی کی مثال کہیں نہیں ملتی، حضرت حسن بصریؒ نے صحابہ کے تعلق سے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو دیوانے سمجھتے، ان کی یہ والہانہ محبت اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ تھی، انتقال سے قبل آپﷺ نے قرآن مجید پر عمل کرنے کی خاص طور پر وصیت فرمائی، نمازوں کی پابندی کی بھی خاص تاکید فرمائی۔

بخاری میں حضورﷺ کی رحلت کا واقعہ بیان ہے صحابہ اور خاص طور پر حضرت عمرؓ اپنے آپ سے باہر ہوگئے تھے اور آپ کی رحلت کا یقین نہیں کر رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے

حضرت عمرؓ کی اور صحابہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک جگہ جمع کیا اور خطاب فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی محمد کی عبادت کرتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد وفات پا گئے ہیں اور تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک پڑھا، (ترجمہ) محمد تو بس اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی جو رسول آئے وہ انتقال کر گئے اس لئے اگر وہ (یعنی محمد) مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو شخص الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور جو لوگ (ہر حال میں) اللہ کا شکر ادا کریں گے اللہ انہیں اس کا بدلہ دے گا (آل عمران: ۱۶۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے یہ آیت سنی تو ان کو یہ محسوس ہوا کہ جسے وہ یہ آیت جانتے ہی نہ تھے، پھر لوگ آپس میں تلاوت کر کے ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے، حضرت عمرؓ یہ آیت سن کر حیران ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ان کے پیر زمین سے اٹھتے نہ تھے، انہوں نے حضورؐ کی رحلت کا یقین کیا یہ سب ہدایات اور تشریح اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ محبت رسول کے بھی کچھ حدود اور آداب ہیں صرف زبانی جمع خرچ یا نفسانی خواہش کے تحت محبت کا پکارا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جو محبت اطاعت سے خالی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کے ساتھ ہو وہ محبت نہیں بلکہ محبت کا ڈھونگ ہے۔

## موجودہ زمانے میں حضورؐ سے زبانی محبت کرنے والوں کے اعمال

جو لوگ زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ کے لائے ہوئے دین کی شکل ہی بگاڑ دی ہے اور سماج سوسائٹی یا نفسانی خواہشات بدعات وخرافات کو بھی دین کا حصہ بنا ڈالا ہے، وہ بار بار حضورﷺ کا نام لے کر اپنے آپ کو سچا عاشقِ رسول بتلاتے ہیں، مگر تہذیب تمدن اور طرز زندگی حضورؐ کی پسند کے مطابق اختیار نہیں کرتے یہود ونصاریٰ کے کلچر کے عاشق ہوتے ہیں، چنانچہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرح گڈ مارننگ گڈ ایوننگ کے الفاظ کو سلام



سے بہتر سمجھتے۔ دستر خوان کی جگہ یہود ونصاریٰ کے کھانے کے طریقے پسند کرتے، ڈاڑھی وغیرہ سے ان کو وحشت ہوتی، ان کی عورتیں یہود ونصاریٰ کا لباس پہن کر ماڈرن کلچر پسند کرتی ہیں، ان کو اور ان کی عورتوں کو پردہ پسند نہیں ہوتا، وہ پردے میں رہنے اور سنتوں پر چلنے والوں کو غیر مہذب جنگلی سمجھتے ہیں، شکل وصورت بال وغیرہ ناخن یہود ونصاریٰ کی طرح پسند کرتے ہیں، گھروں کی دیواروں کو چھوٹی چھوٹی رکھتے اور عیسائی اسٹائل پر گھروں کو سجاتے فلم ایکٹروں، مرشدوں، قبروں، درگاؤں کے فوٹو لگاتے اور گھروں پر شرکیہ الفاظ لکھے ہوئے جھنڈے لگا کر عاشقِ رسول ہونے کا اظہار کرتے ہیں، شادی بیاہ میں گانا بجانا، ناچ، فضول خرچی بہت کرتے ہیں، حضورﷺ کی محبت کا زبان سے بار بار دعویٰ کر کے عاشق رسول بتلا کر دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کر کے حضورؐ کے لائے ہوئے دین کو بدعات وخرافات مثلاً قوالی عرس، زیارت درگاہ، چہلم، صندل، درگاہی پرستی، جھنڈا پرستی، علم پرستی، چھلہ پرستی، مجاوری سجادگی اختیار کر کے لوگوں کو اللہ سے توڑ کر مخلوق پرستی میں مبتلا کر ڈالے اور سچے عاشق رسول کو بے دین، حضور کا دشمن، منافق اور حضورؐ سے محبت نہیں رکھنے والا بتلاتے ہیں، ان کی رسول سے محبت کی مثال ایسی ہے جیسے ''دس گز واروں لیکن ایک گز بھی نہ پھاڑوں'' جیسا حال ہوتا ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مقابلہ ہر مہینے کی عیدین ایجاد کر دیں، جلوس، جلسے، شور پکارا، روشنی کر کے، جھنڈیاں لگا کر عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ کی زندگی کے بالکل خلاف ہے، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے اُسی کے رنگ کو اختیار کرتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ محبت ایک سے ہوتی ہے رنگ دوسرے کا اختیار کرتا ہے، یہ تمام طریقے جہالت اور گمراہی کے ہیں اور اس میں اللہ اور اس کے رسول کا رنگ نہیں نظر آتا۔

# حضورؐ کی نبوت کی سچائی کو سمجھنے کا طریقہ

## حضور ﷺ کی نبوت کی سچائی کو سمجھنے کے لئے عرب کے پورے حالات کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

اگر ایک عقلمند اور سمجھدار انسان تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک ہو کر انصاف اور صاف دلی کے ساتھ عرب کے جغرافیائی اور تمدنی حالات اور تاریخی واقعات کا جائزہ لے گا تو حضورؐ کی نبوت کی سچائی کا دل سے اقرار کئے بغیر رہ نہیں سکتا، جس زمانے میں حضور ﷺ کی نبوت ظاہر ہونے والی تھی اس وقت عرب ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں نہ ٹیلی فون تھا نہ وائرلیس سسٹم تھا، نہ فیاکس اور نہ تیز رفتار سواریاں، ریل گاڑی، موٹر کار، اور نہ ہوائی جہاز تھے اور نہ ریڈیو، ٹی وی اور نہ اخبارات نہ پریس تھے نہ کتابیں چھپتی تھیں، نہ یونیورسٹی تھی نہ کالج اور نہ مدرسے اور اسکول تھے اور نہ لائبریریاں تھیں اور نہ معاشرے میں پڑھنے لکھنے کا عمومی رواج اور شوق تھا، تقریباً عرب کے سارے لوگ بے پڑھے لکھے امی تھے، پھر عرب کا تمام علاقہ تقریباً گرم خشک اور ریگستانی تھا، جو نہ زراعت کے قابل تھا اور نہ سیر وتفریح کے قابل، دور دور تک میلوں پانی دستیاب نہیں ہوتا تھا، ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو پہنچنا بہت مشکل تھا راستے ہموار نہ تھے، دشوار کن وادیاں تھیں ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو مہینوں میں اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا، راستوں میں لوٹ مار، ڈکیتی قتل وغیرہ بہت ہوتے تھے، منزل تک پہنچنا بہت مشکل تھا، پوری دنیا میں یہ ریگستانی عرب دنیا سے کٹ کٹا کر الگ تھلگ پڑا ہوا تھا، ریت کے میدانوں اور صحراؤں کی وجہ سے دنیا کے دوسرے علاقوں سے لوگ وہاں آنے جانے کے لیے تیار نہ تھے، اور نہ ان کو اس علاقے سے دلچسپی تھی، جس کی وجہ سے وہاں کوئی صنعت تہذیب وتمدن بھی نشونما نہ پاسکی، وہاں زیادہ تر خشک پہاڑ جس پر کوئی جھاڑ نہیں،



گرم ریت کے ٹیلے جس میں راستے بھٹکنے کا بہت زیادہ خطرہ تھا البتہ کھجور کے درخت تھے، دور دور تک آبادیاں بھی بہت کم نظر آتی تھیں، تقریباً سارا عرب چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قصبوں میں بٹا ہوا تھا، لوگ زیادہ تر خانہ بدوشی کی قبائلی زندگی گذارتے تھے، ان میں زیادہ تر اونٹ اور بکریاں پال کر زندگی گذارنے یا تجارت کرنے کا رواج عام تھا، ان میں تعلیم و تربیت بالکل نہ ہونے کے برابر تھی، بعض علاقوں میں یہود ونصاریٰ بھی ان کے ساتھ موجود تھے مگر وہ سود کا کاروبار کر کے تعویذ گنڈے چلاتے عربوں کو حق کی تعلیم اور تہذیب وتمدن سے واقف نہیں کرواتے تھے، ان کے نزدیک مذہب ایک دوکانداری تھی، عربوں کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے، سوتیلی ماں سے باپ کے انتقال پر شادی کرتے، زنا، چوری لوٹ مار قتل وغارت گری، جوا، شراب ان کی محبوب عادتیں اور مشغلے تھے، ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوجاتے اور برہنہ طواف کرتے عورتیں خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہوکر کرتیں، حلال وحرام کا دور تک بھی کوئی تصور ہی نہیں تھا، وہاں کوئی باقاعدہ حکومت نہیں تھی، ہر قبیلہ اپنی اپنی جگہ آزاد اور خود مختار تھا کوئی قانون اور ضابطہ حیات ہی نہ تھا، پانی حاصل کرنے اونٹ چرانے اور قتل کا بدلہ لینے نسل درنسل جنگ کی جاتی تھی، ذرا ذرا سی بات پر مہینوں جنگ کرتے، ان میں علم وہنر نہ ہونے کے برابر تھا، البتہ اس معاشرے میں شعر و شاعری کا شوق تھا، اور زیادہ تر بے حیائی وبے شرمی کے کلام، باپ دادا کی بہادری اور تعریف کے قصے کہانیاں سنائی جاتیں، قصہ گوئی کا عام رواج تھا، انسانوں کو لوٹ کر غلام بنالیا جاتا، پوری قوم امیین کہلاتی تھی، بت پرستی کوٹ کوٹ کر انسانوں میں بھری ہوئی تھی، کعبۃ اللہ کو اللہ کا گھر مانتے ہوئے اس میں 360 بتوں کو رکھا گیا تھا، ہر قبیلے اور ہر کام کا بت الگ الگ تھا، حج ایک قومی رسم اور میلے کی حیثیت رکھتا تھا ابراہیم علیہ السلام کو مان کر بھی شرک کیا جاتا تھا۔

ان تمام حالات میں مکہ جس کو بطحاء کہا جاتا ہے ایک شریف اور مشہور خاندان کے گھرانے میں وہ ذاتِ مقدس پیدا ہوئی جس پر آخروحی قرآن مجید نازل ہونے والی تھی، جن کو لوگ قیامت تک محمد رسول اللہ کی حیثیت سے جاننے والے تھے، آپ یتیم ویسر تھے، چچا نے آپ کی پرورش کی بچپن میں جو تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا زمانہ ہوتا ہے بکریاں چرا کر زندگی

گذارے اور بالغ ہونے کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اس علاقے میں کوئی ایسا بڑا عالم و فاضل بھی نہ تھا جس کے تعلق سے یہ کہا جائے کہ وہ آپ کو تعلیم وتربیت دیتا تھا یا آپ چوری چھپے اس کے پاس جا کر اس کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے، اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے سامنے بظاہر امی بنا کر رکھا یہاں تک کہ آپ اپنا نام بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، آپ نے کبھی شعر وشاعری کی محفلوں میں حصہ نہیں لیا اور نہ کبھی کسی محفل میں اشعار سنائے، البتہ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی فطرت، طبیعت میں شرافت، اخلاق فاضلہ، فہم وفراست کے غیر معمولی حق اور دیانت وامانت، سچائی، شرم وحیا کے اعلیٰ ترین اوصاف سے نوازا تھا، جس کو لوگوں نے آپ کی ذاتِ مقدس میں بچپن سے دیکھا تھا، یوں سمجھئے کہ آپ بچپن ہی سے اپنے اخلاق وآداب فہم وفراست کے اعتبار سے پورے معاشرے میں ممتاز اور علیحدہ جانے جاتے تھے، جیسے کیچڑ اور کچرے میں ہیرا ہوتا ہے، جس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ آپ کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ برہنہ ہونے کے صرف ارادے ہی سے بے ہوش ہو گئے تھے، بڑے بڑے متکبر اور مغرور سردار دولت مند آپکی تعظیم کرتے تھے اور تمام مکہ میں الصادق والامین کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور آپ کو کریم ابن کریم کہتے تھے، آپ نے مکہ سے باہر کسی دوسرے ملک کا سفر بھی تجارتی غرض کی خاطر مختصر عرصے کے لیے بہت کم کیا، یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کسی دوسرے ملک میں جا کر علم حاصل کئے ہوں تمام مکہ والوں کو یہ معلوم تھا کہ آپ امی ہیں، ۴۰ سال تک مکہ میں کبھی کسی کتاب اور قلم کو تک ہاتھ نہیں لگایا، نہ کسی مدرسہ میں گئے اور نہ کسی کے پاس صحبت میں وقت گذارا اور نہ کسی مجلس میں کسی قومی اجتماع میں کوئی نظم اور قصیدہ پڑھا اور نہ خطاب کیا اور نہ قصہ گوئی کی، پھر ٹھیک چالس سال کے فوراً بعد آپ کی زبان مبارک سے وہ کلام آنے لگا جس کا نام خدا کی آخری وحی قرآن مجید ہے، جس کی فصاحت وبلاغت کا یہ عالم ہے کہ سارا عرب اور عجم آج تک اس جیسا کلام پیش کرنے سے مجبور ہے اور قیامت تک کے لوگوں کے لیے یہ کلام چیلنج رکھتا ہے کہ اس جیسا کلام کوئی لا کر بتلائے ۔اور یہ کلام ایک ایسی عمر میں نازل ہوا جبکہ آپ کی عمر ۴۰ سال تھی اس عمر میں تقریباً علم کے سیکھنے سکھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے، جب آپ نے



یہ کلام پیش کیا تو قوم دشمن ہوگئی، قتل کرنا چاہی، وطن چھوڑنا پڑا، اچھی خاصی خوشحال زندگی مصیبتوں کا شکار ہوگئی، دولت پوری لٹ گئی، لوگوں کی مار کھانی پڑی، خود ان کو دنیا میں کچھ نہیں ملا، یہاں تک کہ ان کو کوئی نرینہ اولاد بھی نہیں تھی جو یہ کہا جائے کہ آپ نے اپنے خاندان اور اولاد کے لیے یہ مصیبتیں برداشت کیں آپ کی بے لوث خدمت کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لئے لوگوں کا صدقہ اور زکوٰۃ تک کو حرام قرار دیا تھا اور ایک مختصر ۲۳ سال کے عرصے میں عرب کے پورے علاقے میں اتنا زبردست انقلاب برپا کیا کہ رہتی دنیا تک لوگ اس انقلاب کو مثالی اور نمونۂ تقلید سمجھیں گے اور اس جیسا انقلاب اب قیامت تک کوئی نہیں لا سکتا، اتنا زبردست روحانی واخلاقی انقلاب ایک بے پڑھا لکھا، امی انسان برپا نہیں کر سکتا، صرف وہی کر سکتا ہے جو خدا کا رسول ہو جس کے ساتھ خدا کی مدد ہو، اگر انسان ان تمام باتوں پر غور کرے تو اس کو محمد رسول اللہ کی نبوت کی سچائی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے اس کو مزید آسانی سے سمجھنا ہو تو ان باتوں پر بھی تفصیل سے غور کیجئے جس سے آپ کی نبوت کی سچائی کھلے طور پر سمجھ میں آجائے گی۔

## حضرت محمد ﷺ کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ علم آپ ؐ ہی کو دیا گیا

آپ کی پیغمبری اور رسالت کی سچائی کی یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ پوری دنیا کے انسان عام طور پر برسوں مدرسوں، کالجوں، استادوں، اور کتابوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور کسی ایک شعبے کے ماہر بنتے ہیں مثلاً کوئی طب میں کوئی تجارت میں، کوئی معاشیات میں کوئی سیاسیات میں اور کوئی سائنس وٹکنالوجی کے مختلف الگ الگ شعبوں میں اور کوئی فلکیات میں اور ہر شخص اپنے اپنے شعبے کا ماہر ہوتا ہے دوسرے شعبوں میں کچھ بھی علم اور دسترس نہیں رکھتا، مگر محمد رسول اللہ اپنی ذاتی محنتوں، مشقتوں کے بغیر انسانی زندگی کے روحانی

اوراخلاقی شعبوں کاعلم بغیر کسی استاد بغیر کسی کالج بغیر کسی مدرسے اور بغیر کسی کتاب کے حاصل فرمایا اورانسانوں کوزندگی کے روحانی اوراخلاقی شعبوں میں رہبری فرمائے یہ خود آپکے سچے نبی ہونے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ اپنی خاص نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے زیادہ آپ کو عقل وفہم، فراست، تدبر، حکمت ودانائی عطا فرمائی اور دنیا کے ہر زمانے کے تمام پڑھے لکھے انسانوں سے زیادہ اعلیٰ، عمدہ، تہذیب وتمدن اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا، یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی، یہی وجہ ہے کہ قیامت تک آنے والا کوئی بھی انسان نہ آپ کی عقل وفہم کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ آپ کی فراست علم وحکمت اور دانائی، تہذیب وتمدن اور اخلاق میں آپ جیسا ہوسکتا ہے، گرچہ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم وادب والے تھے مگر اس کے باوجود بظاہر امی یعنی بے پڑھے لکھے تھے آپ کو اپنا نام نہ لکھنا آتا اور نہ پڑھنا آتا تھا۔

## کیا امی انسان کے جذبات وخیالات میں سنجیدگی اوراعتدال قائم رہ سکتا ہے؟

عام طور پر امی اور بے پڑھے لکھے انسان کے جذبات خیالات گفتگو اور سوچ میں اعتدال نہیں ہوتا، وہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو حد سے زیادہ، اُسی طرح دشمنی کرتا ہے تو حد سے آگے ہوجاتا ہے، انسان کو جب تربیت ورہنمائی نہیں ملتی تو وہ بہت جلد اپنے ماحول اور معاشرے کے اثر سے متأثر ہوکر اُسی کا رنگ اوراثر اپنے اوپر قبول کرتا ہے، جیسے اکثر مہذب لوگ جنگلی جاہل بے تمدن اور بداخلاق لوگوں کے ساتھ رہیں تو ان کی زبان میں مٹھاس باقی نہیں رہتی، گالی گلوچ زبان کا تکیہ کلام بن جاتا ہے، بول براز میں شرم وحیا ختم ہوجاتی ہے، بے حیا، بے شرم، زانی، شرابی معاشرے میں لوگ زنا کی اور شراب کی طرف زیادہ مائل ہوتے



اور فلم ایکٹروں اور ناچ گانے بجانے والوں کے کپڑوں بالوں اور حرکتوں کی نقل میں زندگی گذارتے ہیں، توحید کے ماننے والے شعوری ایمان سے خالی ہوں تو کفر وشرک والے ماحول میں مشرکوں کو دیکھ کر مشرکانہ عقائد واعمال اختیار کرلیتے ہیں ذرا غور کیجئے کہ ایک بدکردار اور بے حیا معاشرے میں ایک انسان جس کو تعلیم وتربیت نہ ملی ہو اور اخلاق وآداب سکھانے والا کوئی نہ ہو تو کیا وہ اپنے اخلاق وخیالات، جذبات، خواہشات غصہ، خوشی، غم، امیری غریبی جیسے حالات واعمال میں اعتدال اور کنٹرول رکھ سکتا ہے؟ عام طور پر وہ غصہ میں کسی کو قتل کرنے، خوشی سے بے حیا ہوکر ناچ گانے میں یا کسی کے انتقال پر کپڑے پھاڑ لینے یا خودکشی کرلینے وغیرہ جیسی حرکتیں کرتا ہے اور دنیوی علوم پڑھے لکھے بھی بُرے ماحول میں خراب ہوجاتے ہیں اور بُری صحبتوں اور بُرے ماحول کی وجہ سے شراب، زنا، جوا کے عادی بن جاتے ہیں مگر وہ ذات اقدس جو امی ہونے اور تربیت اور ماحول کے نہ ملنے کے باوجود بدکردار بداخلاق ماحول اور معاشرے میں رہتے ہوئے نبوت ظاہر نہ ہونے کے باوجود رتی برابر اس معاشرے کے گندے اور ناپاک اثرات کو قبول نہیں کئے اور بغیر تربیت ورہنمائی کے اپنے جذبات، خیالات، خواہشات، غصہ، خوشی، غم، پریشانی اور خوشحالی میں اپنے اخلاق و اعمال میں اعتدال اور کنٹرول رکھا جس کی کوئی مثال ہی نہیں اور باوجود نبی ظاہر نہ ہونے کے اس گمراہ معاشرے میں صاحبِ سیرت، صاحب اخلاق تھے اور اپنے ماحول سے بالکل بے گانہ، برعکس تھے، آخر ایک بے پڑھا لکھا انسان جو تربیت سے محروم اپنے ماحول سے اتنا بچا ہوا کیسے رہ سکتا ہے؟ جبکہ انسان عام طور پر اپنے ماحول کا جلد اثر قبول کرتا ہے، مگر چونکہ آپ ﷺ اللہ کے تربیت یافتہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں تھے اس لیے زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال ہی اعتدال میں رہے افراط وتفریط سے دور رہے، یہ بات آپ کی نبوت کی سچائی کی بلاشبہ دلیل ہے۔

# کیا کسی امی انسان کے اخلاق پورے معاشرے میں سب سے اعلیٰ ہو سکتے ہیں؟

دنیا میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی بے پڑھے لکھے انسان جس کی کسی نے نہ تربیت کی ہو اور جس کے معاشرے میں دور دور تک اخلاقیات کا فقدان ہو اس کے اخلاق تمام معاشرے میں سب سے زیادہ ممتاز اور اعلیٰ ہوں جسے دیکھ کر لوگ کریم ابن کریم کہتے اور صادق وامین کا لقب دیتے ہیں ہاں وہ نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جو ایسی شخصیت ہیں جو ماں باپ کی تربیت سے محروم، ہر قسم کی تعلیم سے ناواقف بت پرست، بے حیا بے شرم ماحول میں پرورش پاکر، جو بکریاں چرا کر جوان ہوئے پھر تجارت کر کے اپنے معاشرے کے نایاب موتی اور ہیرا کہلائے، ذرا غور کیجئے کہ ایک بدکردار، بداخلاق، مشرک زانی، شرابی جواری معاشرے کے فرد میں کیا تمام انسانوں سے زیادہ عمدہ واعلیٰ اخلاق وآداب، تہذیب و تمدن خود بہ خود پیدا ہوسکتا ہے، پھر وہ اپنے معاشرے کی بدکرداری اور بداخلاقی کے ماحول سے رتی برابر متاثر نہ ہوئے، بلکہ پوری طرح محفوظ رہے، کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان اس معاشرے میں خود بہ خود اپنی پہچان رکھ سکتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس نے آپ کو اخلاق سکھائے تہذیب وتمدن کی تعلیم دی، جن کی مثال دنیا کے کسی انسان میں نہیں ملتی، بیشک اللہ تعالیٰ نے بچپن سے خاص نگرانی میں آپ کی تربیت فرمائی اور حفاظت کی، انسان کو اچھی تہذیب تمدن سیکھنے، اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہونے کے لئے زانی، شرابی، چوروں ڈاکوں، لیٹروں، قاتلوں مشرکوں کے ماحول سے نکل کر اعلیٰ اور عمدہ اخلاق والوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے تب ہی وہ اچھا بن سکتا ہے، آپ کی جیسی خوبیوں اور کمالات والا انسان اللہ تعالیٰ اب قیامت تک پیدا نہیں کرے گا، آج چودہ سوسال سے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے ہزاروں انسان ایمان لاکر آپ کے اخلاق وکردار اور کلچر کو اختیار کرتے اور انہی اخلاق کو سب سے اعلیٰ اور ارفع سمجھتے اور جن لوگوں کے پاس وہ اخلاق وکردار نہیں ان کو پڑھے لکھے ہونے کے باوجود



جاہل، جنگلی، گنوار اور اللہ کے نافرمان سمجھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے بہت ہیں مگر کسی میں بھی حضرت عیسیٰ جیسے اخلاق وکردار نظر نہیں آتے، بس نام سے انکا دم بھرتے ہیں، مگر پیغمبرانہ اخلاق سے بہت دور ہیں۔

# کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان روحانی واخلاقی شعبوں کا علم دے سکتا ہے؟

دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان تو بہت دور کی بات ہے دنیا کے بڑے بڑے پڑھے لکھے دانشور انسان زندگی بھر پڑھ لکھ کر اپنی عقلوں کو کھپا کھپا کر، کتابیں چاٹ چاٹ کر اپنے اپنے فن کے ایک ہی شعبے کا علم دے سکتے ہیں اور وہ بھی نامکمل اور ناقص علم دیتے ہیں جو ہزاروں خامیوں اور خرابیوں کے ساتھ ہوتا ہے، بعد کے لوگ تحقیقات کر کے اس کی اصلاح کرتے ہیں ایک ڈاکٹر، انجینئرنگ کا علم نہیں دے سکتا ایک انجینئر تاجروں کو تجارت کا علم نہیں دے سکتا، ایک تاجر سائنس والوں کو علم نہیں دے سکتا، ایک قانون داں ایک ڈاکٹر کے فن کا علم نہیں دے سکتا، اور ایک ڈاکٹر قانون اور سیاست کا علم نہیں دے سکتا، ہاں وہ نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جو بے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود قیامت تک آنے والے ساری دنیا کے ہر خطے کے انسانوں کو عقائد کی تعلیم، عبادات کے طریقے، تمدنی، معاشرتی نظام، معاشی نظام، حکومتی نظام، سیاسی نظام، اخلاقی نظام، تعزیراتی نظام، تزکیۂ نفس کا طریقہ معاملات کے اصول، زندگی کے ہر شعبے کے آداب دنیا کی چیزوں کو استعمال کرنے کے آداب اور ان کے حقوق بتلائے کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان آج سے چودہ سوسال پہلے جبکہ لوگوں میں علم کا اتنا شوق نہیں تھا جو آج ہے اکیلا اخلاقی اور روحانی علم دے سکتا تھا، کیا سیاسی نظام بتلاسکتا تھا؟ کیا عدل وانصاف کے طریقے سکھا سکتا تھا؟ کیا صلح اور جنگ کے اصول بتلاسکتا تھا؟ کیا ہر مخلوق کے حقوق تمام انسانی رشتوں کے حقوق وآداب بتلاسکتا تھا؟ جو ہر زمانے اور قیامت تک کے لئے

مفید ہوں، ہاں وہ صرف محمد عربی ﷺ ہیں جو اللہ کے تربیت یافتہ تھے، جنہوں نے بے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود اکیلے نظریہ حیات کی تعلیم دی نظام زندگی کی تعلیم دی اور ہر ایک کے حقوق کی درجہ بندی بتلائی، آج کا بڑے سے بڑا پڑھا لکھا ماہر تعلیم بھی یہ کام نہیں کرسکتا، آج چودہ سو سال سے ہر زمانے ہر ملک کے لاکھوں انسان اہلِ علم، دانشور عقل وفہم والے بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والے آپ ہی کے اصول اور ضابطے اور بتائے ہوئے قانون سے زندگی گذارے اور گذار رہے ہیں اور دنیا کا کوئی انسان آپ کے بتلائے ہوئے کسی شعبے کے علم اور حقوق میں کوئی خرابی، خامی، نقص نہیں نکال سکا، ہر شخص ان اصول وآداب اور علم کو پڑھتا ہے اور اُس علم کی سچائی اور حقیقت کو سمجھ سکتا ہے، اگر کوئی سوچے تو یہ حقیقت نہیں صرف خواب نظر آئے گا کہ دنیا کا ایک امی انسان زندگی کے ہر روحانی اور اخلاقی شعبے کا اور ہر زمانے کے انسانوں کے لئے علم دے گیا، یہ بات بھی محمد رسول اللہ کی پیغمبری کی سچائی کی کھلی دلیل ہے آپ نے زندگی کے تمام روحانی امور کے شعبوں کا علم محض اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر اور رسول ہونے کی وجہ سے دیا، ورنہ کسی عام اور دنیا کے پڑھے لکھے انسان کے بس کی بات نہیں، جبکہ دنیوی زندگی میں انسان کو ہر فن کا علم حاصل کرنے کے لئے اس شعبے کے ماہرین کو تیار کرنا پڑتا ہے، چنانچہ انسانوں میں برسوں محنت کے بعد ماہر معاشیات، ماہر قانون، ماہر سیاسیات، ماہر طب، ماہر ٹکنالوجی، ماہر فلکیات، ماہر ماحولیات، ماہر جمادات، ماہر حیوانات، ماہر نباتات، ماہر جنگ، ماہر ریاضی ماہر تجارت وغیرہ تیار کرنے پڑتے ہیں، انسان کے یہ ماہرین صرف دنیا کی حد تک اور انسانی جسم کی حد تک ہی علم دے سکتے ہیں ان کے پاس کوئی ماہر روحانیات اور ماہر اخلاقیات تیار نہیں ہوسکتے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور انسان کو انسان بنانے روحانیت اور تمام اخلاقیات کا علم انہی سے مل سکتا ہے، محمد عربی ﷺ اللہ کی تربیت اور رہبری سے یہ تمام علم دے گئے، جس کی وجہ سے انسان کو عقائد کا مکمل علم ملا، عبادات کا مکمل علم ملا، طہارت و پاکی کا مکمل علم ملا، مال کمانے خرچ کرنے غریبوں کی مدد کرنے، صبر کرنے، شکر کرنے، نکاح وطلاق کے اصول، کھانے پینے اور لباس کے آداب، ملاقات کرنے کے آداب، محبت اور دشمنی کے طریقے، توحید، شرک اور کفر کی مکمل



تعلیم، جانوروں کے حقوق، نباتات کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، غرض زندگی کے تمام اخلاقی وروحانی شعبوں کا علم آپ سے ملا۔

## کیا دنیا کا کوئی امی انسان قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ومثال بن سکتا ہے؟

محمد رسول اللہ کی سچائی کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ امی ہونے کے باوجود انسانوں کے مختلف رشتوں اور شعبوں کے لیے مثال اور نمونہ ہیں، ذرا غور کیجئے کہ دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان تو بہت دور کی بات ہے کوئی بڑے سے بڑا پڑھا لکھا انسان کے لیے بھی یہ بالکل ناممکن اور تصور سے دور ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کے رشتوں اور شعبوں مثلاً باپ، بیٹا، شوہر، بچوں، بوڑھوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، مسافروں، امیر، غریب، یتیم، صحت مند، خوشحال، حاکم محکوم، استاد، شاگرد عالم، غیر عالم، پڑھا لکھا، بے پڑھا لکھا بادشاہ، فقیر، تاجر، نوکر ہر ایک کے لیے نمونہ تقلید اور مثال بن سکے، جس کو سامنے رکھ کر لوگ اُسی کی نقل اور اتباع میں زندگی گذار سکیں، ہاں وہ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے تمام رشتوں اور شعبوں کے لئے اور قیامت تک آنے والے دنیا کے ہر خطہ کے انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ اور ماڈل بنا دیا ہے یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں اور نہ کوئی قوم ایسی مثال پیش کرسکتی ہے، وہ صرف محمد رسول اللہ ہی کی مثال ہے، اس لئے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی بادشاہ کسی غریب کے لئے مثال اور نمونہ نہیں بن سکتا، کوئی سپہ سالار کسی تاجر کے لئے نمونہ اور مثال نہیں بن سکتا، کوئی انجینئر کسی ڈاکٹر کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا، کوئی تاجر کسی نوکر کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا، بادشاہ کے لئے بہترین بادشاہ ہی نمونہ بن سکتا ہے، سپہ سالار کے لئے بہترین سپہ سالار ہی نمونہ بن سکتا ہے، تاجر کے لئے بہترین تاجر ہی نمونہ اور مثال بن سکتا ہے، ڈاکٹر کے لئے کوئی بہترین ڈاکٹر ہی نمونہ ومثال بن سکتا ہے، باپ کے

لئے کوئی بہترین باپ ہی نمونہ بن سکتا ہے، شوہر کے لئے کوئی بہترین شوہر ہی نمونہ بن سکتا ہے، غرض جو جس شعبے کا ماہر ہو وہ اسی شعبے والوں کے لئے نمونہ، مثال اور ماڈل بن سکتے ہیں، ایک شعبے کا انسان ہر شعبے کے لئے نمونہ اور مثال نہیں بن سکتا، مگر وہ رسول عربی ﷺ ہیں جنہیں اللہ نے انسانوں کے لئے وہ بھی دنیا کے ہر خطہ کے انسانوں کے لیے قیامت تک نمونہ اور مثال بنایا ہے۔ یہ آپ کی سچائی کی کھلی دلیل ہے آج چودہ سو سال سے انسان زندگی کے مختلف شعبوں میں آپ ہی کی نقل اور اتباع میں زندگی گذار رہے ہیں۔

☆ چنانچہ اگر کسی کو کامیاب بادشاہ، صدر، وزیر اعظم بن کر زندگی گذارنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کو اپنا رہبر اور استاد بنائے اور انہی کی نقل میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرے۔

O اگر کسی کو کامیاب باپ، بیٹا، شوہر، بھائی بن کر زندگی گذارنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کو اپنا رہبر اور استاد بنائے اور انہی کی نقل میں دوسروں کے حقوق ادا کرے۔

O اگر کسی کو کامیاب فوج کا سپہ سالار بن کر یا امیر جماعت بن کر زندگی گذارنا ہو اور اپنے ساتھیوں کی تربیت کرنا کمان سنبھالنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کو اپنا استاد و رہبر بنائے اور انہی کی نقل میں ساتھیوں کے ساتھ سلوک اور تربیت کرے۔

O اگر کسی کو آقا، سردار، پیشوا اور استاد، داعی اور اصلاح کرنے والا بن کر زندگی گذارنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کو اپنا ایڈیل اور رہبر بنائے۔

O اگر کسی کو سچا اور کامیاب تاجر، خدمت گذار، گاہک، امانت دار بن کر زندگی گذارنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کو اپنا رہبر اور استاد مانے۔

O اگر کسی کو تعصب، قوم پرستی، نا انصافی سے بچ کر منصف اور جج بننا ہو تو محمد عربی ﷺ کو اپنا رہبر اور مثال بنائے اور غیر جانبداری سے فیصلہ وانصاف کرنا سیکھے۔

O اگر کسی کو غریبی اور امیری میں صبر وشکر والی زندگی گذارنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کی اتباع میں زندگی گذارے۔

O اگر کسی کو جنگ کے اصول، دوستی ودشمنی، محبت اور نفرت کے اصول جاننا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ کی اتباع اور رہبری میں زندگی گذارے۔



O اگر کسی کو انسانوں کی خدمت، ان کے حقوق وآداب کی رعایت اور مساوات انسانی کا سلوک کرنا ہو تو محمد عربی ﷺ کو اپنا استاد و رہبر بنائے۔ غلاموں، یتیموں، مسکینوں، غریبوں، بیکسوں کا سہارا بننا ہو تو محمد عربی ﷺ کو اپنا استاد و رہبر بنائے اور انہی کی نقل میں مدد کرنا سیکھے۔

O کسی کو اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہو اور صحیح طریقے سے اللہ کی عبادت کرنا ہو تو وہ عبادت وبندگی کے تمام طریقے محمد عری ﷺ ہی سے سیکھ سکتا ہے، غرض زندگی کا کوئی روحانی اور اخلاقی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کی رہبری موجود نہ ہو، دشمنوں کو دوست بنانا ہو، بڑی بڑی قوموں کو اپنا ہمنوا بنانا ہو اور برسوں کی دشمنی دور کرنا ہو فتح حاصل کرنے کے بعد انسانوں کا دل جیتنا ہو تو نبی امی محمد عربی ﷺ سے رہبری حاصل کریں۔

## کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان بڑی بڑی باتوں کو چھوٹے چھوٹے مفید جملوں میں ادا کر سکتا ہے؟

دنیا میں آج تک کوئی بے پڑھا لکھا انسان اپنی فکر اور خیالات کو مختصر اور جامع الفاظ میں بیان نہیں کر سکا، بے پڑھا لکھا تو دور کی بات پڑھے لکھے لوگ بھی بہت کم مختصر الفاظ میں اپنی بات بیان کر سکتے ہیں وہ تو صرف نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے جو بظاہر پڑھے لکھے نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے دانشوروں اور اہل علم اور اہل فن سے زیادہ باکمال بنایا اور یہ شرف عطا فرمایا تھا کہ آپ بڑی بڑی باتوں کو مختصر جملوں میں بیان کر گئے، جو جوامع الکلم کہلائے، آپ کی باتوں کو ہم حدیث کہتے ہیں، جن سے علم کے خزانے نکلتے ہیں، آج چودہ سو سال سے ان پر اسلامی اسکالر ریسرچ کر رہے ہیں اور ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ان کی تشریحات اور ان کا درس رات دن پوری دنیا کے مدارس میں دے کر ان سے مختلف مسائل اور حکمت کی باتیں حاصل کی جاتیں ہیں اور آپ ہی کے ارشادات سے قرآن مجید بھی

سمجھا جاتا ہے اور آپ کے ارشادات سے انسانوں کی رہبری کی جاتی ہے، یہ آپ کی نبوت کی سچائی کی دلیل ہے۔

## کیا کسی امی انسان کی تقاریر، خطابات، وعظ و نصیحت دلوں کو نرم کرنے والے ہو سکتے ہیں؟

دنیا میں آج تک کوئی ایسی نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کوئی بے پڑھا لکھا انسان اپنے واعظ و نصیحت اور خطابات سے انسانوں کے دلوں کو متأثر اور نرم کر سکا اور اس کی تقاریر وعظ و خطبات سے انسانوں کی حالت ہی بدل گئی، مگر وہ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ کی تقاریر وعظ اور خطابات لوگ جب سنتے یا آج بھی لوگ جب پڑھتے ہیں تو متاثر ہو جاتے ہیں چنانچہ آپ نے جب بھی وعظ فرمایا لوگوں کی عقلیں ٹھکانے پر آگئیں، بڑے بڑے جھگڑے ٹل گئے اور لوگوں نے زار وقطار رو رو کر توبہ واستغفار کیا جمعہ اور عیدین کے خطبات لوگوں کے دلوں کو ہلا دینے والے ہوتے آپ کا مشہور خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، جو قیامت تک انسانوں کے لیے حکمتوں سے بھرا ہوا ہے، جب آپ وعظ اور خطبہ دیتے تو لوگ بے اختیار جان و مال اللہ کے راستے میں لگانے کے لئے آمادہ ہو جاتے ایسی کوئی مثال دنیا میں کسی دوسرے انسان کی نہیں۔

## کیا کسی امی انسان کی باتیں حکمت اور دانشمندی سے بھری ہوتی ہیں؟

یہ بھی ایک بہت زبردست سوال ہے بے پڑھے لکھے تو دور کی بات پڑھے لکھے انسانوں کی بہت کم باتیں حکمت، دانشمندی اور ہوشمندی کے ساتھ ہوتی ہیں، دنیا کا کوئی بھی



بے پڑھا لکھا انسان اپنی باتوں کو حکمت دانائی، دانشمندی اور ہوشمندی کے ساتھ بیان کر ہی نہیں سکتا، الٹا وہ کسی چیز کو سمجھانے کے لئے علم سے ناواقفیت کی بنا پر غلط اور صحیح ملی ہوئی لمبی چوڑی بے سُر کی حکمت سے خالی گفتگو کرتا ہے، مگر وہ ذاتِ گرامی جو نبی امی محمد عربی ﷺ کی ہے جن کی ہر بات حکمت و دانائی سے بھرپور اور زبردست ہوشمندی اور دانشمندی سے لبریز ہے، دنیا کے بڑے بڑے دانشور اور پڑھے لکھے انسان آپ ہی کی باتوں سے حکمت و دانائی سیکھتے اور اپنی عقلوں اور لوگوں کی فہم کو بڑھاتے ہیں آپ کی تمام باتوں میں حکمت اللہ تعالیٰ کی رہنمائی تھی، ورنہ دنیا کا پڑھا لکھا انسان بھی حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر بات نہیں کر سکتا۔

## کیا کوئی امی انسان لوگوں کو ان کی فطرت وطبیعت کے مطابق اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے؟

حضور ﷺ جو دین لے کر آئے وہ انسانوں کی عین فطرت کے مطابق ہے جس سے انسان پاکیزہ زندگی گذار سکتا ہے، اور انسان خود ان اعمال اور احکام کی ضرورت محسوس کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان انسانوں کے لئے اور وہ بھی پوری دنیا کے انسانوں اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو جبکہ قیامت تک انسانوں کی تعلیم وتہذیب تمدن میں تغیر ہوتا جائے گا ایسے انسانوں کے لئے ان کی فطرت اور طبیعت کی پسند کے مطابق اعمال واحکام اور فطری ضابطہ زندگی بتلا سکتا ہے؟ بیشک وہ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کی ہدایات اور احکام پر ایسے اعمال اور ایسے اصول اور ضابطے دے گئے جنہیں انسانی فطرت، انسانی عقل فوراً قبول کرتی ہے اور اپنی فطرت کے مطابق مانتی ہے اور ان پر عمل کرنا ہر زمانے میں انسانوں کے لئے آسان اور عزت کا ذریعہ ہے، اور وہ اعمال ایسے ہیں جنہیں عورت مرد، بچہ بوڑھا پڑھا لکھا ان پڑھ سب ہی آسانی اور شوق کے ساتھ اختیار کر سکتے ہیں، اور اپنے آپ کو سلامتی اور سکون میں پاتے ہیں، انسان کے دوسرے

مذاہب میں جو اعمال اور طریقہ زندگی سکھایا گیا وہ فطری نہیں اور نہ دنیا ان پر آسانی سے چل سکتا ہے، یہ صرف محمد عربی ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں جو انسان کی عین فطرت اور طبیعت کے مطابق ہے۔

اگر مسلمان آپ کے تعلیمات کی تبلیغ نہ بھی کریں تو یہ دیکھا گیا کہ غیر مسلم پڑھے لکھے لوگ اسلامی لٹریچر پڑھ کر یا مسلمانوں کے اعمال دیکھ کر یا اسلام کے خلاف تنقید اور تحقیق کرنے اور قرآن مجید میں خامیاں نکالنے اور اعتراضات کرنے کی غرض سے مطالعہ کیے تو متاثر ہو کر اپنے کفر اور شرک سے توبہ کی اور اسلام میں داخل ہوگئے، ایسی مثال دوسرے مذاہب والوں کی نہیں اور ایسی تعلیمات دوسرے مذاہب والوں کی نہیں، چنانچہ آج دنیا میں جو اسلام پھیل رہا ہے وہ مسلمانوں کی محنتوں سے کم اور اپنی طاقت سے زیادہ، اسی وجہ سے پھیل رہا ہے کہ اس کی تعلیمات عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔

## کیا کسی امی انسان کا علم دنیا کے تمام علوم پر بھاری ہوسکتا ہے؟

حضرت محمد ﷺ کے بعد انسانیت دنیوی علوم کے ہر شعبے میں ترقی ہی ترقی کرتی جارہی ہے، حضور جس زمانے میں پیدا ہوئے سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی جو آج کر رہی ہے، اس زمانے میں لوگ اونٹوں اور گھوڑوں، گدھوں پر سفر کیا کرتے مہینوں ایک مقام سے دوسرے مقام ڈاک جاتی تھی، آج سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے کہ تیز رفتار سواریاں، خطرناک اسلحہ، ٹی وی، فیاکس، خاص قسم کی مشینیں، اور میڈیکل سائنس غرض زندگی کے تمام شعبوں میں بے انتہاء علم کی بلندیوں پر جا پہنچے ہیں اور اس دور کو سائنس وٹکنالوجی اور ماڈرن ایجوکیشن کا دور کہتے ہیں اور سائنس وٹکنالوجی کے ذریعہ زمین، ہوا، پانی، جانور، پہاڑ، پودے سورج چاند ستارے غرض دنیا کی ہر ہر چیز پر ریسرچ ہو رہا ہے اور علم حاصل کیا جارہا ہے، مگر پھر بھی اس زمانے کا بڑے سے بڑا سائنس داں انجنئر، ڈاکٹر، نبی امی محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئے علم سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا، اور بہت سے سائنس دانوں نے آپ ہی کے ارشادات



کو بنیاد بنا کر ریسرچ کیا اور بہت ساری چیزوں کی حقیقت اور سچائی کو سمجھ سکے، انسانی سائنس اتنی ترقی کرنے کے باوجود آپ کی تعلیمات کے آگے گھٹنے ٹیک چکی ہے کسی بات کو کسی طریقے کو غلط ثابت نہیں کرسکتی، ہر چیز کی تصدیق ہی کر رہی ہے اور تعجب میں ہے کہ آج سے ۱۴ سو سال پہلے جبکہ علم اتنا عام نہیں تھا کیسے نبی امی محمد عربی ﷺ نے بغیر پڑھے لکھے ہونے کے یہ سب جانا اور عین انسان کی فطرت کے مطابق رہبری فرمائی، اور وہ سارا علم جو اس زمانے میں انسانوں کی رہبری کے لئے دیا گیا آج کے اس تیز رفتار ترقی یافتہ دور میں کیسے سچا، ضروری اور عین انسان کی فطرت کے مطابق ثابت ہو رہا ہے۔

بیشک ہر زمانے کے بڑے بڑے دانشور اہلِ علم جو اسلام قبول کئے اور کرتے ہیں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ نبی امی محمد رسول اللہ کی تعلیمات کا آج کے ترقی یافتہ دور میں انسان بہت زیادہ محتاج ہے، اُسی پر عمل کرنے سے سکون پا سکتا ہے اور پاکیزہ زندگی گذار سکتا ہے، کیا دنیا کے کسی امی انسان کا علم سائنس وٹکنالوجی اور دنیا کے ہر علم سے آگے اور بھاری اور مکمل ہوسکتا ہے؟ اور کیا سائنس وٹکنالوجی کے علوم اس کے علم کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتے ہیں، کیا کوئی امی انسان ایسا علم دے سکتا ہے؟ بیشک وہ صرف ایک ہی ذات امی حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا علم ہے جو پچھلے علم اور آج کے ماڈرن علم کے علوم سے آگے اور بڑھا ہوا اور حاوی اور مکمل ہے اور جو آج کل کے سائنس دانوں کی غذا بنی ہوئی ہے، اسلام ہی کی بہت ساری باتوں کو لے کر سائنس داں ریسرچ کر رہے ہیں۔

مسلمان دوسری قوموں کے مقابلہ سائنس وٹکنالوجی میں سو سال پیچھے ہیں اور اس میدان میں انکا مقابلہ نہیں کرسکتے مگر روحانیت واخلاقیات فکر عقیدے کا علم سوائے مسلمانوں کے کسی کے پاس صحیح نہیں اس میدان میں دوسری قومیں مسلمانوں سے ہزار سال پیچھے ہیں اسی طرح یہ بھی سوچیے کہ کیا کسی امی انسان نے آئندہ زمانہ میں آنے والے حالات کی پیشن گوئی کی ہے اور اگر کی بھی ہے تو کیا اس کی سب باتیں سچی ثابت ہوسکی ہیں؟ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ نے جو پیشن گوئیاں آج سے تقریباً پونے پندرہ سو سال پہلے کی ہیں وہ سب کی سب سچی ثابت ہوتی چلی جارہی ہیں ایک بات بھی غلط ثابت نہیں ہوئی اور دنیا میں حالات

اُسی انداز سے آ رہے ہیں، بیشک یہ نبی امی محمد ﷺ کی سچائی کی دلیل ہے۔

کیا کبھی کسی زمانے میں دنیا کے بڑے بڑے دانشور اہلِ علم فلاسفروں نے کسی بے پڑھے لکھے انسان کی باتوں پر ریسرچ اور غور وفکر کیا اور رہبری حاصل کی؟ وہ صرف محمد عربی ﷺ ہیں جن کی تعلیمات اور ارشادات کو دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں نے سمجھا اور غور وفکر کر کے رہبری حاصل کرنے کی پونے پندرہ سو سال سے ہر زمانے میں کوشش کرتے رہے اور کر رہے ہیں آپ کے اقوال کو زریں اقوال اور علوم کا انمول خزانہ اور سمندر کہتے ہیں۔

## دنیا میں کسی بھی علم کے دینے والے کے علم کو درست کرنا پڑتا ہے

دنیا میں لوگ جتنی کتابیں لکھتے اور جو علم پیش کرتے اور گفتگو اور لکچر دیتے ان کے اس علم کو اُن سے زیادہ قابل تجربہ کار اور پختہ علم والے لوگ چیک کرتے اور درست کرتے ہیں اور عام طور پر پڑھے لکھے لوگوں کے علم اور گفتگو کو بھی درست کرنا پڑتا ہے اور ہر ڈاکٹر انجنیئر وکیل اپنے سنئیر کے ساتھ پراکٹس کر کے علم کو پختہ بناتا ہے، اس کے مقابلے میں ہر بے پڑھا لکھا انسان کی گفتگو، معلومات اور اس کے علم میں خامیاں خرابیاں، بے ڈھنگا پن اور بگاڑ ہوتا ہے، وہ کوئی علمی ادبی معیاری اور اعلیٰ بات پیش نہیں کرسکتا، مگر ذرا غور کیجئے کہ نبی امی محمد عربی ﷺ نے جو باوجود یکہ بے پڑھے لکھے تھے ایسا علم پیش کیا جس سے لاکھوں کڑوروں عالم بنے اور بن رہے ہیں، جن کے پیش کردہ علم، ارشادات اور گفتگو اور عمل سے لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں اور آپ کے پیش کردہ علم پر لاکھوں کتابیں آج چودہ سو سال سے لکھی جارہی ہیں اور لاکھوں لائبریریاں آپ کے ہی علم کی تشرحات سے بھری پڑی ہیں اور آپ کے ارشادات اور وحی الٰہی کی آیات کے پیچھے علم کے خزانے چھپے ہوئے ہیں، جو ہر زمانے کے ماہرین علم سے الگ الگ انداز سے نکل رہے ہیں اور آج تک ان کی تشریحات ختم نہیں ہوئیں، کوئی اہلِ علم یہ نہیں کہتا کہ یہ تشریح اس آیت اور حدیث کی آخری تشریح ہے ایک حد پر جا کر سب لوگ ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ یہ بھی آپ کی پیغمبری کو سچا سمجھنے کی بہت بڑی دلیل ہے، ہر اہلِ علم کا



ماننا ہے کہ آپ کے ارشادات جامع، مفید اور مکمل ہیں، جس کی تشریح ختم نہیں ہوسکتی۔

چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود دنیا آج بھی آپ کی تعلیمات کی محتاج ہے اس میں ذرہ برابر بھی عیب اور نقص نہ نکال سکی اور نہ وہ تعلیمات اور ارشادات داغدار، بے اثر اور زمانے اور حالات سے بیگانے ہیں، آپ کے ذریعہ جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ ماضی، حال اور مستقبل کے وہ تمام حالات حقیقت اور سچائی کی رہنمائی کرتی ہیں اور ان میں نقص اور کمی محسوس ہی نہیں ہوتی، آپ کی تعلیمات کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی تمام ضرورتوں کو پورا کرسکتی ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ زمانے کی ترقی کے ساتھ کارآمد نہ رہیں، ناکارہ اور ناقص نامکمل ہو جائیں، بلکہ اس ماڈرن ایجوکیشن کے دور میں تو بے انتہا ضرورت انہی تعلیمات کی محسوس کی جارہی ہیں، اس تعلیم کو درست کرنا، غلطی نکالنا، نقص، عیب نکالنا تو دور کی بات ہے اس جیسی تین آیتیں اور کلام کوئی پیش نہ کرسکا۔

دنیا میں جتنے اہلِ علم ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے، ایک سائنس داں کو دوسرے سائنس داں سے اختلاف رہتا ہے، ایک ڈاکٹر کو دوسرے ڈاکٹر سے اختلاف رہتا ہے، ایک انجنیئر کو دوسرے انجنیئر سے اختلاف رہتا ہے، مگر دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان سب نے ایک دوسرے کی تائید کی ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور نہ انہوں نے ایک دوسرے کی مخالفت کی یا دوسرے کے علم میں نقص اور عیب بتلائے۔

## کیا کوئی امی انسان حکومتی قانون اور دستور بنا کر دے سکتا ہے؟

کیا انسانی تاریخ اس بات کی ایک مثال پیش کرسکتی ہے کہ کوئی امی انسان حکومتی قانون اور دستور بنا کر دے؟ ہاں وہ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جنہوں نے قیامت تک انسانوں کو زمین پر حکومتی قانون اور دستور بنا کر دے گئے، عربستان کے کسی علاقے میں با قاعدہ نہ کوئی حکومت تھی نہ کوئی حکومت کا قانون اور ضابطہ تھا، پورے عربستان میں جنگل کا راج تھا، جنگل کا قانون تھا، ایسی صورت میں ایک ایسا انسان جو اپنے معاشرے کا پڑھا لکھا نہ

ہو وہ کیا حکومتی قانون اور دستور بنا کر دے سکتا ہے؟ جبکہ دنیا کی حکومتوں میں بڑے بڑے قانون داں قانون کی کتابیں سامنے رکھ کر دنیا کی دوسری حکومتوں کے طرزِ قانون کو دیکھ کر اپنا دماغ کھپا کر اپنے ملک کا قانون بناتے ہیں اور پھر اس قانون کی سدھار کے لئے مختلف ترمیمات کرتے رہتے ہیں، اور وہ قانون سارے انسانوں کے لئے ہر زمانے کے لئے قابل قبول نہیں ہوتا، بہت سے انسانوں پر اس قانون کے ذریعہ ظلم و زیادتی کی جاتی ہے، اس قانون میں تعصب، قوم پرستی، ناانصافی بھری ہوئی ہوتی ہے، مگر ذرا غور کیجئے کہ محمد عربی ﷺ جو پڑھے لکھے نہ ہونے اور کسی قسم کا حکومتی تجربہ نہ رکھنے کے باوجود انسانوں کے لیے عقائد و اعمال کے ساتھ ساتھ زندگی گذارنے کا ضابطہ، حکومتی قانون اور دستور اور عدل و انصاف کا طریقہ کیسے دے گئے؟ ہر زمانے میں پوری دنیا کے ماہرین قانون جب اپنے ملک کا قانون بنانا چاہتے ہیں تو آپ ہی کے بتلائے ہوئے قانون اور ضابطوں سے نقل کر کے اپنا دستور بناتے ہیں اور دنیا آپ کے بتلائے ہوئے دستور اور قانون کو فطری قانون مانتی ہے، ایک ایسا انسان جس کے معاشرے میں کوئی حکومت اور گورنمنٹ نہیں تھی، جس کا معاشرہ مختلف قبیلوں پر مشتمل تھا، جس میں قبائل کی حکومت تھی کس نے حکومت کرنے کا طریقہ اور قاعدہ قانون سکھایا وہ بے پڑھا لکھا ہو کر بکریاں چرا کر کیسے با قاعدہ فطری حکومتی قانون، تعزیراتی قانون معاشی و معاشرتی قانون، جنگ و صلح کا قانون دے گیا؟ کیا بے پڑھے لکھے انسان کے دیئے ہوئے ضابطے اور قانون سے دنیا کے بڑے بڑے قانون کے ماہرین، معاشیات کے ماہرین، کرائم کے ماہرین، جنگ و صلح کے ماہرین، اصلاح و دعوت کے تدابیر بنانے والے ماہرین اس کی نقل کر سکتے ہیں؟ لیکن وہ نبی امی محمد عربی ﷺ ہیں جنھوں نے ایسا فطری ضابطہ حیات اور دستور قانون دیا جس میں آج ۱۴ سو سال سے دنیا کے بڑے بڑے قانون داں کوئی ترمیم کر سکے اور نہ خرابی نکال سکے اور نہ خامی بتلا سکے، اُسی قانون اور دستور کو لے کر خلفائے راشدین نے دنیا میں حکومت چلا کر مثالی حکومت کا نمونہ پیش کیا اور دنیا میں عدل و انصاف کی سب سے اعلیٰ مثال قائم کی۔

یہ بھی ذہن میں رکھئے نبی امی محمد ﷺ کی دیانت داری، ایمانداری اور انصاف اور



سچائی کو دیکھ کر آپ کی قوم ہی نہیں دشمن بھی صادق اور امین کے نام سے آپ کو پکارتے تھے اور آپ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھتے تھے اور اپنے جھگڑوں میں آپ کو اپنا منصف بناتے تھے، بیشک یہ سب خصوصیات آپ میں اس لئے تھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے تربیت یافتہ تھے، ورنہ ایک بے پڑھے لکھئے انسان میں یہ سب کمالات اور خصوصیات نہیں آتیں، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے اور منتخب پیغمبر ہیں۔

## کیا کسی امی انسان کی زبان سے دو طرح کا کلام نکل سکتا ہے؟

ذرا غور کیجئے کہ ایک ایسی ذات گرامی جو یتیم و یسر ماں باپ سوسائٹی اور معاشرے کی تربیت سے محروم، بکریاں چرا کر اور تجارت کر کے زندگی گذارنے والے ہر قسم کی تعلیم سے بیگانہ جن کو اپنا نام لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا ایسے امی ذات اقدس سے یکا یک چالیس سال کے فوراً بعد آپ کی زبان مبارک سے انتہائی اعلیٰ فصیح و بلیغ کلام نکلتا ہے جو تمام عرب کی زبان سے زیادہ وزنی، اعلیٰ اور پر کشش ہوتا ہے ایک ایسا انسان جس کو دیوانہ اور مجنون کہا جائے کیا انسانی تاریخ میں ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کر سکتا ہے، جس کی دنیا آج تک کوئی مثال اور نظیر پیش کرنے کے قابل نہیں، جس کو سن کر مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کے دل پگھل جاتے ہیں اور جس کو انہی کے دشمن کان لگا کر چپکے چپکے چوری سے سنتے ہیں بھلا یہ کمال کسی پاگل اور دیوانہ اور مجنون کا ہو سکتا ہے؟ کیا دنیا میں کسی بے پڑھے لکھے انسان کی زبان سے دو طرح کا کلام نکل سکتا ہے، جن کو حدیث اور قرآن کہا جاتا ہے کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان اس طرح کلام کر سکتا ہے جو پیغام آپ نے قرآن مجید کی شکل میں سنایا اس میں اور آپ کے اپنے ذاتی اقوال وارشادات میں کھلا اور نمایاں فرق معلوم ہوگا، اگر قرآن آپ کی کتاب ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی انسان اپنی زبان سے دو الگ الگ اسلوب بیان کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ اور پھر زندگی بھر وہ کیسے نباہ سکتا ہے؟ کہیں نہ کہیں زبان پھسلنی چاہئے لیکن نبی امی کے ساتھ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ملتی بیشک وہ صرف نبی امی محمد عربی ﷺ کی ذات مقدس ہے

جن کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ نے دوطرح کا بے مثال اور بے نظیر کلام قرآن مجید اور حدیث کی شکل میں نکالا۔

اور پھر اس کلام میں وہ تاثیر اور وہ کشش اور اثر رکھا ہے کہ لوگ جب اُسے سنتے ہیں تو دنیا کی تمام موسیقی اور گانوں کو بھول جاتے ہیں، جس کو لوگ ریڈیو، ٹی وی پر سنتے ہیں تو مسلم تو مسلم غیر مسلم بھی متاثر ہوکر ایک کیفیت میں آجاتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اس کے سننے میں یہ مزہ ہے تو سمجھنے میں کتنا مزہ ہوگا؟ اور عمل کرنے میں کتنا فائدہ ہوگا، مگر افسوس مسلمان نہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

یہ بھی حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کا بہت بڑا ثبوت اور دلیل ہے دنیا میں کسی بھی بے پڑھے لکھے انسان تو بہت دور کی بات ہے پڑھے لکھے انسان اپنے علم کی بنیاد پر دوطرح کا کلام پیش نہیں کرسکتے، یہ صرف نبی امی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جس کا مقابلہ اُس زبان کے بڑے بڑے ادیب، شاعر، فلاسفر اور دانشور نہیں کرسکے اور قیامت تک نہیں کرسکتے اگر ایک انسان قرآن وحدیث کی زبان کو سنے گا تو اس کو کھلا فرق سمجھ میں آسکتا ہے، بیشک یہ نبی امی محمد عربی ﷺ کا معجزہ ہے۔

## کیا ایک امی انسان لاکھوں کروڑوں انسانوں کی اصلاح و تربیت کرسکتا ہے؟

ذرا سوچیے کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی بہت ہی کم وقت میں تربیت کر کے ان کو دنیا کے مثالی انسان بنا سکتا ہے، بے پڑھا لکھا انسان تو دور کی بات ہے ایک پڑھا لکھا انسان دنیا میں زندہ رہنے تک بڑی مشکل سے کچھ لوگوں پر محنت کر کے ان کی اصلاح وتربیت کرسکتا ہے، عام طور پر ایک ماں باپ اپنے پانچ دس بچوں کی صحیح تربیت نہیں کرسکتے اور دنیا میں بڑے بڑے لوگوں کے سو دو سو تو دور کی بات ہے صرف پانچ دس



مشہور اور قابل شاگرد بنتے مگر آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے سے اب تک نبی امی محمد عربی ﷺ دنیا میں نہ رہنے کے باوجود آپ کے ارشادات آپ کے اعمال اور آپ کے طریقۂ زندگی اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات سے دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے لاکھوں انسان تربیت پا رہے ہیں اور اپنی اصلاح کر رہے ہیں اور انہی کو مثال اور نمونہ بنا کر زندگی گذار رہے ہیں، تاریخ انسانی میں ایسی کوئی مثال ہی نہیں کہ کوئی شخصیت دنیا سے گذر چکی ہو اور وہ امی بھی ہو پھر بھی لوگ اس سے اپنے آپ کو جوڑتے اور اللہ کے صحیح بندے بن کر زندگی گذارتے ہوں، وہ صرف اور صرف نبی امی محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی ہے کہ ایک انسان نہ آپ کو دیکھتا ہے نہ آپ کے ہم وطن اور رشتہ دار ہوتا ہے نہ آپ کا زمانہ پاتا ہے اور نہ ہی آپ کی زبان سے واقف ہوتا ہے مگر آپ کی تعلیمات کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے سمجھتا اور اتنا متاثر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے اپنی جان مال اہل وعیال سے بڑھ کر محبت کرتا اور آپ کی اطاعت واتباع فخر سے کرتا اور سکون محسوس کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان گذرا ہے جو بچپن سے تعلیم وتربیت سے محروم ہو، جس کے معاشرے اور ماحول میں بگاڑ ہو اور کوئی اصلاح اور تربیت کرنے والا ہی نہ ہو، جس کا معاشرہ انتہائی جہالت اور اندھیرے کا معاشرہ ہو جہاں اخلاقیات تو بہت دور کی بات ہے انسانیت نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو اور پورا معاشرہ تقریباً تعلیم سے بیگانہ ہو ایسے معاشرے میں ایک بے پڑھا لکھا انسان سو دو سو نہیں اپنے زندگی ہی میں لاکھوں انسانوں کی اصلاح وتربیت کر گیا۔ بیشک وہ ذاتِ گرامی نبی امی محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس ہے جو بے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود اپنی زندگی ہی میں بہت کم وقت میں تقریبا پورے عرب کی اصلاح کر گئے اور ہزاروں لوگ صحابہؓ بن کر مشہور ہوئے، آپ کی زندگی کے بعد آپ کی تعلیمات سے تیار ہو کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی تعلیمات کے عالم بنے اور آج چودہ سو سال سے مسلسل کروڑہا انسانوں کی اصلاح کیئے جارہے ہیں اور ہر زمانے میں کئی بڑے بڑے مشہور عالم دین گذر رہے ہیں، وہ لوگ جو اپنی جہالت اور انسانیت میں حد سے زیادہ گرے ہوئے ہوتے ہیں ان کو اللہ کی عبدیت وبندگی کے ذریعہ دنیا کے مثالی انسان بنا رہے

ہیں کیا کسی بے پڑھے لکھے انسان کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے دنیا میں کوئی ایک مدرسہ بھی کھولا گیا؟ کیا ایسی مثال کوئی دے سکتا ہے؟ ہاں وہ نبی امی محمد عربی کی مثال ہے جن کی تعلیمات کو عام کرنے اور آپ کی تعلیمات کا فیض پہونچانے کے لئے آج چودہ سو سال سے لاکھوں مدرسے دنیا کے ہر ملک میں کھولے گئے اور لاکھوں بچے ان مدارس میں تعلیم حاصل کر کے عالم، حافظ بنتے اور ہر روز ہر محلّہ، ہر بستی اور ہر جمعہ آپ کی تعلیمات کو درس، وعظ اور نصیحت کے ذریعہ انسانوں کی سدھار کے لئے سنایا جاتا اور آپ کی تعلیمات کو سمجھانے کے لئے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں اور دعوت وتبلیغ کے نام پر اصلاح کی محنت پوری دنیا میں ہر روز کی جا رہی ہے یہ صرف اور صرف نبی امی محمد عربی ﷺ کی خصوصیت ہے، اس لئے کہ آپ اللہ کے تربیت یافتہ تھے، دنیا کے کسی دوسرے امی انسان سے ایسا فیض جاری نہیں ہے، خود آپ ہی کی زندگی میں وہ صحابہ جو انتہائی جہالت اور اندھیرے میں زندگی گذار رہے تھے آپ کی صحبت اور تربیت سے دنیا کے مثالی انسان بنے جن کی تعداد ایک دو نہیں کئی سو میں ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ ہیں اور آج چودہ سو سال سے دنیا کے بڑے بڑے مشرک جاہل، گمراہ، قاتل، شرابی، جواری، زانی انسان آپ کی تعلیمات سے فیض یاب ہو کر شرک وکفر اور تمام برائیوں سے توبہ کر کے بہترین انسان بن رہے ہیں، کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان کی تعلیمات سے اس طرح کا اصلاح وتربیت کا فیض جاری ہو سکتا ہے؟ صرف آپ ہی وہ واحد پیغمبر ہیں جن کی تعلیمات، پوری زندگی کے اقوال واعمال اور ارشادات سب کچھ صحیح اور زندہ اور سلامت حالت میں موجود ہیں اور ان تعلیمات میں ایسا اثر ایسی کشش موجود ہے جس کو پڑھ کر ہر زمانے کے لوگ یہ محسوس کرتے ہیں جیسے کہ اپنے زمانے کے کسی موجود ہستی سے فیض یاب ہو رہے ہیں، کیا کسی بے پڑھے لکھے انسان کی تعلیمات میں اتنا زبردست اثر ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی ان تمام حقائق کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود حضور ﷺ کو سچا نہ مانے تو پھر اس انسان کو راہِ راست پر نہیں لایا جاسکتا، دنیا کی دوسری قوموں کے لوگ آپ کے اس انقلابی کام پر آپ کو سرفہرست لکھنے کے لئے مجبور ہیں۔



## بیوقوف اور نادان لوگ حضور ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اطاعت کم اور پکار زیادہ کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بنا کر ہر چیز کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں، مثلاً اولاد کے حقوق ماں باپ پر، ماں باپ کے حقوق اولاد پر، شوہر کے حقوق بیوی پر بیوی کے حقوق شوہر پر، رشتے داروں کے حقوق ایک دوسرے پر، پڑوسیوں کے حقوق پڑوسیوں پر، اسی طرح نفس کے حقوق، جانوروں کے حقوق، بادشاہ وامیر کے حقوق مقرر فرمائے تاکہ ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا رہے، اُسی طرح پیغمبر کے حقوق امت پر اور امت کے حقوق پیغمبر پر ہیں، انسان ان حقوق کو جتنا زیادہ ادا کرے گا ان رشتوں میں تعلق اور محبت اتنی ہی بڑھے گی اور اگر انسان ان رشتوں میں اپنے اپنے حقوق ادا نہیں کرے گا تو تعلق بھی کمزور پڑ جائے گا اور رشتہ ٹوٹتا چلا جائے گا، مثلاً اولاد اگر ماں باپ کا حق ادا نہ کرے تو ماں باپ سے تعلق کمزور ہو جائے گا، یا ماں باپ اولاد کا صحیح حق ادا نہ کرے تو اولاد ماں باپ کے لئے تکلیف دہ اور دنیا میں مصیبت بن جاتی ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو علحدگی کی نوبت آجاتی ہے۔

بالکل اسی طرح ایک ایمان والے کو محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد پیغمبر کے حقوق ادا کرنے ہوں گے، وہ جب تک ادا نہیں ہوں گے انسان دنیا میں کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا، محمد رسول اللہ کا قول دراصل دل کی کیفیت کو ظاہر کرنے کا طریقہ ہے اگر کسی کو ہمارے عمل سے دل کی کیفیت معلوم نہ ہونے پائے تو انسان زبان سے بار بار دل کی کفیت کا اظہار محمد رسول اللہ کے اقرار سے کرتا رہتا ہے، اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد میں سے کسی بیٹے کے تعلق سے فرمانبردار ہونے کا احساس پیدا نہیں ہو رہا ہے تو وہ بیٹا اپنی وفاداری اور محبت کو ظاہر کرنے کے لئے اطاعت وفرمانبرداری ظاہر کریگا، اس کے برعکس بیوقوف اور نالائق قسم کا بیٹا اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لئے دنیا کے سامنے دیکھاوا اور نام ونمود کے کام کر کے پکارا کرے گا اور لوگوں کو دکھانے کے لئے زبانی محبت کے الفاظ ادا

کرے گا، مثلاً وہ باپ کی پیدائش کا دن منانے کے لئے گھر کو سجائے گا، روشنی لگائے گا، ماں باپ کے سامنے کھڑا ہو کر تعریف کے اشعار پڑھے گا اور مزے دار کھانے لوگوں کو کھلائے گا اور اگر ماں باپ یہ کہیں کہ بیٹا ہمارے اطراف کتے نے بول براز کر دیا ہے ذرا صاف کر دو، ہمارے لیے ایک گھڑا پانی لا دو یا فلاں فلاں دوائیں لا دو اب اگر ایسی صورت میں وہ ماں باپ کے مطالبے کو سن کر انجان ہو جائے اور اطاعت نہ کرے تو ایسے انسان کو کیا کہا جائے گا، ماں باپ کی پیدائش پر اچھے کھانے پکانا، اور گھر کو سجانا مگر اطاعت نہ کر کے سنی ان سنی کر دینا تو کیا یہ حقوق ادا کرنا ہے، اور ماں باپ سے تعلق کو بڑھانا اور قائم کرنا ہے یا کم کرنا ہے؟

بالکل یہی حال بے شعور، نسلی، خاندانی تقلیدی ایمان والوں کا ہے، وہ پیغمبر کی پیدائش پر ۱۲ ربیع الاول کو بڑے دھوم سے جشن مناتے، جلسے کرتے، جھنڈیاں لگاتے اور کھانے پکاتے مگر نبی کے ساتھ جو تعلق اور رشتہ قائم کرنا ہے سال بھر بھولے رہتے یا جان بوجھ کر انجان رہتے ہیں پیغمبر کے طریقوں کو چھوڑ کر دوسروں کی نقل میں زندگی گذارتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اس طرز عمل سے نبی سے ہمارا تعلق بڑھے گا یا کم ہوگا؟

ہمارے آقا اپنا حق ادا کر کے چلے گئے، اب ہمارا کام ہے کہ ہم نبی کے جو حقوق ہم پر آتے ہیں ان کو ادا کریں، تب ہی ہمارا تعلق نبی کے ساتھ بڑھے گا اور نبی اور امتی کا رشتہ مضبوط ہوگا، صرف ظاہری تماشہ اور پکارا کرنے سے نبی کے ساتھ تعلق نہیں بڑھ سکتا، ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم کس حد تک نبی کے حقوق ادا کر رہے ہیں اور نبی سے تعلق بڑھا رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ اے عمر آج ''**الیوم اکملت لکم دینکم**'' (ترجمہ: آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا گیا)، اگر ہمارے پاس یہ آیت آتی اور ہمارے دین کے مکمل ہونے کی بات آتی تو ہم جشن مناتے، روشنی کرتے، ناچتے گاتے، عیش کرتے خوب خوشیاں مناتے، مگر تم لوگ اتنی بڑی بات پر خوشی اور جشن کیوں نہیں منا رہے ہو، تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ بیشک ہم جشن اور خوشی ناچ گانا روشنی لگا کر اچھے پکوان کر کے نہیں مناتے بلکہ ہمارے پاس خوشی کا طریقہ یہ ہے کہ ہم خوشی میں اللہ کے دربار میں رجوع ہو کر شکرانہ ادا کر کے نماز پڑھتے، دعائیں کرتے، اللہ کی تعریف اور بڑائی بیان



کرتے ہیں اللہ کے آگے جھک کر خوشی مناتے ہیں اور اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں۔

اب ذرا غور کیجئے کہ ہم نے حق ادا کرنا یہ سمجھا کہ سال میں ایک دن آپ کی ولادت باسعادت کے دن جبکہ وہی دن وفات کا بھی ہے آپ کی دنیا میں آمد کی خوشی مناتے اور خوشی منانے کا پورا طریقہ غیر مسلموں کا اختیار کرتے ہیں، گھروں کو روشنی لگاتے، سڑکوں پر جھنڈیاں لگاتے، سرکاری لائٹ چوری کر کے مسجدوں کو سجاتے، گھروں میں اور بازاروں میں پکوان کر کے لوگوں کو کھلاتے، آپ کی تعریف میں جلسے جلوس اور نعتیں پڑھتے اور آپ کی عظمت اور تعریف میں تقاریر کرتے یہ سب ظاہری اعمال کر کے آپ سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہیں یہ محض اس لئے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے دل میں آپ سے جو تعلق ہے اس کا اظہار عمل سے نہیں ہو سک رہا ہے، اس لئے ہم یہ تمام ظاہری حرکتیں کر کے غیر مسلموں کی طرح جشن مناتے ہیں، جن لوگوں کا تعلق دل سے حضورؐ کے ساتھ ہے جو حقیقت میں اپنا تعلق حضورؐ سے جوڑے ہوئے ہیں، ان کو یہ سب دکھائے کے اعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں سال کے بارہ مہینوں کی ان کی زندگی حضورؐ سے جڑی ہوئی ہوتی ہے وہ سال کے بارہ مہینے اپنا تعلق اور رشتہ حضورؐ سے جوڑے رکھتے ہیں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آپ کی پیدائش پر اس طرح کا جشن نہیں منائے۔

قیامت کے دن حوض کوثر پر کچھ مسلمانوں کو فرشتے روکیں گے تو حضورؐ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے امتی ہیں آنے دو، تو فرشتے کہیں گے کہ یہ تو آپکے بعد دین میں نئی نئی باتیں نکالتے تھے تو حضورؐ ان کو دور ہو جانے کے لیے کہیں گے، ہماری محبت اور عقیدت کا عجیب عالم یہ ہے کہ اگر کوئی ہمیں مدینے سے ایک کھجور لا کر دے تو بہت عقیدت و احترام سے اُسے کھاتے ہیں، اس کی گھٹلی کو بھی پیروں میں آنے نہیں دیتے یہ محض اس لئے کہ یہ کھجور حضورؐ کے شہر سے نسبت رکھتی ہے، مگر کھجور کی جگہ حضورؐ کی سنتیں، حضورؐ کا حکم، حضورؐ کا عمل، حضورؐ کے ارشادات جب ہمارے سامنے لائے جاتے ہیں تو ہم اُن سے بے تعلق ہو جاتے ہیں اور حضورؐ کی نافرمانی کا کوئی احساس ہی نہیں رکھتے خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ حضورؐ سے اپنا تعلق روشنی لگا کر، جھنڈیاں لگا کر یا اچھے کھانے پکا کر یا جلوس و جلسے کر کے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی تعلق

حضورؐ سے قائم کرنے کے لئے آپ ﷺ کے طریقوں کی اتباع کی جائے، حضرت ہمزہ نے ابوجہل پر حملہ کر کے حضورؐ کو خوش کرنا چاہے مگر آپ اس عمل سے خوش نہیں ہوئے حضورؐ نے آپ کے ایمان لانے سے خوش ہونے کا اظہار کیا، آج ہم اپنے عمل سے یہ کہہ رہے ہیں کہ پردہ نہیں کر سکتے ہم شرک کی گندگیوں سے دور نہیں رہ سکتے ہم نماز کی پابندی نہیں کر سکتے، ہم فضول خرچی اور نفسانی خواہشات اور جاہلانہ رسم ورواج کو چھوڑ نہیں سکتے، عقیدت صرف اور صرف دکھاوے کر کے ظاہر کریں گے، یمن کی طرف جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو رخصت فرما رہے تھے تو آپؐ نے یہ بھی اشارہ فرمایا کہ جب تم واپس آؤ گے تو شائد میں نہیں رہونگا، میری قبر کی زیارت کرو گے حضرت معاذؓ یہ جملہ سن کر بے چین ہو گئے حضورؐ نے فرمایا پریشان مت ہو میری امت میں جو بھی انسان اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ مجھ سے تعلق اور رشتہ برقرار رکھے گا اگر میں دنیا سے چلا جاؤں مگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری سے میرے ساتھ رشتہ اور تعلق برقرار رکھنا، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نام تو حضورؐ کا لیتے اور کام پورے آپؐ کی نافرمانی کے کرتے ہیں۔

## محمد رسول اللہ کو ماننے والے کبھی ذلیل ورسوا نہیں ہوسکتے

(طبرانی) محمد رسول اللہ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو اس زمانے کے طریقے کے مطابق گاؤں سے بچوں کی نگرانی کرنے والی عورتیں شہر آ کر ہر گھر سے بچہ لے لیتی تھیں اسی طرح قحط سالی کا زمانہ تھا بہت ساری عورتیں شہر آئیں، داعی حلیمہ بھی اس قافلے کے ساتھ آئیں، داعی حلیمہ کو ایک چھوٹا بچہ بھی تھا ان کی اونٹنی بہت کمزور تھی چلنے میں پھرتی نہ تھی، اس لئے قافلے سے پیچھے رہ گئیں، نہ داعی حلیمہ کو اتنا دودھ آتا کہ ان کے بچے کا پیٹ بھر سکے اور نہ اونٹنی دودھ دینے کی قابل تھی، داعی حلیمہ سب سے آخر میں پہنچی تمام عورتوں نے بچے لے لیے صرف محمد رسول اللہ ہی رہ گئے تھے دائی حلیمہ نے آپ کو اپنے شوہر کے مشورے سے لے لیا، اب دیکھنا کیا تھا کہ جیسے ہی دائی حلیمہ محمد رسول اللہ کو لے کر اُس اونٹنی پر بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ نے



اس اونٹنی میں وہ پھرتی اور تیزی دے دی کہ وہ قافلے سے آگے آگے چلنے لگی، قافلے والوں نے تعجب کیا اور پوچھا کیا یہ وہی اونٹنی ہے، ادھر داعی حلیمہ نے محمد رسول اللہ کو سینے سے لگایا کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی اونٹنی پر سوار کو لے کر چل رہی ہے اونٹنی ابھی چراگاہ نہیں گئی، دائی حلیمہ کے سینے میں دودھ خوب بھر کے آ گیا، حضور ﷺ نے بھی پیا اور داعی حلیمہ کا بیٹا بھی پیا، ذرا غور کیجئے محمد رسول اللہ کی سواری جیسے ہی اس پر آ گئی اونٹ میں تیزی اور دائی حلیمہ کے سینے میں برکت کا نزول ہو گیا، دائی حلیمہ کے گاؤں میں چارہ نہ تھا، دائی حلیمہ کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت کم آتا تھا جیسے ہی وہ چرنے گئیں اُسی روز سے دائی حلیمہ کی بکریوں کو چارہ بھی خوب ملنے لگا اور کافی مقدار میں دودھ نکلنے لگا، لوگ یہ دیکھ کر دائی حلیمہ کی بکریوں کی چرنے کی جگہ اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے ذرا غور کیجئے محمد رسول اللہ جس اونٹ پر اور جس کی پرورش میں ہوں اور جس علاقے میں ہوں وہ اونٹنی سب سے آگے وہ علاقہ سرسبز ہو کر برکت والا بنا، جس کی گود میں پلے ان کے سینے میں برکت پیدا ہو گئی اور آج محمد رسول اللہ کے ماننے والے کیسے دنیا میں دوسری قوموں سے پیچھے چل رہے ہیں، دوسروں کے مقابل کیوں ذلیل ہو رہے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے کثیر مسمانوں کی تعداد محمد رسول اللہ کو تقلیدی، روایتی اور بے شعوری کے ساتھ باپ دادا کی نقل میں مانتی ہے ان کو صحابۂ کرام جیسا شعوری اور حقیقی طور پر ماننا ہو گا اور صحابۂ کرام کی طرح محمد رسول اللہ کے اوصاف، اخلاق واعمال کو اختیار کرنا ہو گا، تب ہی وہ دنیا کی تمام قوموں میں عزت و برتری حاصل کر سکیں گے اور اللہ کی رحمت، مدد، برکت کے مستحق بن سکیں گے۔

صحابۂ کرام شرک اور توحید کی ملی جلی گندی ناپاک زندگی نہیں گذارتے تھے، انہوں نے جب محمد رسول اللہ کا اقرار کیا تو توحید خالص کا نور ان کی زندگیوں کے ہر شعبے سے جھلکنے لگا، ان میں اور مشرکوں میں کھلا فرق ظاہر ہو گیا، ان کی زندگیوں سے لوٹ مار، قتل غارت گری، چوری، ڈکیتی، بے ایمانی جیسے صفات محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہی فوراً امانت داری، دیانت داری، ایمانداری، خیر خواہی اور خدمتِ خلق جیسے اوصاف حمیدہ میں بدل گئے، وہ لوگ برسوں سے شراب، جوا، زنا، سود کے عادی ہونے کے باوجود محمد رسول اللہ کے اقرار کے

بعد یہ تمام اخلاق رذیلہ سے توبہ کر کے اخلاق حسنہ اختیار کر گئے اور برسوں کی شراب کو پانی کی طرح بہا دیا، وہ لوگ جو حق دباتے، حقوق مارتے محمد رسول اللہ کا اقرار کے ساتھ ہی حقوق کے ادا کرنے کے لیے بے چین ہو گئے اور اللہ کے پاس پکڑ کا زبردست احساس پیدا کر لیا، وہ لوگ جو صرف دنیا کی لذتوں، خواہشوں، عیش و عشرت میں جینے کے عادی اور شوقین تھے محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہی دنیا سے آخرت بنانے اور آخرت کی خاطر دنیا کی تکالیف، مشکلات برداشت کرتے ہوئے بھوک پیاس غریبی و تنگی کی زندگی کو ترجیح دی، محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد ان کو دنیا کی محبت، دنیا کی چمک دمک، دنیا کے مزے، دنیا کا عیش و آرام دنیا کی عزت، دنیا کا عہدہ، کرسی، مال اور اولاد دھوکے میں نہ ڈال سکی۔

وہ لوگ جو تلوار اور قوت کے بل بوتے پر ظلم و زیادتی کے ساتھ لوگوں پر حکومت کرتے محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اپنے اخلاق، خدمت اور محبت ایثار و قربانی کے ذریعہ لوگوں کا دل جیت کر حکومت کرنے لگے۔

زمانۂ جاہلیت میں جب وہ کسی علاقے پر حملہ کرتے تباہی و بربادی مچا کر بستیوں کو آگ لگا دیتے عورتوں کی عصمت لوٹ لیتے مردوں کو قتل کرتے غلام بنا لیتے اور بچوں اور بوڑھوں کو تک قتل کر ڈالتے تھے مگر محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے محافظ بنے حفاظت کی ذمہ داری ادا نہ کر سکنے پر ٹیکس کو واپس کر دیا اور لوگوں کو معاف کر کے بڑے بڑے دشمنوں کو احسان مندی سے اپنا دوست بنا لیا۔

محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد وہ خود بھوکے رہ کر دوسروں کی بھوک مٹانے والے بنے، محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد وہ خود پیاسے رہ کر مرنا گوارا کیا مگر دوسروں کی زندگی کو بچایا، محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد وہ خود فقیر رہ کر دوسروں کو غنی کیا، محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد خود چھوٹے بنے اور دوسروں کو بڑا بنایا۔

محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد لینے والے بننے کے بجائے دینے والے بنے اور اپنا مال لُٹا کر دوسروں کے گھروں کو آباد کیا، وہ خود بے سہارا ہو کر دوسروں کو سہارا دیا اور محمد رسول اللہ کی غلامی کو عزت و کامیابی سمجھا۔



محمد رسول اللہ کے اقرار کے بعد نوکر اور غلاموں سے مساواتِ انسانی کا سلوک کر کے پوری انسانیت کو رحم اور محبت اور مساوات انسانی کا درس دیا، باوجود بادشاہ امیر المومنین ہوتے ہوئے غلاموں کو برابر بٹھا کر اونچ نیچ کو ختم کیا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر غلام کو تمام انسانوں کے سامنے اونٹ پر بیٹھا کر چلنے میں بے عزتی محسوس نہیں کی وہ بادشاہ ہو کر بھی اپنے آپ کو لوگوں کا خادم سمجھتے تھے، سب سے بڑی بات یہ کہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے کے بعد شیطان کے دوست نہیں بنے اور اس کو اپنا ساتھی نہیں بنایا اور نہ نفس کے غلام بنے وہ مخلوقات سے نڈر بنے اور خدا سے خوب ڈرنے والے اور محبت کرنے والے بنے اور دنیا میں رہ کر زیادہ سے زیادہ آخرت بنانے اور سنوارنے کی محنت کئے، وہ دنیا کو جنت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے اور دنیا کے وہ اعمال جس سے دوزخ ملتی ہے ان سے نفرت کرتے اور کوسوں دور رہتے تھے، تب ہی وہ دنیا میں اونچا مقام پا کر اللہ کی رحمت، مدد اور انعام کے مستحق بنے۔

## رسول اللہ ﷺ کی گواہی اور شہادت سے کیا مراد ہے؟

- رسول ﷺ کی صحیح معرفت اور پہچان حاصل کرنا ہوگا۔
- رسول ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے اس میں رسول ﷺ کی تصدیق کرنا۔
- رسول ﷺ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے انہیں رسول ﷺ ہی کی اطاعت کرنا۔
- رسول ﷺ نے جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ان سے دور رہنا۔
- اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقہ پر کرنا جیسے رسول ﷺ نے کیا ہے۔